اسلام میں تصوّرِ شفاعت

حضرت علامہ مولانا محمد سہرالدین

مکتبہ جمال کرم لاہور

اسلام میں تصوّرِ شفاعت

مُصنّف

حضرت علامہ مولانا محمد مہرالدین



مکتبہ جمالِ کرم
9۔ مرکز الاویس (نستا ہوٹل) دربار مارکیٹ۔ لاہور فون: 7324948

نام کتاب ------------ اسلام میں تصورشفاعت

مصنف ------------ حضرت مولانا محمد مہرالدینؒ

زیراہتمام ------------ ایم احسان الحق صدیقی

ناشر ------------ مکتبہ جمال کرم لاہور

تعداد ------------ 1100سو

قیمت ------------ 85 روپے

ملنے کے پتے!

(۱) ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

(۲) ضیاء القرآن پبلی کیشنز 14 انفال سنٹر اردو بازار لاہور

(۳) فرید بکسٹال اردو بازار لاہور

(۴) احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی

(۵) مکتبہ المجاہد دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ

فہرست

اُستاذ العلماء حضرت مولانا محمد مہر الدّین رحمہ اللہ تعالیٰ

یگانۂ روزگار علامۃ الدہر مولانا محمد مہر الدین مذہباً حنفی مسلکاً سُنّی مشرباً نقشبندی اور تلمذاً بریلوی تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت زمیندار راجپوت گھرانے میں ۱۹۰۰ء میں بمقام خاصہ ضلع امرتسر، ننھیال کے ہاں ہوئی۔ ابھی سال سوا سال کی عمر تھی کہ والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کے آباؤ اجداد سو سال قبل دوآبہ ضلع جالندھر سے نقلِ مکانی کر کے موضع جمال پور ضلع لاہور چلے گئے تھے جو لاہور سے نارووال جاتے ہوئے شمال مشرق میں ۱۵ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ موضع لبان والا کے سکول میں چار جماعت ہی پڑھنے پائے تھے کہ ۱۹۰۹ء میں والد ماجد چوہدری روشن دین صاحب ابن چوہدری بہاول خان صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوگیا، اس لیے پڑھائی کا سلسلہ مزید آگے نہ بڑھ سکا۔ بھائیوں کے ساتھ مل کر کاشتکاری میں مصروف ہوگئے۔ انہی کی نگرانی میں قرآن مجید ناظرہ پڑھنا شروع کیا۔ ایک سیپارہ پڑھا تھا کہ بڑے بھائی چوہدری فضل دین صاحب بھی انتقال کر گئے۔ اب ایک بھائی اور بہنوئی کے ہمراہ زمینداری کا سلسلہ چلنے لگا۔ ۱۸ سال کی عمر تک یہی صورت حال رہی، پھر دو سال تک محکمہ راشن سے منسلک رہے اور یوں عمر عزیز کے بیس سال گزر گئے۔

وہ شخص جسے کسی عظیم مقصد کے لیے پیدا کیا گیا تھا، آخر وہ کس طرح ساری عمران دنیاوی دھندوں میں لگا رہتا، روح بیقرار، دل مضطرب تھا کہ کسی نہ کسی طرح منبع علم و حکمت قرآن مجید کے مطالب و معانی تک رسائی حاصل کی جائے۔ آخر یہ اشتیاق اس حد تک بڑھا کہ ۱۹۲۹ء میں ملازمت کو خیر باد کہہ کر سیدھے مرجع چشت اہل بہشت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کے دربارِ اقدس میں اجمیر شریف پہنچ گئے۔ وہاں دو تین دن تک رہے، لیکن وہاں کی زبان سے چنداں واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے لاہور واپس چلے گئے اور حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزارِ اقدس پر حاضری دی، جہاں حضرت خواجہ اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے چلہ کشی کی تھی۔ فاتحہ خوانی سے فارغ ہوئے، تو ایک بزرگ

سیرت شخصیت پر نظر پڑی۔ یہ حضرت مولانا صوفی غلام رسول صاحب بلند پایہ بزرگ موضع موچھل ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے، جو تبلیغی دورے پر تھے اور چند بچے تعلیم حاصل کرنے کے لیے ان کے ہمراہ رہتے تھے، ان سے ملاقات کی اور ماجرا بیان کیا، تو انہوں نے پڑھانے پر رضامندی کا اظہار کیا، اس طرح ان کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا، ۱۰ ماہ کے عرصے میں سات سیپاروں کا ترجمہ پڑھ لیا، چونکہ مولانا کو پڑھائی کا حد سے زیادہ شوق تھا، اسی لیے دن رات اسی میں صرف کرنا چاہتے تھے، لیکن استادِ محترم تاکید کے ساتھ زیادہ پڑھنے سے منع کرتے تھے، کیونکہ اُن کے ایک شاگرد مولوی امام الدین صاحب محنت کی زیادتی کی وجہ سے ذہنی توازن کھو بیٹھے تھے۔ مولانا کو پڑھائی کی ایسی لگن تھی جو کسی کروٹ آرام نہ لینے دیتی تھی۔ جب دیکھتے کہ اُستاذ مکرم محوِ خواب ہیں، تو اُٹھ کر مسجد میں چلے جاتے اور سبق یاد کرنے میں مصروف ہو جاتے۔

ایک دفعہ خویش واقارب سے ملنے گھر آئے، تو جی میں آیا کہ اس طرح پڑھنے کے لیے تو مدت درکار ہے، اس لیے کسی اور جگہ جانا چاہئے تاکہ جلد از جلد گوہر مقصود حاصل کیا جائے۔ انہی دنوں ضلع گوجرانوالہ میں ایک مدرسے کا پتا چلا، سوچا کہ وہیں چلنا چاہئے۔ ہوسکتا ہے دلی مراد پوری ہو۔ وہاں جا کر انکشاف ہوا کہ یہ تو غیر مقلد ہیں، اس لیے دوسرے دن ہی وہاں سے چل دیئے اور جامع مسجد کھوجیاں والی میں جا پہنچے، وہاں پورے ذوق وشوق سے پڑھنے کا موقع ملا اور چار پانچ ماہ میں قرآن مجید کا ترجمہ پورا پڑھ لیا۔ ان دنوں وہاں مولوی عبدالعزیز جامع مسجد کے خطیب تھے۔ ترجمۂ قرآن مجید کی تکمیل کرنے کے بعد درسیات کی ابتدا کی۔ صرف بہائی وغیرہ کتابیں شروع کیں اور اس قدر دلچسپی اور انہماک سے اسباق جاری رکھے کہ مولانا کی ابتداء کے وقت جو طلبہ سکندر نامۂ فعول اکبری وغیرہ پڑھتے تھے، مختصر سے وقت میں ان تک جا پہنچے۔

کچھ عرصہ کے بعد مولانا مہر الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مولوی سراج احمد، سید احمد علی، اور مولوی فضل کریم صاحبان ایک جماعت کی صورت میں جامع نعمانیہ لاہور پہنچ گئے،

امتحان دیا، اچھے نمبروں میں کامیابی حاصل کر کے داخلہ لے لیا، لیکن جلد ہی یہ احساس پیدا ہوگیا کہ پڑھائی کے لیے شہری فضا چنداں سازگار نہیں ہوتی، اس لیے کسی دیہاتی ماحول کے مدرسے میں جانا چاہیے۔ چنانچہ نگاہِ انتخاب اس وقت لاہور سے تین میل دُور اچھرے کے مدرسے پر پڑی، جواب بھی جامعہ فتحیہ کے نام سے قائم ہے۔ اچھرے کے مدرسے میں زرادی، زنجانی، فصول اکبری اور ترکیب پڑھی، ہدایۃ النحو شروع کی تھی کہ سال ختم ہوگیا۔

یہاں یہ طریقہ رائج تھا کہ بڑے اسباق اساتذہ پڑھاتے اور چھوٹے اسباق طلبہ کے ذمے ہوتے۔ طلباء اپنی تعلیمی مصروفیات کی وجہ سے پوری توجہ نہ دے سکتے تھے اور یہ بات مولانا کے لیے بارِ خاطر بنی رہتی۔ چاروں ساتھیوں نے مشورہ کیا کہ کسی ایسی جگہ چلنا چاہیے، جہاں اساتذہ پڑھاتے ہوں۔ اسی تلاش میں مدرسہ کریمیہ جالندھر پہنچ گئے۔ وہاں مولوی محمد عبداللہ صاحب ہوشیارپوری صدر مدرس، اور مولوی احمد بخش صاحب نائب مدرس تھے، ان سے ایک سال کے عرصہ میں کافیہ، قدوری وغیرہ کتب پڑھیں۔ اگلے سال یہ سوچ کر پھر اچھرے چلے آئے کہ اب تو اساتذہ ہی ہمیں اسباق پڑھائیں گے۔ ان دنوں وہاں مولوی ابراہیم صاحب، مولوی محمد چراغ صاحب اور مولوی حبیب شاہ صاحب خطیب مصری شاہ مدرس تھے۔ اس سال شرح وقایہ، ہدایہ اوّلین وغیرہ کتب پڑھیں کہ اتنے میں دیوبندی بریلوی، اختلاف کھڑا ہوا، چونکہ میاں قمرالدین صاحب مہتمم مدرسہ منشی برکت علی، حاجی جان محمد وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ سب سنی تھے، اس لیے اس اختلاف کے دوران مولوی محمد چراغ وہاں سے چلے آئے۔ ان کے بعد استاذ الاساتذہ مولانا مہر محمد صاحب تلمیذ مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ بہاول پور کی خدمات حاصل کی گئیں۔ ان سے دورۂ حدیث کے علاوہ باقی کتب مثلاً ملا حسن، حمد اللہ، مختصر المعانی، مطول، خیالی، صدرا، شمس بازغہ وغیرہ پڑھیں۔ اس طرح قرآن مجید کی کشش اور فیض و برکت سے کتب درسیہ پڑھنے کی سعادت میسر آئی۔

دورۂ حدیث پڑھنے کے لیے امام المحدثین مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، بانی مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور اور ان کے صاحبزادے مرشدی حضرت علامہ مولانا

ابوالبرکات سید احمد قادری (قدس سرہما) شیخ الحدیث والتفسیر حزب الاحناب لاہور کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کیا اور ۱۳۴۶ھ/ 1926ء کو سندِ فراغ حاصل کی۔ صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدّین صاحب مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب تفسیر خزائن العرفان سے بھی سند حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

دارالعلوم حزب الاحناف ہی میں مولانا حبیب شاہ صاحب سے کتب طب موجز، قانون شیخ اور قانونچہ طب کا درس لیا اور ۱۹۵۴ء میں دارالعلوم طب جدید مشرقی شاہدرہ لاہور سے امتحان دے کر افتخار الاطباء کی سند حاصل کی۔ ۱۹۳۱ء میں آپ مدرسہ اسلامیہ، اب مدرسہ حفظ القرآن، ہرسہ کوٹ ضلع لائل پور میں مدرس تھے کہ امیر طریقت حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدّث علی پوری قدس سرہ دورے پر تشریف لائے، تو اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مولانا مہر دین صاحب عارف کامل کے دست حق پرست پر بیعت ہوگئے۔ کس قدر عظیم تائیدایزدی تھی کہ زمیندار گھرانے کا ایک نوجوان اب شریعت وطریقت کا فضل وشرف حاصل کرکے سنت نبویہ کا بہترین ترجمان اور مسلک اہل سنت کا بلند پایہ مبلغ بن گیا۔ کس کے تصور میں تھا کہ زمینداری وغیرہ میں مصروف یہ نوجوان علم وفضل کا رفیع القدر مسند نشین بنے گا۔ آپ کی تدریسی اور تبلیغی زندگی کا، دورہ بہت طویل ہے۔ آپ ایک سال ہرسہ کوٹ، لائل پور، تین سال جامع نعمانیہ لاہور، دو سال مسجد شکر خاں احمد آباد یوپی، دس گیارہ سال حزب الاحناب لاہور میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے۔

۱۹۴۶ء میں جامعہ نعمانیہ لاہور تشریف لائے، اسوقت حضرت مولانا تاج الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حیات تھے اور مدرسے کے منتظم تھے۔ تین سال یہاں رہنے کے بعد جامع مسجد شیخوپورہ بسلسلۂ خطابت تشریف لائے۔ تین سال وہاں رہنے کے بعد لاہور تشریف لے آئے اور تقریباً آٹھ سال تک مسجد دائی انگہ میں خطیب رہے۔ بعد ازاں جامعہ نعمانیہ لاہور کے منتظمین نے ایک بار پھر آپ کی خدمات حاصل کرلیں۔ چار سال تک وہاں پڑھاتے رہے۔ مولانا کی دلی خواہش تھی کہ ایسے اسباب وذرائع حاصل کیے جائیں جن سے

مدرسے کی ترقی اور عروج کو مدد ملے، لیکن انتظامیہ نے پس و پیش سے کام لیا، تو مولانا دل برداشتہ ہوگئے اور شاہ عالم مارکیٹ لاہور کے نزدیک نیویں مسجد نیا بازار میں مدرسہ غو لا ثانیہ قائم کیا، بے سروسامانی کے عالم میں بھی مولانا کی علمی قابلیت ولیاقت کی کشش تھی کہ طلباء کی اچھی خاصی تعداد جمع ہوگئی، جن میں اکثر و بیشتر آخری کتابیں پڑھنے والے طلباء تھے۔ ۴ سال تک نہایت کٹھن اور ہمت شکن حالات کا مقابلہ کیا۔ بعد ازاں مدرسہ کی بہتری کی خاطر اسے کراؤن چوک گڑھی شاہو کی جامع مسجد میں منتقل کر دیا۔ وہاں حالات اور بھی زیادہ ناسازگار ہوگئے، جن کی بناء پر مدرسہ سے دستبردار ہونا پڑا۔

پھر ایک سال تک برکات العلوم مغلپورہ، لاہور اور ایک سال جامعہ حنفیہ قصور پڑھاتے رہے۔ اس اثناء میں چونکہ آپ مستقل طور پر مصری شاہ قیام پذیر ہوگئے تھے، اس لیے اپنے گھر میں ہی سلسلۂ تدریس شروع فرمایا۔

ظاہر ہے اتنے طویل عرصہ میں بیشمار علماء نے آپ سے استفادہ کیا ہوگا۔ خوفِ طوالت کے پیشِ نظر آپ کے صرف چند تلامذہ کے ناموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ سلطان الواعظین مولانا محمد بشیر صاحب، کوٹلی لوہاراں، سیالکوٹ

۲۔ خطیب پاکستان مولانا غلام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ، انجن شیڈ، لاہور

۳۔ مولانا محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ، شارح بخاری، مدیر رضوان، لاہور

۴۔ مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، مہتمم جامعہ حنفیہ، قصور

۵۔ مولانا العلامہ محمد عبدالقیوم ہزاروی، ناظمِ اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۶۔ مولانا العلامہ محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ، سیالکوٹ

۷۔ مولانا انوار الاسلام رحمۃ اللہ علیہ، ناظم مکتبہ حامدیہ، لاہور

۸۔ مشہور و معروف مؤرخ صاحبزادہ علامہ اقبال احمد صاحب فاروقی اور

۹۔ مولانا باغ علی نسیم، ناظمانِ مکتبہ نبویہ، لاہور

۱۰۔ مولانا مظفر اقبال صاحب، لاہور

۱۱۔ مولانا سیّد مزمل حسین شاہ صاحب، لاہور

۱۲۔ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، خطیب مسجد داتا صاحب، لاہور

انکے علاوہ سندھ، سوات، بنیر وغیرہ کے بے شمار علماء کرام نے آپ سے استفادہ کیا۔

حضرت مولانا مہر الدین نقشبندی جماعتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تبلیغی اور تدریسی مصروفیات کے باوجود چند ایک نہایت اور قابلِ قدر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں کچھ کتابوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ تسہیل المبانی شرح اردو مختصر المعانی، جسے آپ نے ۱۹۵۵ء میں مکمل کیا۔

۲۔ فیصلہ شرعیہ بر حرمتِ تعزیہ، ردِّ شیعہ جس کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔

۳۔ حل قطبی، اُردو

۴۔ مسائل رمضان

۵۔ النداء بحرف الیاء

(الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنے کے جواز پر مختصر مگر مدلل رسالہ)

۶۔ مسائل شب برأت

۷۔ ردِّ خاکسار

۸۔ بہار جنت

۹۔ حیات عیسیٰ علیہ السلام

۱۰۔ شفاعت کی حقیقت

۱۱۔ مقالات مولانا محمد مہر الدین رحمۃ اللہ علیہ

اہلسنّت کیلئے لمحۂ فکریہ؟

مولانا کی تصنیف تسہیل المبانی کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مولوی حامد میاں خطیب پولیس لائن گوجرنگھ کی روایت ہے کہ ایک مولوی صاحب ہندوستان سے

لاہور آئے، تو کہنے لگے کہ میں مولانا مہر دین صاحب فاضل دیوبند شارح مختصر معانی سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا، وہ فاضل دیوبند تو کجا، انہوں نے تو دارالعلوم دیوبند کی عمارت بھی نہیں دیکھی۔ میں ان سے ذاتی طور پر متعارف ہوں، وہ تو بریلوی ہیں۔ پہلے تو انہیں یقین ہی نہ آیا کہ وہ بریلوی ہیں، لیکن جب میں نے انہیں پورے وثوق سے یقین دلایا کہ وہ بریلوی ہی ہیں۔ تو کہنے لگے اچھا تو پھر وہ چھپے ہوئے دیوبندی ہوں گے، ورنہ بریلوی ایسا کام نہیں کر سکتے۔ چنانچہ وہ پتہ دریافت کر کے جامعہ نوشہ لاثانیہ نوریں مسجد میں پہنچے، اتفاق کی بات کہ مولانا اس وقت تفصیل سے دیوبندیت اور وہابیت کا رد کر رہے تھے، تب کہیں جا کر ان کا دماغ ٹھکانے آیا۔

مولانا سید غلام جیلانی صاحب صدر المدرسین مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ میرٹھ نے البشیر الکامل شرح مائۃ عامل اور البشیر القاری شرح بخاری میں دیوبندی حضرات کی علمی قابلیت کا فاضلانہ جائزہ پیش کیا اور دوسری طرف شہید تحریک آزادی مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا عبد الحق خیر آبادی، مولانا غلام محمود (پپلاں) مولانا احمد حسن کانپوری، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا فضل امام خیر آبادی امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی وغیرہم علمائے اہلسنت رحمہم اللہ تعالیٰ ایسی باکمال ہستیاں ہیں (جن کی تفصیل اس جگہ دشوار ہے) کی تصنیفات میں سے ایک ایک کتاب ایسی ہے، جس کا جواب مخالفین آج تک پیش نہیں کر سکے۔

اس کے باوجود مقام غور ہے کہ مخالفین کو اپنے خیالات کے اظہار کی گنجائش کیسے ہوئی، اس کی دو ہی وجہیں ہو سکتی ہیں یا تو وہ عناد کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں، یا اسلیے کہ انہوں نے علمائے اہلسنت والجماعت کی تصنیفات کا مطالعہ ہی نہیں کیا، ورنہ ہرگز انہیں اس قسم کے بے بنیاد خیالات کے اظہار کی جرأت نہ ہوتی۔

ان حالات کے پیش نظر علماء اہلسنت والجماعت کا فریضہ ہے کہ علماء و اکابر اہلسنت کی تصنیفات کی بھرپور اشاعت کریں اور اسلاف کرام کی مساعی جمیلہ کو منظر عام پر لائیں۔ موجودہ دور کے فضلاء کرام سے بھی گزارش ہے کہ وہ تحریری میدان میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں تاکہ

باطل پرستوں کو راہِ حق و صداقت نظر آجائے اور انہیں راہِ راست کی طرف آنے میں آسانی ہو۔

زیرِ نظر کتاب ''اسلام میں تصورِ شفاعت'' حضرت مولانا محمد مہر الدینؒ کی اہم تصنیف ہے جس کی اشاعت کی سعادت مکتبہ جمال کرم لاہور کو حاصل ہو رہی ہے۔ یہ ادارہ اہل سنت کے اداروں میں تھوڑے عرصے میں علمی وفکری میدان میں آیا' اور نہایت عمدہ دیدہ زیب کتابیں شائع کیں۔ مولا کریم! اس ادارے پر اپنی خاص رحمت نازل فرمائے اور اس خزاں رسیدہ دور میں سب کی آرزوؤں کو بہار آشنا کر دے۔ حضرت مولانا کی تین اور اہم کتب ''بہار جنت'' ''حیاتِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' اور ''حرمت تعزیہ'' بھی مکتبہ جمال کرم لاہور ہی شائع کر رہا ہے۔ اللہ رب العزت ادارہ کے اراکین کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اکابر علمائے اہل سنت کی تصانیف کو شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔

وَمَاتَوْفِيْقُنَا اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط

والسلام

محمد عبدالحکیم شرف قادری

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۲۳۔ ربیع الاوّل ۱۴۲۲ھ

۱۶۔ جون 2001ء



ضروری اور معیاری گذارش

برادرانِ اسلام! شمس وامس کی طرح واضح ہے کہ اہلسنّت والجماعت کا مسلک اور مذہب ہی صحیح ہے۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ قرون اولیٰ کا یہی نظریہ حیات تھا۔ یہی سواداعظم اور لائحہ عمل جمہور اہل اسلام ہے۔ اور یہی کتاب وسنت کا مرقع اور لب لباب ہے اور ضروری و واجب العمل اور باقی گروہ اور اسلامی فرقے محض افراط و تفریط کی ایجاد سے اہلسنّت والجماعت سے الگ ہو کر مختلف ناموں سے موسوم ہیں جن سے ہر فرقہ بزعم خود اپنے کو صراط مستقیم پر تصور کرتا ہے اور دوسرے کو غلطی کا مجسمہ قرار دیتا ہے۔ گو ہر انسان آزاد ہے اور مختار اور ادھر شرعی پابندی ناپید ہے کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا مگر بعض معلومات و حقائق ضروری ہیں اور معیاری کہ اگر ان کو سمجھ لیا جائے اور اپنے حال وقال کا لائحہ عمل بنایا جائے تو بہت ممکن ہے کہ اس مذہبی اور نظری افراط و تفریط کی حقیقت منکشف ہو کر قلت اختلاف کا موجب بن کے اور تعدد و تکثر مذہبی کا قدرے سدباب ہو سکے اور وہ معلومات چند شرعی مصطلحات ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) فرض اعتقادی: اور وہ یہ ہے کہ ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جس میں کوئی شک و شبہ نہ ہو جیسے صوم و صلوٰۃ۔ اس کا انکار ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفر ہے اور اس کی فرضیت اگر عوام و خواص سب پر واضح ہو تو اس کے انکار پر امت کا قطعی اجماع ہے کہ یہ کفر ہے کہ جو اس کو کفر نہ کہے وہ بھی کافر ہے اور اس کو بلا عذر شرعی ایک بار بھی چھوڑے تو فاسق مرتکب کبیرہ و مستحق عذاب نار ہے۔ خلاصہ یہ کہ انکار اس کا کفر صریح اور ترک بلا عذر گو ایک بار ہو موجب فسق ہے۔

(۲) فرض عملی: اور وہ یہ ہے جس کا ثبوت قطعی دلیل سے تو نہیں مگر ادلہ شرعیہ کی روشنی میں مجتہد کی نظر میں بغیر کرنے کے انسان بری الذمہ نہ ہو سکے حتی کہ یہ اگر کسی عبادت میں فرض ہے تو وہ عبادت اس کے کیے بغیر محض باطل ہوگی۔

اس کا حکم یہ ہے کہ بلاوجہ اس کا انکار گو کفر نہیں لیکن فسق و گمراہی ضرور ہے ہاں مجتہد دلیل شرعی سے اس کا انکار کر سکتا ہے جیسا کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالی کے اختلافات ہیں کہ ایک امام ایک چیز کو فرض قرار دیتا ہے اور دوسرا نہیں مثلاً حنفیہ کے نزدیک وضو میں چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور شافعیہ کے نزدیک چوتھائی نہیں بلکہ ایک بال سر کا اور مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا فرض وضو میں حنفیہ کے نزدیک بسم اللہ کہنا اور نیت کرنا سنت ہے اور حنبلیہ اور شافعہ کے نزدیک فرض اور اس فرض عملی میں ہر شخص اسی کی پیروی کرے گا جس کا وہ مقلد اور پیروکار ہے۔ اپنے امام کے خلاف بلاضرورت شرعی دوسرے کی اطاعت جائز نہیں اور اس کے امام نے جس امر کو عبادت میں فرض قرار دیا ہے گو اس کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا لیکن اس کے ادا کیے بغیر وہ عبادت باطل اور کالعدم ہوگی۔ اسے دوبارہ کرنا لازم ہوگا۔

اس سے ثابت ہوا کہ ائمہ رابعہ رحمہم اللہ کے اجتہادی فرائض صرف انہی کے پیروکاروں کے لیے ہیں نہ دوسرے کے لیے اور اس کو فرض اجتہادی بھی کہتے ہیں۔

(۳) واجب اعتقادی: اور یہ وہ ہے کہ ظنی دلیل سے اس کا ضروری اور لازمی ہونا ثابت ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ فرض عملی و واجب عملی۔ لہذا جو حکم فرض عملی اور واجب عملی کا ہوگا وہی اس کا ہوگا۔

(۴) واجب عملی: اور یہ وہ واجب اعتقادی ہے کہ کیے بغیر گو بری الذمہ ہونے کا احتمال ہے لیکن مجتہد کا غلبہ ظن اس کو ضروری اور لازم قرار دیتا ہے کہ کسی عبادت میں اس کا کرنا درکار ہو تو اس کے ادا کیے بغیر عبادت ناقص ہوگی گو ادا ہو جائے گی۔ اور مجتہد شرعی دلیل سے واجب کا

انکار کرسکتا ہے یعنی اجتہادی واجب اور کسی واجب کا قصداً ایک بار چھوڑنا گناہ صغیرہ ہے اور چند بار ترک کرنا گناہ کبیرہ جیسا کہ مشہور ہے کہ صغیرہ پر اصرار گناہ کبیرہ کا موجب ہے۔

(۵) سنت موکدّہ: اور یہ وہ ہے جس کو حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو البتہ بیان جواز کے لیے کبھی ترک بھی کر دیا ہو یا یوں کہو کہ جس کے کرنے کی تاکید فرمائی ہو مگر ترک بالکل منع نہیں فرمایا اس کا ترک کرنا اساءت اور کرنا ثواب اور ترک کرنا نادراً عتاب اور ترک کی عادت ذریعہ استحقاق عذاب۔

(۶) سنت غیر موکدہ: اور یہ وہ ہے کہ نظر شرع میں ایسی مطلوب ہو کہ اس کا ترک ناپسند ہو مگر نہ باین طور کہ ترک پر وعید عذاب فرمائے عام ازیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مداومت اور ہمیشگی فرمائی یا نہ اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنا اگرچہ عادۃً ہو موجب عتاب نہیں۔

اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ سنت موکدہ ہو یا غیر موکدہ کے ترک سے کفر لازم نہیں آتا اور یہ بالکل ظاہر اور بدیہی بات ہے کیونکہ جب وجوب کے ترک سے کفر لازم نہیں آتا تو ترک سنت واستحباب واباحت سے بطریق اولیٰ لازم نہیں آئے گا۔

(۷) مستحب: اور یہ وہ ہے جو کہ نظر شرع میں پسندیدہ ہو مگر ترک پر کچھ ناپسندی نہ ہو خواہ خود حضور پُر نور ﷺ نے بنفس نفیس کیا یا اس کی ترغیب دی یا اس کو علماء کرام نے پسند فرمایا اگرچہ احادیث میں اس کا ذکر نہ آیا ہو اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کوئی حرج نہیں۔

(۸) مباح: اور یہ وہ ہے کہ جس کا کرنا نہ کرنا برابر ہو اور اس پر نہ ثواب ہو نہ عذاب۔

ناظرین کرام! یہ کسی چیز کے کرنے کی صورت میں آٹھ شرعی دفعات ہیں جن کے کوائف حسب ذیل ہیں:

۱۔ ان آٹھوں میں "کسی چیز کا کرنا" بطور اشتراک موجود ہے۔

۲۔ کرنے کی نوعیت ان میں ایک جیسی نہیں کسی میں ضروری اور لازمی اور کسی میں غیر

ضروری اور غیر لازمی۔

۱۔ ان سے صرف فرض اعتقادی کا انکار کفر ہے باقی کا نہیں۔

۲۔ ان سے کسی کا ترک عمداً یا سہواً موجب کفر نہیں گو بعض کا ترک فسق ہے۔

۵۔ سنت کا انکار گو کفر نہیں لیکن جو سنت بالتواتر ثابت ہو اس کی سنیت متواترہ بحیثیت متواترہ کا انکار کفر ہے۔ ایسے ہی سنت متواترہ کا بحیثیت سنیت بلکہ شرعی اباحت بحیثیت اباحت کا انکار یا اسکی تحقیر و استخفاف موجب کفر ہے۔

(۶) جہاں پر فرض ہوگا وہاں پر واجب سنت وغیرہ سب موجود ہوں گے (یعنی ان کا مفہوم کرنا) اور اس کا عکس نہیں یعنی جہاں اباحت ہو وہاں مستحب نہ ہوگا اور جہاں مستحب ہوگا وہاں سنت نہ ہوگی وعلی ہذا القیاس۔

(۷) دوام ولزوم عمل کو وجوب وفرضیت عمل لازم نہیں یعنی ایک امر کے دائمی اور لازمی طور پر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ فرض یا واجب یا سنت ہے جیسے نفل کہ اس پر دوام ولزوم اس بات کا مقتضی نہیں کہ اس کو فرض یا واجب سمجھ لیا جائے یعنی یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ یہ عمل چونکہ لازمی اور دائمی طور پر کیا جا رہا ہے اور یہ شان فرض و واجب کی ہے لہٰذا، فرض وواجب ہے کیونکہ نفل پر دوامکہ لہٰذا دوام سے شرعی وجوب وفرض سمجھ لینا ناجائز اور شریعت مطہرہ پر افتراء ہوگا۔ بناء علیہ امور مستحسنہ ومباہ پر دوام ولزوم وجوب وفرضیت عمل کی دلیل نہ ہوسکے گی۔

(۹) وجوب وفرض اختیاری: اور یہ وہ ہے کہ انسان اپنی مرضی سے کسی کام کے کرنے کا التزام کرلے اور اس کا کرنا ضروری اور لازمی تصور کرے گو اخلاقی طور پر اس کو کرنا ہی چاہیئے مگر اگر اس التزام کے بعد اس نے نہ کیا تو شرعی طور پر یہ کوئی جرم نہیں ہے۔

(۱۰) غیر فرض کو فرض وواجب کہنا: شرعی فرائض وواجبات کے علاوہ اپنے معمولات اقوال وافعال سے کسی امر کو شرعی واجب اور فرض کی طرح سمجھنا ناجائز ہے اور

شریعت پر بہتان ہے گویا یہ نئی شریعت کی ایجاد ہے جو عقلاً ونقلاً باطل ہے۔

۱۔حرام: یہ فرض کا مقابل ہے اور یہ وہ ہے کہ فرض کی طرح قطعی دلیل سے ثابت ہو۔اس کا ایک بار بھی قصداً کرنا گناہ کبیرہ وفسق ہے۔ اور اس سے پرہیز فرض وثواب اس کی فرضیت قطعی ہونے کی وجہ سے اس کا منکر کافر ہے کہ جو اس کو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر۔

۲۔مکروہ تحریمی: یہ واجب کے مقابل ہے اور دلیل ظنی سے ثابت ہوتا ہے اس کے نہ کرنے سے عبادت ناقص اور کمزور ہو جاتی ہے اور اس کا کرنے والا گنہگار رہوتا ہے اگرچہ اس کا گناہ حرام سے کم ہوتا ہے یعنی اس کا منکر کافر نہیں اگر چند بار کرے تو گناہ کبیرہ ہے جو کہ موجب فسق ہے۔

۳۔اساءت: اور یہ وہ ہے کہ اس کا کرنا برا ہو اور نادراً کرنے والا مستحق عتاب اور التزام فعل پر استحقاق عذاب...... یہ سنت موکدہ کے مقابل ہے اور ثبوت و بقا میں مساوی۔

۴۔مکروہ تنزیہی: اور یہ وہ ہے کہ اس کا کرنا شرع کو پسند نہیں مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید عذاب فرمائے یہ سنت غیر موکدہ کے مقابل ہے اور ثوبت و بقا میں مماثل۔

۵خلافِ اولیٰ: اور یہ وہ ہے کہ نہ کرنا بہتر تھا کیا تو کچھ مضائقہ وعتاب نہیں یہ مستحب کا مماثل و مقابل ہے ان عنوانات و مصطلحات کے بیان کرنے میں عبارتیں مختلف ملیں گی مگر حقیقت یہی ہے جو مذکور و مسطور ہوئی۔ ناظرین باتمکین! یہ کسی امر کے نہ کرنے کی صورت میں پانچ دفعات ہیں جن کے کوائف بفحوای **الاشیاءُ تُعرفُ بَاضْدادِھَا** مذکور الصدور کوائف کے پیش نظر سمجھے جاسکتے ہیں لیکن آسانی کے لیے صراحتہً بیان کردیتے جاتے ہیں۔

(۱) ان پانچوں میں کسی ''چیز کا نہ کرنا'' اشتراکی طور پر موجود ہے۔

(۲) نہ کرنیکی صورت سب میں ایک جیسی نہیں کسی میں نہ کرنا ضروری ہے اور کسی میں

اس کے خلاف۔

(۳) ان میں صرف حرام قطعی کا انکار کفر ہے باقی کا نہیں۔

(۴) ان سے کسی کا ارتکاب عمداً یا سہواً موجب کفر نہیں گو بعض کا کرنا فسق وفجور ہے۔

(۵) کسی کراہت کا انکار جب کہ اس کی کراہت کا ثبوت بالتواتر ہو گو کفر نہیں لیکن کراہت متواترہ من حیث التواتر کا انکار موجب کفر ہے۔ ایسے ہی کراہیت متواترہ کا استخفاف بھی موجب کفر ہے۔

(۶) جہاں پر حرمت قطعی ہوگی یعنی کرنا قطعی طور پر حرام ہوگا وہاں پر باقی اقسام بھی ہوں گے (یعنی ان کا مفہوم نہ کرنا) اور اس کا عکس نہیں یعنی جہاں خلاف اولیٰ ہوگا وہاں مکروہ تنزیہی نہیں ہوگا اور جہاں مکروہ تنزیہی ہوگا وہاں مکروہ تحریمی نہ ہوگا۔ وعلیٰ ہذا القیاس

(۷) کسی چیز کے بوجہ کراہت یا خلاف اولیٰ ہونے کے اتفاقاً یا دائمی طور پر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ چیز شرعاً حرام ہے جیسا کہ کسی چیز کے دائمی طور پر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ فرض ہے یا واجب یعنی یہ کہنا درست نہیں کہ وہ چیز نہیں کہ گئی لہٰذا وہ حرام ہے کیونکہ نہ کرنا اس وجہ سے نہیں کہ وہ حرام ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ سلیم الفطرت انسان شرعاً و عادتاً ایسی مکروہ چیزوں سے دائمی طور پر بیزار ومتنفر رہتا ہے۔ لہٰذا مکروہات سے ہنگامی اور دائمی تنفر و بیزاری اس اعتبار سے نہیں کہ وہ حرام ہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ طبعی و عادی طور پر غیر مانوس ہیں لہٰذا کسی مکروہ کو از خود حرام کہنا کسی وجہ سے درست نہیں...... خلاصہ یہ کہ کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی طرف سے حلال وحرام جائز و ناجائز فرض و واجب وغیرہ کہتا رہے کہ یہ صریح طور پر افراط وتفریط ہوگی جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔

اوامر شرعیہ: وہ جملہ معمولات ومشروعات جن کے کرنے کا حکم ہے خواہ از قبیلہ وجوب

ہوں یا غیر یہ سب کے سب شریعت کے زیر حکم ہیں کسی کے کرنے کا از خود کوئی مجاز نہیں۔

نواہی شرعیہ: وہ جملہ ممنوعات جن سے زندگی میں علیحدگی اختیار کی جاتی ہے اوامر کی طرح یہ بھی بحکم شریعت مطہرہ ہیں...... خلاصہ یہ کہ انسان کا کرنا نہ کرنا دونوں شعری حکم ہیں اپنی طرف سے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دینا شارع کے علاوہ اور کسی کو جائز نہیں۔

بدعت: شریعت میں بدعت سنت کے مقابل ہے اور اس کا معنی یہ نہیں کہ ہر نئی ایجاد بدعت وضلالت ہے بلکہ بدعت کا مفہوم شعری نقطہ نظر سے یہ ہے کہ وہ ادلہ شرعیہ کے مخالف ہو جیسا کہ سیرت حلبی وغیرہ میں اشام شافعی سے منقول ہے کہ بدعت ضلالت یہ ہے کہ کتاب سنت اجماع اثر کے برخلاف کسی امر کو جاری کیا جائے تو ثابت ہوا کہ ہر اچھی چیز جو مخالف نہ ہو اس کی ایجاد بدعت وضلالت نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر نو ایجاد کو بدعت وضلالت کہنا درست نہیں بلکہ وہ جو ادلہ شریعت کے مخالف ہو۔ لہٰذا امت میں جو امور مستحسنہ جاری ہوئے یا ہوں گے ان کو بلا دلیل بدعت وضلالت کہنا جائز نہ ہوگا۔

شرک: لغت میں شرک یہ ہے کہ کسی کام میں دوسرے کو شریک کر لینا اور شریعت میں شرک یہ ہے کہ کسی ممتنع لذاتہ شی کے جواز کا اعتقاد کر لینا کیونکہ شرک توحید کا مقابل ہے اور مسئلہ توحید واجب عقلی ہے یعنی توحید ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کو واجب بالذات تسلیم کیا جائے تو شرک لامحالہ یہی ہوا کہ وجوب ذاتی کے مقابل امر کے جواز کا اعتقاد رکھا جائے اور وہ ممتنع لذاتہ ہے جیسے مقابل کی الوہیت اور اس کے وجوب ذاتی اور غنا ذاتی جو کہ ممتنع لذاتہ امور ہیں کا اعتقاد کیا جائے تو شرک حقیقۃً یہی ہو کہ کسی غیر اللہ کے لیے الوہیت وجوب ذاتی غنا ذاتی وغیرہ امور ثابت کیے جائیں اور جو چیز اس قسم کی حیثیت نہ رکھتی ہو اس کا اثبات ہرگز شرک نہ ہوگا جیسا کہ آج شرک کا اطلاق عموماً بلاوجہ صحیح زبان زد عوام ہے یا یوں کہیے کہ شرک حقیقۃً یہ ہے کہ اللہ

تعالی کی الوہیت و وجوب ذاتی اور اسکی صفات ذاتیہ میں غیر کو شریک کیا جائے یعنی غیر اللہ کے لیے الوہیت اور صفات ذاتیہ ازلیہ قدیمہ کو ثابت کیا جائے یا یوں کہیئے کہ اللہ رب العزت کے علاوہ کسی اور کو مستحق عبادت قرار دیا جائے پس اگر کسی نے الوہیت اور استحقاق عبادت میں کسی غیر کو شریک نہیں کیا تو وہ شرک نہیں لہٰذا اسباب کی طرف نسبت افعال بحیثیت اسباب شرک نہ ہوگا۔ اس کو شرک کہنا اور ایسا کرنے والے کو مشرک کہنا شریعت پر بہتان عظیم ہے نیز امور مروجہ ختم درود میلاد وغیرہ شرک نہیں کہ حقیقت شرک ان میں ناپید ہے۔

کفر بطریق سد باب: بعض وقت بنا بر مصلحت یا سد باب کیطور پر ایک شے کے اتکارب سے روکا جاتا ہے جیسا کہ بدکاری کی روک تھام یک لیے بدکاری کے اسباب و وسائل کو شرعاً حرام کر دیا گیا ہے لیکن اگر کسی نے ایسے بعض وسائل کو کر لیا تو یہ فعل حرام ہوگا لیکن کرنیوالا کافر نہ ہوگا ورنہ دین میں افراط و تفریط اور غلو متصور ہوگا جو کہ شرعاً ممنوع ہے اور خارجیوں کی صریح علامت ہے۔

عقیدہ: شریعت میں عقیدہ کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ دلیل قطعی ہو ظنی دلیل سے عقیدہ ثابت نہ ہوگا بلکہ ظن وگمان۔

ثبوت مسئلہ: مسئلہ اگر ظنیہ ہو تو دلیل ظنی سے ثابت ہو جائے گا اور مسئلہ اگر قطعیہ ہے جیسا کہ عقیدہ تو ثبوت کے لیے دلیل قطعی ہونا لازمی اور ضروری ہے یہ ظنی دلیل سے ثابت نہ ہوگا۔

مسئلہ کا انکار: مسئلہ اگر قطعیہ ہے تو اس کا انکار موجب کفر ہے اور اگر ظنیہ ہے تو انکار سے کفر لازم نہ ہوگا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسئلہ ظنیہ کا انکار کر دیا جائے بلکہ دلائل ظنیہ سے جو مسائل ثابت ہوں گے ان پر عمل درآمد لازمی اور ضروری ہوگا جیسا کہ مسائل اجتہادیہ ہیں۔

ایمان: ضروریات دین کی تصدیق کا نام ایمان ہے اور ضروریات دین ان متواترات شرعیہ

کا نام ہے جن کے حصول علم میں عوام وخواص سب برابر ہوں اور اس کثرت سے ان کی تبلیغ کی گئی ہو کہ گویا وہ بدیہی امور ہیں جیسے توحید ورسالت حدوث عالم حشر ونشر صوم وصلوٰۃ وغیرہ ایسے جملہ ضروریات کی تصدیق کا نام ایمان ہے گویا یہ تحقیق ایمان کے دفعات ہیں کہ سب کو تسلیم کرنا ایمان ہے اگر ایک کا بھی انکار کیا تو ایمان ختم ہوگیا۔

کفر: مذکورہ بالا ضروریات سے سب کا یا بعض کا انکار کرنا کفر ہے نیز احکام شرعیہ کی تحقیر اور حدود اسلامیہ کا استخفاف اور اسلامی متعلقات کا مذاق واستہزاء بھی موجب کفر ہے لہٰذا امور مستحسنہ مباحہ مروجہ میلاد وغیرہ کفر نہیں۔ کیونکہ ان میں یہ انکار وغیرہ کچھ نہیں۔

ارتداد: اسلام کو چھوڑ کر بلا جبر واکراہ بقائمی ہوش وحواس عمداً وارادۃً کسی اور دین کو اختیار کرنا شرعاً ارتداد ہے۔ ایمان کفر ارتداد کی یہ حقیقت ہے اور کسی کو کافر مومن مرتد کہنے کا یہ شرعی ضابطہ ہے جس کی روشنی میں کسی کو مومن وغیرہ کہا جا سکتا ہے۔ خواہ وہ امیر ہو یا غریب، سفید ہو یا کالا حسین ہو یا حقیر حاکم ہو یا محکوم کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب چاہے جس کو چاہے مومن وکافر مرتد کہتا پھرے اور اپنی دھونس جگاتا رہا۔

بہر صورت یہ چند شرعی مصطلحات ہیں اگر ان کو پیش نظر رکھا جائے اور مسائل مختلفہ کا دیانت دارانہ انداز سے مطالعہ کیا جائے تو ممکن ہے کہ بڑھتے ہوئے ملی اور ملکی تشتت وافتراق میں افراط وتفریط کی کمی محسوس ہونے لگے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ٥
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلّی عَلٰی رُسُلِہِ الکریم

مقدمہ

ایجاد کائنات عالم کا مقصد

ناظرین باتمکین! دنیائے کائنات کے کسی حصہ پر نظر ڈالئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کو جس ہیئت وشکل پر قدرت نے پیدا کیا ہے اس سے بڑھ کر اس کے لیے اور کوئی موزوں صورت نہیں ہوسکتی۔ آسمانوں کو ملاحظہ فرمایئے تو ان کی وسعت و رفعت اور ان میں چھوٹے بڑے ستاروں کا خاص انداز پر متحرک ومستقر ہونا اور ان سے مفید تاثرات کا نمودار ہونا زمین ملاحظہ فرمایئے تو اس کی خشکی اور تری نشیب وفراز آبادی و ویرانی اس میں شجر وحجر کی کیفیت و کمیت نباتات کا جاذب نظر ہونا مناسب اختلاف انسانی وحیوانی فطرتی ترتیب معہ امتیاز شرافت وغیرہ بہر صورت ہر چیز کا نفس الامری اور فطرتی انداز پر موجود ہونا زبان حال سے اپنے خالق و مالک کی دعوت دیتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ الایۃ ''ہر چیز اپنے رب کی صفت وثنا کرتی ہے تو ثابت ہوا کہ ہر چیز پر فطرتی طور پر ضرورت اور لازم ہے کہ وہ اپنے خالق و مربی کی یاد میں رہے اور اس کی عبادت کرے۔ بالخصوص حضرت انسان کہ اس کو کائنات پر شرافت بخشی ہے اس پر اور ضروری کہ یہ اپنے مولی کریم کی عبادت میں پورے خلوص سے منہمک رہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ۔ ''ہم نے انسانوں اور حیوانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ ہماری عبات کریں اور شکریہ بجالائیں۔''

انسان کی بنیادی کمزوری

اس میں شبہ نہیں کہ خلقت انسان کی وجہ وجیہہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا یہی ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی عبادت کرے اور اس کے نامتناہی احسانات کا شکریہ ادا کرتا رہے مگر حقیقی طور پر وہ اس سے قاصر ہے کیونکہ اس کے انعامات غیر محدود ہیں اور انسان ہر طرح سے محدود جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ۔ ترجمہ ''انسان فطرتی وطبعی طور پر کمزور واقع ہوا ہے۔'' تو پھر مکمل طور پر یہ کیسے شکریہ ادا کرسکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں فرمایا اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا ترجمہ ''یعنی تم اس کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔'' تو پھر ہر نعمت کا شکریہ کیسے ادا ہوسکتا ہے اور اسی بنا پر حضور سرور کائنات فخر موجودات افصح العرب والعجم نے فرمایا **اللّٰھم اِنی لا اُحصی ثناءَ عَلَیک انت کما اثنیت علی نفسک** ترجمہ (اے اللہ میں تیری مکمل اور انتہائی صفت وثناء نہیں کرسکتا) ثابت ہوا کہ انسان یا کوئی اور جبلی وفطرتی طور پر کمزور ہے کما حقہ اپنے مالک وخالق کی عبادت اور شکریہ ادا نہیں کرسکتا۔

انسانی افراط وتفریط

اللہ رب العزت نے مخلوقات کو پیدا فرما کر ان کے مقصد حیات کو واضح فرمایا اور عبادت کے طریقوں کی تشریح کی عبادت پر خوشخبری اور معقول قسم کی ترغیبیں سنائیں اور نافرمانی پر عذاب کی دھمکی اور متعدد وعیدیں بتا کر جادہ اعتدال پر لانے کی فضا پیدا کی اور ہر حکم کی حد بندی فرما کر مخالفت کرنے والے پر حدود سزائیں مقرر فرمائیں جس کی وجہ سے پوری پابندی کرنے کا بعض کو مناسب موقع میسر آ گیا تو انہوں نے اپنے مولیٰ کریم کو راضی کر لیا مگر پھر بھی انسان چونکہ طبعی طور پر کمزور واقع ہوا ہے اس سے حدود مقررہ ومتعینہ میں افراط وتفریط اور احکام خداوندی میں کمی وبیشی عین ممکن بلکہ واقعہ ہوسکتی ہے۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ شریعت

مطرہ میں بعض افراد کو مخالفت کی بنا پر سزائیں دی گئیں اور دی جاتی ہیں تا کہ امن امہ میں خلل نہ پڑے اور ہر شخص فرحت و سرور کی زندگی بسر کر سکے اور حضور و خلوص کے ساتھ اپنے مالک و مربی کے ساتھ رابطہ قائم رکھے۔

شریعت میں گناہ کی معافی

شریعت مطہرہ میں اگر کوئی شخص کفروشرک کو اختیار کرے اور اسی پر معاذ اللہ مر جائے تو اس کی معافی ہرگز نہ ہوگی اور یہ ابدی طور پر جہنم میں رہے گا کیونکہ کفروشرک کا دائمی ارادہ واعتقاد وہ انتہائی جرم ہے کہ جس کی سزا بھی دائمی اور ابدی ہونا ضروری ہے اور کفروشرک کے علاوہ ہر گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ توبہ بلا توبہ معافی کے قابل اور سزاوار ہے اور اس کو زور دیا بدیر بالواسطہ یا بلاواسطہ عذاب سے الگ کیا جاسکتا ہے۔ شریعت میں ایسی معافی کے بیشمار واقعات موجود ہیں نیز اخلاقی طور پر بھی معاف کر دینے میں حرج نہیں ہے بلکہ اس کو عرف عام میں ایک قابل تعریف اور جودو کرم تصور کیا جاتا ہے۔ عموماً ڈانٹ وڈپٹ زجروتوبیخ کے طور پر جو سزائیں سنائی جاتی ہیں تدریجی یا فوری طور پر معمولی سرزنش کے بعد معاف کر دی جاتی ہیں اور یوں بھی ہوتا ہے کہ کبھی کسی ذوجاہت یا عزت یا تعلق محبت وغیرہ کے کہنے اور سفارش کرنے سے بھی معافی دیدی جاتی ہے اور اس پر کبھی کسی کو کسی طرح کا ملال اور قلق و اضطراب نہیں ہوتا۔ بہر نہج شرعی اور اخلاقی طور پر کسی جرم کو معاف کر دینے میں قطعاً کوئی حرج نہیں۔

دربار الٰہی میں انسان کی عزت

بلا ریب ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور وہ سب کا خالق و مالک ہے اور رازق اس کی سب کی طرف نظر عنایت ہے وہ سب کے حال وقال سے واقف ہے ہر چیز کو جس کیفیت اور حالت پر رکھا ہے وہ انتہائی طور پر اس کے موافق ہے ہر پر مہربان ہے پھر بھی اس نے بعض افراد کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ دیکھئے انسان کو اشرف المخلوقات بنا دیا اور مومن کو کافر پر رتبہ دیا اور رسولوں کو علی نبینا وعلیہم السلام غیر نبیوں پر بے پناہ کرامت بخشی اور رسولوں سے بھی بعض

کو افضل بنایا ایسے ہی غیر نبیوں سے اولیاء کرام اور صوفیائے عظام کہ ان میں باہمی اکثر و بیشتر تفاوت ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بعض کو وجیہہ فرمایا بعض کو صالح بعض کو کلمہ بعض سے کلام بلاواسطہ اور بعض سے بالواسطہ خصوصاً خواجہ دوسرا محمد مصطفیٰ ﷺ سید الاولین والآخرین مبدۂ نبوت ختم نبوۃ مفتح ثوبت مقطع حدوث نائب اکبر خلیفہ اعظم صاحب لولاک شافع محشر ساقیٔ کوثر کو وہ فضائل وفواضل عطا فرمائے کہ کسی کے لیے امکان نہیں ایسے ہی ہزاروں چیزیں ہیں جن کی دربار الٰہی میں انتہائی عزت ہے متعدد شعائر ہیں جو کہ بارگاہ صمدیت میں منظور ہیں بے تعداد امور واقوال وافعال ایسے ہیں جو کہ دربار احدیت میں معزز و موقر ہیں۔ الغرض بے انداز ایسی چیزیں ہیں جو کہ رب العزت کی مقبول ہیں کہ ان کو شرف قبولیت سے سرفراز کیا جائے گا۔

اُمّت کا تقاضا

ناظرین کرام! وقت کا تقاضا یہی تھا کہ امت سرکار ابد قرار ﷺ ملک کے طول و عرض میں بفحوائے وکنتم خیر امۃ اپنے قابل تقلید اصول وضوابط کی وجہ سے ہر طرح پر بلند اور بالا رہتی کتاب وسنت کی روشنی میں اپنے ارتقائی منازل طے کرتی باہمی اتفاق واتحاد کو اپنا معیاری نقطہ تصور کرتی اخلاق حسنہ امانت و دیانت زہد وتقوی سیادت وسخاوت شجاعت وجسارت وغیرہ میں نمونہ ہوتی اقوال واعمال میں مجسمہ عدل وانصاف ہوتی اور ہر قسم کے افراط وتفریط سے الگ رہتی۔ قرآن وسنت کے محاسن بیان کرتی اسلامیات کو مثالی ظاہر کرتی توحید و رسالت کو معیار نجات بتاتی۔ سلف صالحین و بزرگان دین کے لائحہ عمل کو سراہتی۔ ان کے فہم و فراست کو قابل تعریف بتا کر ان کی خدمات کی تقلید و پیروی ضروری قرار دیتی۔ ان سے علیحدگی وتنہائی کو قابل نفرت ومذمت قرار دیتی بلکہ موجب سزا بتاتی مگر افسوس کہ آج یہی امت نفسیاتی تصورات کا شکار ہوگئی جادہ اعتدال سے بیگانہ ہوگئی اس کا زاویہ عمل اور لائحہ حیات قابل تعریف نہ رہا دوسروں کے اختلافات مٹانے کی بجائے خود اختلافات کا شکار ہوگئی۔ باہمی کاوشوں کو

نظریہ حیات بنا کر اپنے وجود کو خطرہ میں ڈال چکی کتاب وسنت کے مقابلہ میں مادی وسائل کو اپنانا اہم فریضہ سمجھ چکی ملکی اختلافات ومناقشات کے علاوہ ملی تنازعات میں الجھ گئی اغیار پر سبقت حاصل کرنے کی بجائے اپنے وقار بلکہ اپنی ہستی کو ٹھیس لگا چکی۔ فضول بحثوں اور لفظی جھگڑوں کو موقف کمال یقین کر چکی یقینیات کو تخیلات اور مباحات کو درجہ ثبات دوجوب تک پہنچا چکی محض جواز واستحسان کو کفرواسلام کا معیار بنا چکی۔ کہیں بشریت اور نور کا جھگڑا اور کہیں مساوات اور افضلیت کا کہیں ایصال ثواب اور فاتحہ ودرود محل بحث بنا ہوا ہے اور کہیں صلاۃ و سلام کہیں علم غیب واختیارات میں گفتگو ہو رہی ہے اور کہیں جبر وقدر میں کہیں شفاعت وامداد کا مسئلہ موضوع بحث بنا ہوا ہے اور کہیں ندا ودعا کا۔ کہیں اسلام کو نجات کے لیے معیاری حیثیت دی جا رہی ہے اور کہیں سوشلزم وغیرہ کو کہیں مخلوقات کو قدرت الٰہیہ کا تاثر ظاہر کیا جا رہا ہے کہیں بخت واتفاق وغیرہ کو...... مختصر یہ کہ ہچوں قسم کمی وبیشی سے صحیح معیار زندگی ختم ہو گیا اور مطلق العنان ہو کر قعد مذلت میں گر گئی۔ اللہ کرے کہ اس کو کتاب وسنت پر عمل کرنے کی توفیق ہو اور اپنے اسلاف کی زندگی کو پیش نظر رکھے تاکہ دین ودنیا میں کامیابی وکامرانی ہو اور دربار الٰہی میں سرخروشی کامل نصیب ہو آمین ثم آمین۔

اختلاف کی بنیاد وابتداء

ناظرین حضرات! یوں تو اختلاف امت کا سلسلہ قرون اولیٰ اور متقدمین میں سے چلا آ رہا ہے لیکن ہم صرف اور صرف وہ اختلاف بیان کرنا چاہتے ہیں جو کہ پاکستان وہندوستان کے علماء احناف میں پایا جاتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں جیسا کہ تاریخ اس پر شاہد عدل ہے کہ اکابر علماء پنجاب کے ہوں یا سرحد کے دہلی کے ہوں یا غیر تیرہویں صدی کے آخر تک ان میں کوئی ایسا اختلاف جو کہ باہمی نفرت وکدورت تک نوبت پہنچائے ہرگز نہ تھا۔ ان دنوں مقتدائے عصر پیشوائے علم وعمل حضرت حاجی امداد اللہ صاحب محدث مرجع عوام وخواص تھے۔ شریعت وطریقت کے مثالی امام تھے اور علمائے ہند مثلاً مولوی محمد حسین صاحب الہ آبادی،

مولوی احمد حسین صاحب کانپوری، مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھی، مولی عبدالسمیع صاحب رامپوری، مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ کے پیرومرشد تھے کہ نجد سے محمد ابن عبدالوہاب کی کتاب کتاب التوحید ہندوستان پہنچی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اس خاص مشن پر تقویت الایمان لکھ کر چھاپی جو کہ درحقیقت کتاب التوحید کا ترجمہ ہی ہے۔ مندرجہ با علماء حضرات پہلے سب کے سب مسائل فاتحہ ومیلاد وغیرہ میں نہ صرف یہ کہ متفق ومتحد تھے بلکہ مولی اشرف علی تھانوی تو اپنے قیام جامع العلوم کانپور میں خود قیام ومیلاد کرتے اور منکر کے خلاف شرعی فتاویٰ شائع فرماتے۔ کتاب تحقیق الحق ص ۲۶ میں میلاد رسول کو جنم کنہیا کہنے والے کے پیچھے نماز نادرست لکھی ہے اور دیگر تصانیف قدیمہ وجدیدہ میں علماء دیوبند نے جائز لکھا ہے۔ دیکھو التصدیقات وغیرہ اور صراط مستقیم مطبوعہ ضیائی برقی پریس میں خود مولوی اسماعیل دھلوی نے پہلے عرس فاتحہ گیارہویں وغیرہ کو جائز لکھا ہے۔ ص ۶۲ تا ۱۲۲ تک ملاحظہ فرمایئے لیکن برطانوی سیاست اور نفسیاتی کمزوریاں اور فرائض اور ذمہ داریوں میں احساس کی کمی اور بیشتر مولوی اسمٰعیل کی کتاب تقویت الایمان اس نفاق وشقاق واختلاف کا موجب اور سبب بنی اور تاثرات یوں بڑھے کہ حاجی امداد اللہ صاحب کے شاگردوں اور مریدوں کے دوگروہ ہوگئے۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی ایک طرف منکر میلاد و فاتحہ وغیرہ۔ اور مولوی لطف اللہ، مولوی محمد حسین، مولوی احمد حسین، مولوی عبدالسمیع صاحب قائل میلاد فاتحہ درود وغیرہ جیسا کہ اورا کابر علماء مثلاً مولانا عبدالرحیم صاحب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب، مولانا شاہ رفیع الدین صاحب وغیرہ محدثین میلاد فاتحہ درود وغیرہ کے قائل تھے۔

اور یہ ظاہر کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے شاگردوں اور مریدوں میں یہ اختلاف حاجی صاحب کے لیے سخت قلق و اضطراب کا موجب تھا جس کی وجہ سے حاجی صاحب نے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ تحریر فرمایا تاکہ یہ باہمی اختلاف ونزاع دور ہوجائے۔ یہ

رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کو جمہور اہل اسلام اور علماء حق نے بکمال محبت قبول کیا اور اس پر عملدرآمد کرنا رفع اختلاف کا موجب سمجھا مگر فضلاء علماء دیوبند نے اس کو رد کر دیا اور یہ کہہ کر کہ ہم نے حاجی صاحب کی بیعت طریقت میں کی ہے شریعت میں نہیں کہ ماننے سے انکار کر دیا حالانکہ شریعت اور طریقت میں درحقیقت کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ مشہور و معروف ہے، کہ قولِ رسول شریعت اور فعل رسول طریقت اور حال رسول حقیقت اور سر رسول معرفت ہے ﷺ تو یہ چاروں اسوہ حسنہ رسول مقبول ﷺ سے عبارت ہوئے تو پھر ایک کا اقرار اور دوسرے کا انکار بے معنی بات ہے اور اس کے مصداق میں مباینت و جدائی کہ اجتماع باہمی نہ ہوسکے کسی طرح بھی درست نہیں۔ بہرصورت اس ردّ وکد کا نتیجہ یہ نکلا کہ میلاد فاتحہ درود وغیرہ کے جواز و استحسان پر مولی عبد السمیع نے انوار ساطعہ کتاب لکھی جس کو محققین اسلام نے قبول کیا۔ آپ حاجی صاحب کے الفاظ میں اس کتاب کا تعارف خیال فرمایئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ آتش فتنہ انوار ساطعہ کی تردید سے مشتعل ہوئی کہ تمام عالم اس کی حمایت میں کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے اس کو کچھ ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ تمام ممالک کے علماء حقانی نے ساری کتاب کو تہہ دل سے پسند فرما کر اس پر اتفاق کیا۔ پھر فرماتے ہیں کہ تمام علمائے حرمین شریفین و بلاد اسلام اس کے مسائل میں متفق ہیں اور خود کتاب کو پسند بھی کرتے ہیں...... پھر فرماتے ہیں انوار ساطعہ از اول تا آخر شنیدم و بغور نظر کردم ہمہ تحقیق را موافق مذہب و مشرب خود و بزرگان خود یافتم (ترجمہ) میں نے کتاب انوار ساطعہ اول تا آخر سنی اور بغور ملاحظہ کیا اس کی تمام تحقیق کو اپنے اور اپنے بزرگوں کے مذہب و مشرب کے عین مطابق پایا (انوار ساطعہ) دیکھئے کس قدر وضاحت و حقیقت ہے کہ انوار ساطعہ کے جملہ مسائل میلاد درود فاتحہ وغیرہ آپ کے اور آپ کے بزرگوں کے عین موافق ہیں اور ان کی صحت پر علماء حرمین شریفین اور دیگر علماء اسلام کا پورا پورا اتفاق ہے اور علماء اسلام نے کتاب اور اس کے مسائل کو دل سے قبول کیا ہے...... تو جب یہ مسائل اتفاق ہوئے تو ان کی تردید اور ان کو خلاف شرع کہنا اور نازیبا الفاظ استعمال کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ اس کی اکثریت اور سواد اعظم و جمہوریت اہل اسلام کے ساتھ انتہائی

ضرورت ہے کہ بجائے شقاق وخلاف مکمل اتفاق کیا جائے مگر ہوا کیا کہ علماء دیوبند کی تائید سے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی نے میلاد فاتحہ درود وغیرہ کے رد میں ایک کتاب براہین قاطعہ دررد مولود فاتحہ لکھ دی جس میں نازیبا الفاظ استعمال کیے گئے جس سے آپس میں اختلاف بڑھ گیا اور عرب وعجم بلکہ دنیا بھر کے علماء بگڑ گئے حتی کہ کفر کے فتوے بھی صادر ہو گئے ہم اس سلسلہ میں حاجی امداد اللہ صاحب نے جو مولانا محمد عبد السمیع مصنف انوار ساطعہ اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام خطوط لکھے ہیں مناسب سمجھتے ہیں کہ نقل کریں تاکہ مسئلہ زیر بحث میں زیادتی اطمینان کا باعث ہوسکیں۔

حضرت مولانا مولوی حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی دیوبندی علماء کے پیرومرشد کا خط حضرت مولانا محمد عبد السمیع کے نام حسب ذیل ہے۔

''انوار ساطعہ کے اکثر مسائل میں فقیر دل سے متفق ہوا تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت التجا اور دعا کی کہ اللہ میں ان مسائل میں صراط مستقیم پر ہوں اور حق بجانب ہوں تو اس کتاب کو مقبول علماء دیار وامصار اہل اسلام کر چنانچہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمایا ہے کہ تمام علماء حرمین شریفین و بلاد اسلام اس کے مسائل میں متفق ہیں اور خود کتاب کو پسند کرتے ہیں۔''

اور وہ خط جو حاجی صاحب موصوف نے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو لکھا ہے وہ بھی حسب ذیل ہے۔ فرمایا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! تمام بلاد ممالک ہند مثلاً بنگال، بہار، مدراس، دکن، گجرات، بمبئی، پنجاب، راجپوتانہ، رام پور، بہاولپور وغیرہ سے متواتر اخبار حیرت انگیز وحسرت خیز اس قدر آئی ہیں کہ جن کو سنکر فقیر کی طبیعت نہایت ملول ہوئی ہے۔ اس کی علت یہی براہین قاطعہ اور دیگر ایسی تحریریں ہیں یہ آتش فتنہ انوار ساطعہ کی تردید سے مشتعل ہوئی کہ تمام عالم اسلام اس کی حمایت میں کھڑا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کچھ ایسی مقبولیت عطا فرمائی ہے کہ تمام ممالک کے علماء حقانی نے ساری کتاب کو تہ دل سے پسند فرما کر اس پر اتفاق کیا ہے۔

ناظرین کرام! ان ہر دو خطوں سے حسب ذیل امور نکالے جاسکتے ہیں (۱) انوار ساطعہ ایسے خلوص قلب اور نیک نیتی سے لکھی گئی ہے کہ دربار الٰہی میں اس کو شرف قبولیت عطا ہوا۔ (۲) علماء حرمین شریفین اور تمام ممالک عرب وعجم کے علماء حقانی سب نے کتاب کو پسند کیا۔ (۳) اس کے درست وصحیح وقابل عمل ہونے پر اتفاق کیا۔ (۴) اس کے جملہ مسائل صراط مستقیم کا مصداق ہیں۔ (۵) براہین قاطعہ نیک نیتی سے نہیں لکھی گئی۔ (۶) اس کو قبولیت عامہ کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ (۷) علماء حرمین اور علماء حقانی اہل اسلام نے اس کو پسند نہیں فرمایا اور نہ ہی اس پر اتفاق کیا ہے۔ (۸) مولف براہین اور اس کے معاونین نے انے پیرومرشد کو راضی نہیں کیا۔ (۹) اس کے مسائل تسلی بخش نہیں ہیں۔

کتاب انوار ساطعہ میں کیا ہے

انوار ساطعہ میں یہی اختلافی مسائل کا ذکر ہے یعنی عید میلاد، ختم و درود، گیارہویں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرامؒ کے حیات وممات قبر وقیامت میں اشغال و تصرفات اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ انوار ساطعہ کے جملہ مسائل صراط مستقیم صحیح اہل حرمین شریفین اور بلاد اسلامیہ کے علما وحقانی کے پسندیدہ اور اتفاقی ومعمول بہا ہیں تو روز روشن سے زیادہ واضح ہوگیا کہ سفارش اور شفاعت اور استعانت بالغیر اور جسمانی وروحانی تصرفات ملت اسلامیہ اور جمہور اسلام کا صحیح مسلک ہے اور اس پر عمل درآمد عین نظریہ اسلام ہے ہذا ہوالحق و الصواب۔

کتاب تقویت الایمان ہند میں

ناظرین کرام! محمد ابن عبدالوہاب خارجی نے سرزمین نجد میں مسلمانوں کو کافر و مشرک کہہ کر ان کے مال و جان کو مباح کر دیا اور توحید کی آڑ میں شان رسالت اور نبوت و ولایت میں دل کھول کر موشگافیں کیں اور اپنے عقائد و مال کی ترویج کے لیے کتاب التوحید

تصنیف کی جس پر اس زمانہ کے علماء اہلسنّت نے سخت مواخذہ کیا اور اس کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے انتہائی کوشش کی حتی کہ محمد بن عبدالوہاب کے حقیقی بھائی سلیمان بن عبدالوہاب نے اپنے بھائی پر سخت رد کیا اور اس کی تردید میں ایک شاندار تصنیف کی جس کا نام الصواعق الالٰہیہ فی الردعلی الوہابیہ' ہے اور اس میں پوری طرح وہابیت کے خط و خال کو بے نقاب کرتے ہوئے مسلک اہلسنّت والجماعت کی زبردست تائید وحمایت کی۔

علامہ شامی حنفی، امام احمد صاوی مالکی وغیرہ ہما جلیل القدر علماء امت نے محمد بن عبد الوہاب نجدی کو باغی اور خارجی قرار دیا اور اہل اسلام کو اس فتنہ سے بچانے کے لیے سر توڑ کوشش کی۔ ملاحظہ فرمایئے شامی جلد۳ باب البغاۃ ص۳۳۹ اور تفسیر صادی جلد۳ ص۲۵۵ مطبوعہ مصر۔ پھر اس کتاب التوحید کا خلاصہ تقویت الایمان کی صورت میں سرزمین ہند میں مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے پیشوا محمد ابن عبدالوھاب کی حصول خوشنودی کے لیے بڑی آب و تاب سے شائع کیا جس کی توثیق و تائید علماء دیوبند نے کی جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ جلدا ص۲۰ پر مرقوم ہے۔ پھر جس طرح محمد ابن عبدالوہاب کے خلاف اس وقت کے علماء وفقہا اہلسنّت والجماعت نے آواز بلند کی اور اس کا رد بلیغ کیا۔ اسی طرح مولوی اسماعیل دہلوی مصنف تقویت الایمان کے خلاف بھی اس وقت کے علما محققین نے انتہائی رد کیا اور تقویت الایمان کے رد میں متعدد کتابیں لکھیں۔ تقریریں کیں اور مسلمانوں کو اس فتنہ تقویت سے بچانے کی سر توڑ سعی کی۔ چنانچہ مولانا فضل امام، حضرت شاہ احمد سعید دہلوی شاگرد رشید مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ، مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا عنایت احمد کاکوروی، مصنف علم الصیغہ مولانا شاہ رؤف احمد نقشبندی، مجددی تلمیذ رشید، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ وغیرہم نے مولوی اسمٰعیل اور مسائل تقویت الایمان کا مختلف انداز پر اور متعدد طریقوں سے رد بلیغ کیا۔ اس کے حسن و قبح کو واشگاف کیا اہل اسلام کے ایمان کو بچانے کی صحیح نمائندگی کی۔ مثلاً شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ مترجم قرآن نے اپنے فتاوی میں بھی کتاب التوحید اور اس کے مسائل کے خلاف واضح مسائل بیان فرمائے اور شدید

احتجاج کیا مگر علماء دیوبند اور مفتیان دیوبند نہ صرف یہ کہ تقویت الایمان اور اس کے مؤلف اسماعیل دہلوی کی تصدیق و توثیق پر اکتفا کی بلکہ خود محمد ابن عبدالوہاب کی زبردست تائید و حمایت کی جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اص ۱۱۱ مصنفہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی پر مذکور مسطور ہے اور اس کے قول و فعل کو سراہا اس پر اس کو مبارک باد پیش کی اور اس کے حجاز مقدس میں گھناؤنے کردار کو نیک فال کہا اور ہر قسم کے مشورے دیتے ہوئے مراعاۃ نجدیہ سے بہرہ ور ہونے کی التجائیں کیں جو منظور ہوئیں اور تقویت الایمان کی نشر و اشاعت سے مسلمانوں پر ہمیشہ کے لیے فتنہ کا دروازہ کھول دیا اور اس میں مذکورہ عقائد و اعمال کی تشہیر کے لیے پاک و ہند میں متعدد مراکز قائم کر دیے جو ان کی ترویج و توسیع میں شب و روز مصروف عمل ہیں۔ مولانا احمد علی صاحب وغیرہ لاہور میں، مولوی حسین علی واں بھچراں ضلع میانوالی میں اور مولوی سرفراز گکھڑ ضلع گوجرانوالہ میں وغیرہم۔ لیکن اطراف و اکناف عالم کے احناف اور اہلسنّت والجماعت چونکہ محمد بن عبدالوہاب کے خارجی اور باغی سرکش بے لگام متعصب حریص ہونے پر متفق اور متحد تھے اس وجہ سے فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ کی وہ عبارتیں جن میں محمد بن عبدالوہاب کی توثیق اور حمایت کی گئی تھی چونکہ علماء دیوبند کے انداز مسئلہ کو علماء اہلسنّت کی نظروں میں مشکوک قرار دیتے ہیں اور علماء اہلسنّت والجماعت ان کو پڑھ کر یہ امر سمجھنے پر مجبور ہو گئے کہ علماء دیوبند اور محمد بن عبدالوہاب اور اس کے پیروکاروں کا مذہب و مسلک نظر و فکر ایک سا ہے بلکہ متحد ہے تو بنا بر مصلحت اور حفظ ما تقدم کے طور پر علماء متاخرین دیوبند نے اپنے کو چھپا کر محمد بن عبدالوہاب سے اپنی لاتعلقی کا اظہار کرنا شروع کر دیا اور اس کو برا بھلا بھی کہہ دیا حتیٰ کہ اس کو خارجی اور باغی بھی کہہ دیا ملاحظہ ہو المہند ص ۱۴ و ص ۱۹۔۲۰ یعنی محمد بن عبدالوہاب درحقیقت تو وہ بہت اچھا ہے اس کے پیروکار بہتر ہیں ان کے عقائد عمدہ ہیں (فتاوی رشیدیہ) مگر حیلہ سازی سے اپنا مذہب چھپا کر یہ کہتے ہیں کہ ہم محمد بن عبدالوہاب کو خارجی اور باغی سمجھتے ہیں بہر صورت متاخرین علماء دیوبند نے مولوی اسماعیل دہلوی کی تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت میں پوری پوری نیابت اور خلافت کی اور شب و روز ایک کر کے اس کا حق ادا کر دیا اور اس سلسلہ

میں دوطریق اختیار کیے۔ ایک یہ کہ جہاں زور وقوت میسر آ جائے وہاں پر ڈنکے کی چوٹ اپنے حقیقی عقاید اعمال کی نشرواشاعت کی جائے اور جہاں پر ایسا موقع میسر نہ آئے وہاں پر بنا بر مصلحت وقت مداہنت اور اخفا اور تقیہ سے کام لیا جائے گو بعض نے اس طریق کار کو پسند نہیں کیا اور اپنے عقیدہ کو ہر قیمت پر ظاہر کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ مولوی حسین علی واں بھچراں دیوبندی شاگرد رشید مولوی رشید احمد دیوبندی کہ اپنے ارادے کے پکے اور گو چھ بھی ہو لیکن اپنے نجدی عقیدہ کے اظہار میں بڑے بہادر تھے۔ یہ بات الگ ہے کہ میدان میں کامیاب ہوں یا نہ ہوں۔ چنانچہ ایک دفعہ سند الاتقیاء زبدۃ الفقہا حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ اسی مولوی حسین علی مذکور نے مناظرہ کی ٹھان لی جب گفتگو شروع ہوئی تو ایک ہی سوال کے جواب میں مبہوت ہو گیا اور جواب تو کیا بنتا بلکہ مارے ڈر کے پیشاب...... بہرنج مولوی صاحب میدانی آدمی تھے اور نڈر تھے اور یہی وجہ غالباً ہوئی کہ علماء دیوبند کے یہ زیادہ منظور نظر اور جاذب التفات نہ رہے اور ان کی جگہ مولوی سرفراز گکھڑوی پر علماء دیوبند کی نظریں جم گئیں۔ چنانچہ اب مولوی سرفراز صاحب دیوبندی مقاصد کے حامل اور نجدی مطالب کے عامل بن کر میدان تقریر وتحریر میں دندناز رہے ہیں اور اپنے اسلاف کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔

مختصر یہ کہ متاخرین علماء دیوبند نے بھی انہی عقاید وہابیہ نجدیہ کی ہر مناسب طریق پر اور ہر محل اور موقعہ کے پیش نظر نشرواشاعت کی ضمانت وکفالت لے رکھی ہے اور اصالتہ نیابتہ ظاہراً وباطناً تحریراً وتقریراً صراحتہ وکنایتہ لطافتہ کسافتہ شب وروز اسی میں مشغول اور مصروف عمل ہیں جس کے رد کے لیے علماء حقانی اہلسنّت والجماعت برسر میدان ہیں اور عقاید نجدیہ وہابیہ سے بچانے کے لیے سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ علماء بریلی اور ان کے ہمنوا مثلاً اعلیحضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام دستگیر صاحب رحمہ اللہ، مولانا غلام قادر صاحب رحمہ اللہ، حافظ پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید دیدار علی صاحب رحمہ اللہ پیر مہر علی صاحب رحمہ اللہ،

میاں شیر محمد صاحب رحمہ اللہ، مولوی حشمت علی صاحب رحمہ اللہ، مولوی حفیظ اللہ صاحب، وغیرہم رحمہم اللہ نے تقریراً وتحریراً روز روشن سے زیادہ تر واضح اور مدلل کر دیا ہے کہ اہلسنت و الجماعت کے عقاید و اعمال کتاب وسنت کی روشنی میں سب صحیح اور قابل تقلید ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ ذریعہ نجات ہیں۔

ناظرین باتمکین! آپ خوب سمجھ گئے کہ مسائل مروجہ میلاد فاتحہ وغیرہ میں اختلاف کب پیدا ہوا اور کن حضرات نے اس میں حصہ لیا اور وہ کون بزرگ ہیں جو کہ اس اختلاف کو آج تک ہوا دیتے چلے آرہے ہیں۔ ہم ناظرین پر یہ فیصلہ چھوڑتے ہیں اور بعض اور مسائل پر مثلاً مسئلہ شفاعت جو کہ موجب نزاع بنے ہوئے ہیں روشنی ڈالتے ہیں تاکہ آپ پر حقیقت واضح ہو جائے اور آپ کو یہ اندازہ لگانا آسان ہو جائے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر اور جمہور اہل اسلام کا شیرازہ منتشر کرنے والا کون ہے اور جمہور وسواد اعظم کی مخالفت اور اس میں پھوٹ ڈالنی خدمت اسلام کا کونسا حصہ ہے۔

مسئلہ شفاعت کا سبب تالیف

ناظرین کرام! آج اس دور انحطاط میں جہاں عالم اسباب وعلل میں مسلمانوں کا اکتسابی اور ارتقائی سلسلہ بالعموم غیروں کا منتظر ہے وہاں ذہنی طور پر بھی ان کو ترقی و بلندی کے تصورات و ادراکات کا طریق کار ماؤف اور پچھلی صف میں نظر آتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے کونسی بات ہے جس میں نزاع کی آمیزش نہ ہو۔ کونسا کام ہے جو کہ مجسمہ خلوص وایثار ہو مشاہدات و محسوسات تک زیر بحث بنے ہوئے ہیں۔ متواترات وقطعیات دست وگریبان کی آویزش سے نالاں ہے۔ ہر شخص بزعم خود اپنی ہی صداقت و دیانت کا الارم دے رہا ہے انتہائی بیباکی سے اپنی افتادطبع کو منوانے کی سعی بلیغ کی جارہی ہے۔ مثال کے طور پر مسئلہ شاعت ہی کو دیکھئے کہ شفاعت کی حقیقت کتاب وسنت میں بالکل واضح ہے عقلی اور نقلی طور پر اس پر کوئی اشکال لازم نہیں آتا مگر پھر بھی حقیقت شفاعت شرعی حیثیت سے محل بحث بنی ہوئی ہے کوئی

افراط میں مبتلا ہے کہ مجرم کو بذریعہ شفاعت چھڑایا جاسکتا ہے۔ جبروا کراہ وغیرہ ہر طریقہ استعمال کیا جاسکتا ہے اور کوئی تفریط کا شکار ہے کہ شفاعت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اس سے گمراہی پیدا ہوتی ہے۔ کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ کسی نبی یا ولی کو شفاعت کا کوئی حق نہیں علیہ السلام اور کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ شفاعت بطریق اذن میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ کتاب وسنت سے ثابت ہے کوئی اعتقاد وشفاعت کا کفر کہہ رہا ہے اور کوئی جواز کا معتقد ہے۔ مختصر یہ کہ مسئلہ شفاعت کو شرعی اور عقلی طور پر واضح اور مبین ہے مگر پھر بھی محل بحث اور پریشانی اور ملال کا موجب بنا ہوا ہے لہٰذا بعض احباب کے کہنے پر ان سطور میں شفاعت کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ مسلمانوں کو اس مسئلہ سے متعلق نزاع کی حقیقت معلوم ہوسکے نیز ان میں ان حضرات کی مدلل نشاندہی کی گئی ہے جو کہ اس مسئلہ شفاعت میں کسی نوعیت کا اختلاف رکھتے ہیں اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس مسئلہ شفاعت میں اہلسنّت والجماعت ہی کا مسلک رفیق صحیح اور ہر افراط وتفریط سے پاک ہے اور قابل عمل اور ذریعہ نجات۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

ضروری نوٹ

ناظرین حضرات! شفاعت کی شرعی حیثیت سے تشریح کے سلسلہ میں بعض ایسے فرقوں کا ذکر ہوگیا ہے جو کہ اس مسئلہ شفاعت کے ساتھ کسی نوعیت کا تعلق رکھتے تھے مگر یہ ذکر کسی غرض فاسد سے نہیں ہوا اور نہ ہی اس کے حسن وقبح اور اچھا و برا ہونے پر گفتگو کی گئی ہے کہ قارئین یہ خود اندازہ لگائیں گے کہ واقعیت کیا ہے۔ بلکہ ایک حقیقت اور تاریخی انکشاف ہے اور ان فرقوں کے ہاں مسلم ہے جس کو دیکھ کر طبیعت پریشان ہوجاتی ہے اور آہ نکلتی ہے کہ الٰہ العالمین یہ کیا ہوگیا ہے؟ مولیٰ کریم اہل اسلام میں اتحاد واتفاق پیدا فرما اور دشمنان اسلام سے بال بال بچا۔ آمین ثم آمین نیز نقل حوالجات وعبارات و بیانات میں حتی الوسع صحت کا خیال رکھا گیا ہے مگر پھر بھی غلطی کا احتمال موجود رہتا ہے کسی فروگذاشت پر اطلاع پانے پر اس کی اصلاح کردی جائے گی۔

شفاعت کا لغوی مفہوم

لسان العرب میں ہے: استشفت الی فلان ای سالتۂ ان یشفع لی ترجمہ اس سے میں نے کہا کہ میرے لیے وہ سفارش اور التجا کرے۔ مجمع البحار میں ہے۔ الشفاعة ھی السوال فی التجاوز مِن الذنوب والجرائم. شفاعت کا معنی یہ ہے کہ گناہوں سے تجاوز کرنا وفی الکنز مصدرشفع یشفع اذاضم وغیرہ الیه من الشفع الذی ھو ضدالوترکان الشفیع ضم سواله الی المشفوع لهٗ ترجمہ یہ شفع یشفع کا مصدر ہے اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کہ وہ غیر کو اپنے ساتھ ملالے گو شفیع نے اپنے سوال کو مشفوع کے ساتھ ملا دیا۔

شفاعت کی حقیقت شرعی طور پر

شریعت مطہرہ میں شفاعت کی حقیقت یہ ہے کہ مجرم کے ایسے جرم کو جو کہ معافی کے قابل ہو محبت کی وجہ سے یا خدائی عطا شدہ احترام و اعزاز کے باعث یا اللہ رب العزت کے اذن اور وعدہ کی بنا پر یا کسی عمل مقبول کے صدقے معاف کرنے کی یا کسی اور چیز کے حصول کے لیے التجا کی جائے اور شفاعت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ زبردستی اور کسی طرح کی دھونس دے کر مجرم کو چھڑایا جائے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اور نہ ہی شفاعت کے جواز سے یہ مقصد ہے کہ شفاعت کے سہارے پر جو چاہے کرتا پھرے بلکہ مطلوب یہ ہے کہ خاتمہ بالخیر ہونے کے بعد ممکن ہے کہ کسی طرح کی شفاعت سے مستفید ہو کر جلد از جلد رحمت الٰہی سے فیضاب ہوسکے اور بس۔ اور ظاہر ہے کہ اب شفاعت کا سہارا اس کو بے عمل ہونے کی بجائے پورا مطیع اور فرمانبردار بنائے گا کیونکہ اوّل تو خاتمہ بالخیر کا تصور اس کو غافل نہیں ہونے دے گا اور پھر خاتمہ بالخیر کے بعد سفارش میں بجز بعض مخصوص افراد کے کسی شخص کے لیے انفرادی طر پر تعیین مذکور نہیں بلکہ مجموعی طور پر ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے شفاعتی لاَھلِ الکبائرِ مِنْ اُمّتی

"میری شفاعت میری امت کے مسلمان اہل کبائر کے لئے ہے" تو اس سے کسی ایک شخص کا شفاعت پر بھروسہ کر کے غفلت شعاری کو اپنا شیوہ بنالینا ایک بے معنی بات ہے۔

شفاعت کی قسام

شفاعت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کبریٰ اور دوسری صغریٰ۔ کبریٰ یہ ہے کہ بروز قیامت مخلوق کے حساب کے لیے ہوگی اور یہ صرف حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے کہ آپ بروز قیامت حساب و کتاب شروع ہونے کے لیے اہل حشر کی خاطر دربار الٰہی میں حاضر ہو کر التجا کریں گے اور یہ شفاعت نبی وغیر نبی وغیرہ سب کے حق میں ہوگی جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو بروز محشر ایسا مقام عطاء فرمائے گا۔" جسے سب محمود کہیں گے اور جس کی تعریف کریں گے اور جملہ مفسرین بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد شفاعت کبریٰ ہے کہ خواجۂ دو عالم ﷺ اہل محشر کے حساب کے لیے سفارش کریں گے جو کہ قبول ہوگی اور حساب شروع ہو جائے گا۔

شفاعت صغریٰ یہ ہے کہ انبیاء علیٰ نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ علماء صلحا، شہداء، مشائخ قرآن مجید نماز وروزہ خانہ کعبہ رمضان ننھی اولاد موذن، امام، ناتمام بچے فقراء مساکین وغیرہ کے لیے بھی ثابت ہے اور یہ شفاعت دنیا قبر قیامت میں جائز بلکہ واقع ہے۔

شفاعت صغریٰ کے چند مراتب ہیں۔ ایک یہ کہ میدان محشر میں سے نجات دلانے کے لیے ہوگی اور یہ سب گنہگاروں کے لیے ہوگی۔ دوسری یہ کہ عذاب کم کروانے کے لیے اور یہ کفار کے حق میں بھی درست ہے مثلاً ابوطالب وغیرہ کے حق میں تیسری یہ کہ گناہ معاف کرنے اور جہنم سے نجات دلانے کے واسطے ہوگی اور یہ مومن گنہگاروں کے لیے ہوگی چوتھی یہ کہ درجات بڑھانے کے لئے اور یہ نیکوں کے لیے ہوگی۔

المعتمد المنتقد ص ۱۳۵ پر ہے: ولہ اقسام من الشفاعۃ منہا الشفاعۃ لاراحۃ

الخلائق من هول الموقف وهی ثابة باتفاق المسلمین حتی المعتزلة وهی من خصائصه صلی اللّٰہُ علیه وآله وسلم و منها ادخال الناس الجنة بغیر حساب و منها عدم دخول النار بعدالحساب و ثبوت الاستحقاق لدخول النار ومنها اخراج بعض الموحدین من النار و منها لزیادة الدرجات و منها للتجاوزعن التقصیر فی الطاعات و تخفیف العذاب لمن استحق خلودالنار فی بعض الاماکن والاوقات کا بی طالب و منها دخول اطفال المشرکین الجنة و منها لمن مات بالمدینة ولِمَنْ صبر علی لاوائها لمن زارهٗ بعد موته ولمن اجاب الموذن ودَعی له صلی الله علیه والهٖ وسلم بالوسیلة ولمن یصلی الجمعة ویومها ولمن حفظ اربعین حدیثا فی الدین و عمل بها ولمن صام شعبان لحبه صلی الله علیه وآلهٖ وسلم صیامه ولمن مدح اهل البیت واثنیٰ علیهم الی غیر ذالک مماوردفی السنة ویحب الایمان بانهٗ یشفع غیره من الانبیاء والملائکة والعلماء والشهداء والصٰلحین و کثیرمن المومنین وغیرهم من القرآن و الصّیام و الکعبة غیرها مما ورد فی السنة."

ترجمہ: اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے متعدد طریقوں سے شفاعت ثابت ہے مثلاً ہول محشر سے مخلوق کو نجات دلانے اور حساب کے بعد مستحق جہنم کو بغیر عذاب بچانے کے لیے اور بعض موحدین کو دوزخ سے نکالنے کے لیے اور زیادتی درجات کے لیے اور کمی عبادت کی تقصیر معاف کرانے کے لیے اور دائمی جہنمیوں کے لیے بعض اوقات میں کسی ایک مقام پر تخفیف عذاب کے لیے جیسے ابو طالب اور مشرکین کی نابالغ اولاد کو جنت میں دخل کرانے کے لیے اور مدینہ طیبہ میں مرنے والے کے لیے (بشرطیکہ کوئی امر منافی نہ ہو) اور مدینہ شریف کے مصائب برداشت کرنے والے کے لیے اور جو آپ ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کرے اور جو مؤذن کو آذان کا جواب دے اور حضور علیہ السلام کے لیے دعا وسیلہ کرے اور وہ جو جمعہ کی رات اور دن میں آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھے اور وہ جو کہ آپ ﷺ کی دین سے متعلق

چالیس حدیثیں یاد کرنے کے بعد ان پر عمل کرے اور وہ جو شعبان کے روزے اس وجہ سے رکھے کہ آپ ﷺ کو شعبان کے روزے محبوب تھے اور جو کہ اہل بیت کی صفت وثناء کرے وغیرہ جیسا کہ سنت میں وارد ہے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ اوروں کے لیے بھی یہ شفاعت ثابت ہے جیسے انبیائے کرام علیہم السلام ملائکہ کرام علیہم السلام اور علماء وشہداء صالحین وغیرہم بلکہ قرآن صوم کعبہ وغیرہ کے لیے بھی کہ یہ شفاعت کریں گے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے.......... کتاب ہدیۃ المہدی مؤلفہ مولوی وحید الزمان مشتمل بر عقائد اہل حدیث مترجم صحاح ستہ ج ۱ ص ۱۷۷ پر ہے۔ **الشفاعة حق ثابتة للرسل والاخيار كالعلماء والشهداء سيما شفاعة سيدنا ونبينا صلى الله عليه والٖه وسلم لاهل الكبائر من امته ومن امم الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام المرسلين والماضيين فهو صلى الله عليه وآلهٖ وسلم اوّل شافع و اوّل مشفع**.......... (ترجمہ) شریعت میں شفاعت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور دیگر اخیار امت کے لیے جیسے علماء وشہدا کے لیے حق اور درست ہے بالخصوص سرور عالم ﷺ کے لیے کہ آپ کی شفاعت اپنی امت کے اہل کبائر کے لیے اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اُمتوں کے گنہگاروں کے لیے ثابت اور صحیح ہے پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اوّل شافع یعنی شفاعت کرنے والے اور اول مشفع یعنی اول شفاعت قبول کیے گئے ہیں۔

اور اسی میں ہے **والشفاعة على ستّة انواع احدها بفصل القضايا و اذا حة الناس من طول الوقوف و هى مختصة بنبينا صلى الله عليه وسلم وثانيها لادخال الجنة بلاحساب وهى مختصة بهٖ صلى الله عليه واله وسلم و ثالثها لعدم ادخال النار ممن استحق النار ورابعهاالاخراج بعض اهل النار من النار و خامسِها لرفع الدرجات و هذا الثلث لا تختص بهٖ صلى الله عليه وسلم سادسها لتخفيف العذاب عن بعض الكفار كما ورد فى حق ابى طالب و هذا مخصص لعموم القرآن فلايخفف عنهم العذاب ولاهم ينصرون.**

ترجمہ: شفاعت کی چھ اقسام ہیں ایک وہ جو کہ حساب اور اہل محشر کو زیادہ کھڑا ہونے سے نجات دلانے کے لیے ہوگی اور دوسری یہ کہ بغیر حساب جنت میں داخل کرانے کے لیے ہوگی اور یہ دونوں قسمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہیں اور کوئی یہ شفاعت ہر دو قسم کی ہمت نہ کر سکے گا اور تیسری یہ کہ مستحق نار کی شفاعت کو وہ جہنم سے نجات پانے کے لیے ہوگی اور چوتھی یہ کہ جہنم سے بعض کو نکالنے کے لیے ہوگی اور پانچویں درجات جنت میں اضافہ کرنے کے لیے ہوگی اور یہ تینوں قسم کی شفاعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص نہیں اور چھٹی بعض کافروں کے عذاب میں تخفیف کرانے کے لیے جیسا کہ ابو طالب کے حق میں تخفیف کے لیے آپ ﷺ نے شفاعت کی اور اس حدیث نے یعنی جیسے ابو طالب کے عذاب میں تخفیف کرانے کا ذکر ہے آیۃ ''فلا یخفف عنهم العذاب ولاهم ینصرون'' کے عموم میں تخصیص پیدا کر دی ہے اور ظاہر کر دیا ہے کہ بعض کے عذاب میں تخفیف ہو سکتی ہے۔

ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ شفاعت حق اور ثابت ہے اور اس کے چند مراتب ہیں جن میں سے بعض مراتب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مخصوص ہیں اور ان میں کوئی آپ ﷺ کا شریک نہیں نیز یہ بھی کہ شفاعت صغریٰ کا ظہور قیامت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دنیا اور قبر و قیامت میں ثابت و واقع ہے جیسا کہ آئندہ اوراق میں ظاہر ہوگا۔

اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ شفاعت صغریٰ کے چونکہ مختلف مراتب ہیں۔ اس سے یہ اشتباہ دور ہو گیا کہ قرآن و حدیث میں آتا ہے کہ تارک سنت اور کافر ہر دو شفاعت سے محروم ہوں گے تو پھر ان کے حق میں شفاعت کا ہونا کیا معنی رکھتا ہے کیونکہ تارک سنت کا شفاعت سے محروم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شفاعت صغریٰ کے مرتبہ چہارم سے محروم ہے نہ کہ اور مراتب سے بھی ایسے ہی کافر کے شفاعت سے محروم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شفاعت صغریٰ کے مرتبہ سوم و چہارم سے محروم ہے نہ کہ ہر طرح کی شفاعت سے محروم ہے۔

(از تفسیر نعیمی وغیرہ)

قرآن مجید سے شفاعت کا ثبوت

(۱) وَلَسَوفَ یُعطِیکَ رَبُّکَ فَتَرضٰی (ترجمہ) ''اور البتہ آپ کو(ﷺ) اللہ تعالیٰ اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔'' مفسرین کران نے بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ جب تک میں اپنی امت کا ایک ایک فرد جنت میں نہ داخل کرالوں گا اس وقت تک میں راضی نہ ہوں گا اور ظاہر ہے کہ اس کی صورت یہی ہوسکتی ہے کہ گنہگاروں کی آپ شفاعت فرما کر جنت میں داخل کرائیں گے کیونکہ جرم کی سزا بھگت کر جنت میں داخلہ اس بشارت کا قطعی طور پر موجب وسبب نہیں ہوسکتا۔

(۲) وَلَو اَنَّهُم اِذ ظَلَمُوا اَنفُسَهُم جَاؤُکَ فَاستَغفَرُوا اللّٰهَ وَاستَغفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیمًا. ترجمہ ''اور اگر وہ لوگ جنہوں نے افراط وتفریط کرتے ہوئے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے آپ کے پاس آئیں اور آپ کی طرف متوجہ ہوں پس اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول (ﷺ) ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کریں تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا مہربان پائیں گے۔'' علماء کرام نے بیان کیا ہے کہ یہ حکم آپ کی حیات دینوی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عام ہے حیات دینوی ہو یا برزخی ہو یا اخروی ہر جگہ آپ کی شفاعت قبول ہے۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے اپنی کتاب ''آب حیات'' کے ص ۴۰ پر اس آیت کے متعلق یوں فرمایا ہے ''کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہمصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود ترتیب تمام امت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہوسکتا ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہوں۔'' الخ اس

طرح در منظم میں ابن حجر نے اور شفا شریف میں قاضی عیاض نے اس آیت سے آیت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحت شفاعت پر استدلال قائم کیا ہے۔

(۳) وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلِلْمُؤْمِنَاتِ الایۃ (ترجمہ) ''اپنوں کے گناہوں اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے گناہوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجئے۔'' ظاہر ہے کہ کسی کے لیے معافی کا مطالبہ یہی سفارش و شفاعت ہے۔

(۴) وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا (ترجمہ) ''اور حاملان عرش معلّٰی ملائکہ کرام ایمانداروں کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے ہیں۔

(۵) وَلَایَشْفَعُوْنَ اِلَّالِمَنِ ارْتَضٰی (ترجمہ) ''اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہے اس کے لیے ملائکہ کرام سفارش کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔'' ظاہر ہے کہ ایمانداروں سے ان کے ایمان کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ راضی ہے تو ایمانداروں کے حق میں شفاعت ثابت ہوئی۔

(۶) یَوْمَ لَایَنْفَعُ مَال ولابنون الامن اتی اللہ بقلبٍ سلیمٍ (ترجمہ) '' بروز قیامت مال و اولاد نفع نہ دے گی مگر جو اللہ تعالیٰ کے پاس قلب سلیم لے کر آیا۔'' یعنی اس کی اولاد اور مال مفید ہوگا اور واضح ہے کہ مفید ہونا یہی ہے کہ دخول جنت کے لیے شفاعت کی جاوے ثابت ہوا کہ شفاعت حق ہے۔

(۷) رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ. رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَا رَبَّنَا اغْفِرْلِی وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ. (ترجمہ) ''میرے مولا مجھے نماز پر قائم رکھ اور میری دعا قبول فرما اور میرے اور میرے والدین اور تمام ایمانداروں کے لیے مغفرت فرما۔'' بالکل صاف ہے کہ جب والدین وغیرہ کے لیے دعا قبول ہوگی تو اسی کو شفاعت کہتے ہیں۔

(۸) اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ. اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَادَعَانِ ترجمہ'' مجھ سے دعا

کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ میں ہر دعا کرنے والے کو دعا قبول کرتا ہوں جس وقت وہ دعا کرے اور ہر شخص یہ جانتا ہے کہ شفاعت ودعا التجاہی تو ہے۔

(۹) وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ. (ترجمہ)''یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے اس کو کہا جس کی نجات متوقع تھی کہ اپنے بادشاہ سے یہ کہو کہ ایک بے گناہ جیل خانہ میں مقید ہے۔ اس کی طرف خیال رکھیو۔ اور یہ خیال یہی تھا کہ جا کر میری رہائی کے لیے سفارش کرنا ثابت ہوا کہ شفاعت صحیح ہے۔

(۱۰) رَبَّنَا لَاتُؤَ اخذنا اِن نسینا اَوْاخطانَا ربَّنَا وَلَاتَحْمِلْ عَلَیْنَا اصراً کما حَمَلْتَهٗ (ترجمہ)''اے ہمارے مولیٰ اگر ہم سے خطا ونسیان ہو جائے تو ہم پر مواخذہ نہ کر اور نہ کسی مصیبت میں ہمیں مبتلا کر۔ الخ۔ سورۂ بقرۃ کی یہ آخری آیات کریمہ ہیں جو کہ ان سفارشی کلمات پر مشتمل ہیں جو کہ شب معراج میں امت مرحومہ کی سہولت کے پیش نظر بارگاہ رب العزت میں آپ نے عرض کیے جن کو اللہ سبحانہٗ نے قبول فرما کر آپ کے دائمی اعزاز واکرام کا قرآن مجید میں ابدی اعلان فرمایا اور سفارش شفاعت ہے تو شفاعت درست وصحیح ہوئی۔

(۱۱) رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ.
ترجمہ'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما اور اپنی جوار رحمت میں داخل کر کہ تو سب سے زیادہ رحمت کرنے والا ہے۔ یہ بھائی کے حق میں صریح سفارش ہے۔

سامعین کرام ان آیات کریمہ کے علاوہ بھی اور متعدد آیات مبارک گنائی جاسکتی ہیں جن سے شفاعت شرعی کے جواز اور وقوع کا ثبوت عام ازیں کہ دنیا میں ہو یا قبر وقیامت میں روز روشن سے زیادہ واضح ہوتا ہے اور اس میں کسی طرح بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

نیز یہ شفاعت عام ہے کہ بطریق اعزاز ہو یا بطور محبت یا بصورت اذن اور

شفاعت کا یہ معنی نہیں کہ زبردستی اور دھونس دے کر منوالیا جائے بلکہ [1] شفاعت بایں معنی کہ بطور نیاز مندی یا عزت ومحبت کی بنا پر یا اذن حاصل کرنے کے بعد بارگاہ بے نیاز میں کسی کے فائدہ کے لیے التجا کی جائے۔

شفاعت کا ثبوت از تفاسیر معتبرہ

تفسیر عزیزی سورۃ بقرہ ص ۵۳ پر ہے۔ ''گویا آیات و احادیث بسیار دلالت بر وقوع شفاعت می کنند۔ واحادیث متواترہ بیان کردند کہ غیر از کافر در حق ہمہ اہل معاصی حکم شفاعت خواہد شہد'' (ترجمہ) میں کہتا ہوں کہ متعدد آیات واحادیث سے شفاعت کا صحیح امد ہونا ثابت ہوتا ہے، اور احادیث متواترہ میں یوں وارد ہوا ہے کہ کافر کے علاوہ تمام گنہگاروں کے حق میں جواز شفاعت کا حکم دیا جائے گا۔

اسی تفسیر عزیزی میں ص ۵۲ پر ہے ''وشفاعت درحق کافر با جماع مقبول نیست (ترجمہ) اس پر اجماع امت ہے کہ کافر کے حق میں شفاعت درست نہیں۔ کافر کی تخصیص سے ثابت ہوا کہ مومن کے حق میں شفاعت جائز ہے۔

تفسیر جامع البیان حاشیہ جلالین ص ۳۷ زیر آیت مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ فرماتے ہیں بیان لعظمته وجلاله ونفی لزم الكفاران الاصنام شفعاء۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کا اظہار ہے اور کفار کے حق میں وارد ہوئی ہے کہ وہ زعم کرتے تھے کہ ہمارے بت شفیع ہیں۔ ثابت ہوا کہ مومنین کے حق شفاعت درست وصحیح ہے۔

اسی طرح جلالین میں ہے۔ مطلب یہ کہ کفار کا یہ مزعوم باطل ہے کیونکہ یہ معبودات باطلہ خود سب کے سب جہنم رسید کردیئے جائیں گے تو اوروں کو یہ کیا نجات دلائیں گے چنانچہ

---

[1] جیسا کہ غیر مسلموں بت پرستوں کا یہ زعم ہے کہ ان کے دیوتے اور معبود دھونس یا جبرواکراہ سے شفاعت کریں گے۔ (معاذ اللہ)

قرآن مجید میں واقع ہے۔ اَنْتُمْ وَمَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمْ (ترجمہ) تم اور تمہارے معبودان باطلہ سب جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

تفسیر جلالین سورہ طٰہٰ ص ۲۶۵ پر ہے: یَوْمَئِذٍ لَّاتَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ(اَحَدًا) اِلَّامَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ الخ یعنی بروز قیامت شفاعت فائدہ نہ دے گی کسی کو مگر جس نے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا اور چونکہ کافروں نے کلمہ نہ پڑھا لہٰذا ان کے حق میں شفاعت نہیں اور مومنین کے حق میں ہے۔

تفسیر قادری ص ۶۳۲ ج ۲ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی (ترجمہ) اور قریب ہے کہ تجھے گنہگاروں کے باب میں شفاعت کا رتبہ اللہ تعالیٰ عطا کرے تو اس سے راضی ہو جائے گا۔ اس جگہ تفسیر عزیزی ص ۲۱۸ اور تفسیر جامع البیان میں بھی اسی طرح ہے۔

تفسیر جلالین ص ۲۳۵ پر ہے عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ الایۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں یحمدک فیہ الاولون الاٰخرون وھومقام الشفاعۃ یعنی مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے جس میں اولین وآخرین آپ کی طرف محتاج ہوں گے اور تفسیر جامع البیان میں بھی اس جگہ یونہی مرقوم ہے۔

تفسیر بیضاوی ص ۴۷ زیر آیت وَلایقبل منھا شفاعۃ ولایؤخذ منھا عدل ولاھم ینصرون...... والشفاعۃ من الشفع کان الشفوع لہ کان فردا فجعلہ الشفیع بضمّ نفسہ الیہ شفعاً...... وقد تمسکت المعتزلۃ بھذا لایۃ علیٰ نفی الشفاعۃ لاھل الکبائر واُجیب بانھا مخصوصۃ بالکفار للایات والاحادیث الوردۃ فی الشفاعۃ...... (ترجمہ) الشفاعۃ شفع سے بنا ہے گویا مشفوع لہ پہلے اکیلا تھا پھر شفیع نے اپنے کو ساتھ ملا کر اس کو ڈبل اور دگنا کر دیا اور بلاشبہ معتزلہ نے اس آیت سے اہل کبائر کی عدم شفاعت پر استدلال قائم کیا ہے جس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت دیگر ان آیات و احادیث کے پیش نظر جو کہ شفاعت کو ثابت کرتی ہیں کفار کے ساتھ مخصوص ہے یعنی کفار کی شفاعت مردود ہے نہ کہ مومنین کی۔

ناظرین حضرات! اسی طرح اکثر وبیشتر تفاسیر معتبرہ متداولہ مستعملہ میں شفاعت بمعنی مذکور کو صحیح اور درست تسلیم کیا ہے اور اس میں کسی عقلمند کو گنجائش انکار نہیں تو روز روشن کی طرح قرآن مجید اور تفاسیر معتبرہ سے واضح ہوگیا کہ شفاعت صغریٰ ہو یا کبریٰ شرعی اور اخلاقی نہ یہ کہ صرف جائز ہے بلکہ نافع و نافذ ہے بالخصوص شفاعت کبریٰ کہ یہ حضور سرور کونین خواجہ ﷺ کا وہ امتیازی خاصہ اور کمال ہے جس میں کائنات عالم سے کوئی چیز آپ کی شریک نہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

شفاعت از احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ **سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المقام المحمود فقال هو الشفاعة** (ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ حضور پرنور سید یوم النشور ﷺ سے پوچھا گیا کہ مقام محمود سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد مقام شفاعت ہے یعنی مرتبہ شفاعت عطا ہوگا۔

امام احمد اور بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے جواب میں یہی کہا **فقال هو الشفاعة** (ترجمہ) پس فرمایا کہ یہ مقام شفاعت کا مرتبہ ہے۔

دلائل النبوۃ میں ابونعیم نے انس بن مالک اور بیہقی میں بروایت ابو ہریرہ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے فرمایا **وخبائتُ شفاعتکَ ولم اخباء لنبی غیرک** (ترجمہ) میں نے تیری شفاعت ذخیرہ کر رکھی ہے اور تیرے سوا کسی اور نبی کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔

مسلم اور ابوداؤد میں بروایت ابو ہریرہ مروی ہے۔ **انا اول شافع و اول مشفع** (ترجمہ) میں بروز قیامت سب سے اوّل شفاعت کرنے والا اور شفاعت قبول کیا ہوا ہوں۔

ابونعیم عبداللہ بن عباس سے راوی...... **وبی تفتح الشفاعة ولافخر** (ترجمہ)

''اور مجھ سے ہی شفاعت کا دروازہ کھلے گا اور یہ بات فخر یہ نہیں بلکہ بیان واقع ہے۔''

امام احمد ابو یعلی ابن حبان نے حضرت صدیق اکبر سے یہی حدیث **وہی تفتح الشفاعة** نقل کی ہے۔ترجمہ اوپر ہو چکا ہے۔

دارمی، ترمذی، ابونعیم بسند حسن عبداللہ بن عباس سے ناقل۔ **وانا اوّل شافع و اوّل مشفع یوم القیامة** میں بروز قیامت سب سے پہلا شافع اور مشفع ہوں گا۔

دارمی، ترمذی بافادہ تحسین اور ابو یعلی بیہقی، ابونعیم، حضرت انس سے راوی...... **وَاَنَا مستشفعهم اذا حُبِسُوا وانا مبشرهم اذا يئسوا** (ترجمہ) میں بروز قیامت میں ہی ان کی سفارش کروں گا جب کہ وہ روکے جائیں گے اور میں ہی ان کو خوشخبری دینے والا ہوں جب کہ وہ مایوس ہوں گے۔

امام احمد ابن ماجہ، ابوداؤد طیالسی ابو یعلی، حضرت عبداللہ بن عباس سے راوی......
وانی اختبات دعوتی شفاعة لامتی (ترجمہ) اور میں نے اپنی دعا اپنی امت کی مغفرت کے لیے چھپا رکھی ہے۔

مسلم میں بروایت ابی بن کعب مروی ہے...... **واخوّت الثالث يوم يرغب الیّ فيه الخلق حتى ابراهيم** (ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے مجھے تین سوال دیئے۔ میں نے دوبار یہ کہا:۔ **اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ** (اے اللہ میری امت کو معاف کر) اور تیسرا ایسے روز کے لیے روک لیا جس میں میری طرف عام خلقت کا حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام کا بھی رجوع ہوگا یعنی روز قیامت۔

مناجج النبوۃ شرح مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضرت انس سے آپ نے وعدہ فرمایا کہ میں تیری سفارش کروں گا اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد چہارم ؑ ور اسی طرح منہاج النبوت میں ہے کہ آپ نے فرمایا...... **كنت امام النبيين و خطيبهم و صاحب شفاعتهم** (ترجمہ) میں بروز قیامت عام نبیوں کا امام اور خطیب ہوں اور ان کی شفاعت کا مالک ہوں گا۔

مشکوٰۃ باب البکاء علی المیت میں ہے۔ آپ نے فرمایا جس کے دو چھوٹے بچے مر جائیں وہ اس کو (بطریق سفارش) جنت میں پہنچائیں گے۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ اگر ایک بچہ مر جائے تو فرمایا ایک بھی لے جائے گا۔ کہا جس کا ایک بھی نہ ہو فرمایا اس کو میں خود جنت میں لے جاؤں گا۔ مطلب آپ کا یہ تھا کہ جس کا ایک بچہ بھی نہ ہو جیسا کہ میں ہوں تو آپ ﷺ نے اس اضطراب کو دور کرنے کے لیے فرمایا کہ اس کو میں جنت میں لیجاؤں گا۔ مشکوٰۃ باب الشفاعتہ میں ہے کہ تین جماعتیں بروز قیامت شفاعت کریں گی۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پھر علماء، پھر شہداء۔

مشکوٰۃ میں ہے کہ کچا بچہ یعنی ناتمام بچہ اپنے رب سے اپنے والدین کے متعلق جھگڑا کرے گا حکم ہوگا اے جھگڑالو بچے جا اپنے والدین کو جنت میں لے جا پس وہ اپنی نال سے دونوں کو کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔

مسلم شریف میں ہے...... ترجمہ آپ نے فرمایا ہر نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک دعا ملتی ہے اور ہر نبی نے وہ اپنی دعا استعمال کر لی مگر میں نے محفوظ رکھی ہے بروز قیامت میں اس سے اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

بخاری و مسلم میں ہے قیامت کی گرمی سے گھبرا کر سب لوگ کسی شفیع کی تلاش میں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور شفاعت سے متعلق گذارش کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انتہائی طور پر اکرام و اعزاز سے مالا مال کیا ہے آپ ہم سب کے باپ ہیں اور ہم انتہائی تکلیف میں مبتلا ہیں گرمی شدت حرارت تپش پیاس جس وغیرہ سے مرے جاتے ہیں اور حساب ہوتا نہیں کہ ٹھکانے لگیں حیران و پریشان ہیں کوئی پرسان حال نہیں لہٰذا آپ ہماری دربار خداوندی میں سفارش کیجئے۔ یہ سنتے ہی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے کہ آج دربار توحید اور بارگاہ احدیت ایسے جلال و غضب میں ہے کہ اس کی مثال نہیں اور خود مجھ سے بظاہر ایک خطا بھی ہوگئی ہے۔ لہٰذا مجھ میں یہ ہمت نہیں معذور ہوں تم حضرت نوح علیہ السلام کی طرف جاؤ وہ تمہاری سفارش کریں گے وہاں پر جا کر بھی وہی پہلا قصہ ہوا حتی کہ

آخرالامر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف رہنمائی کی گئی جب آپ کے ہاں مخلوقات جائے گی تو آپ فرمائیں گے اور بصیغہ افسوس کہیں گے کہ کیا تم کو معلوم نہ تھا کہ آج کا روز انتہائی طور پر سخت ہے۔ ہر نبی و رسول تک علیہ الصلوٰۃ والسلام نفسی نفسی پکار رہا ہے آج! بجز جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اور کوئی بھی سفارش سے متعلق بات نہیں کر سکتا لہٰذا تم سب مل کر ان کے پاس جاؤ وہ تمہاری مشکل کشائی کریں گے لہٰذا سب مخلوق سرور عالم فخر بنی آدم ﷺ کے دربار میں پہنچے گی اور عرض کرے گی جس پر سنتے ہی آپ سرکار ابد قرار ارشاد فرمائیں گے انالھاانالھاانا صاحبکم الیوم بیشک میں ہی آج تمہاری سفارش کروں گا حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ مخلوق جا کر یہ کہے گی۔

محمّد یا نبی اللہ انت الذی فتح اللہ بک و جنت فی ھذالیوم آمنا انت رسول اللہ و خاتم الانبیاء اشفع لنا الی ربک فلیقض بیننا الاتری الی مانحن فیہ الاتریٰ الیٰ مابلغنا (ترجمہ) اے محمد اے اللہ کے نبی آپ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فتح باب کیا ہے اور آج آپ با امن اور مطمئن تشریف لائے ہیں۔ حضور آپ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے خاتم ہیں آپ رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے کہ ہمارا فیصلہ فرما دے حضور نگاہ تو کریں کہ ہم کس درد و مصیبت میں ہیں۔ حضور ملاحظہ تو فرمائیں ہم کس حال کو پہنچے ہیں۔ حضور پُرنور ﷺ سن کر ارشاد فرمائیں گے **انالھاوانا صاحبکم الیوم** (ترجمہ) میں شفاعت کے لیے تمہارا وہ مطلوب ہوں جسے تم تمام موقف میں ڈھونڈے پھرے ہو پس بعدہ حضور اکرم ﷺ دربار الٰہی میں سربسجود ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کریں گے کہ اس سے پیشتر کبھی نہ کی تھی جس پر دربار صمدیت سے ان الفاظ میں تسلی دی جائے گی۔ **یامحمد ارفع راسک قل تسمع سل تُعط واشفع تشفع** (ترجمہ) اے محمد اپنے سر کو اٹھایئے اور فرمایئے آپ کی ہر بات سنی جائے گی۔ آپ مانگئے جو مانگو سب دیا جائے گا۔ سفارش کیجئے قبول کی جائے گی۔ چنانچہ آپ سر مبارک اٹھائیں گے اور مخلوق کا حساب ہونے کی سفارش کریں گے۔ پس حساب شروع ہو جائے گا۔ از تجلی الیقین ص ۲۷،

تفسیر نعیمی ج اص ۲۴۱ وغیرہ بقدر ضرورت۔ یہ شفاعت کبریٰ ہے جس کا ظہور بروز قیامت ہوگا اور قرآن وحدیث صحیح سے ثابت ہے۔

جنازہ کی تکبیرات میں جن دعاؤں کو پڑھنے کا حدیث شریف میں ذکر آیا ہے باوجودیکہ نماز جنازہ بذات خود ایک سفارش ہے۔ دعاؤں کے الفاظ مفہوم شفاعت پر مشتمل ہیں۔ دیکھئے۔ اَللّٰھُمَّ اغفِرلِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا الخ (ترجمہ) اے اللہ ہمارے زندوں اور مردوں، حاضر وغائب چھوٹے و بڑے مرد، عورت سب کے گناہ معاف کردے۔ اگر میت نابالغ ہو تو الفاظ ملاحظہ ہوں...... وَاجْعَلْهُ (اگر بچہ ہے) واجعلها (اگر بچی) شافعاً ومشفعاً (بصورت بچہ) شافعة ومشفعةً (بصورت بچی) (ترجمہ) اے اللہ اس بچے یا بچی کو ہمارے لیے شفاعت کرنے والے یا شفاعت قبول کیے گئے بنادے...... صاف تصریح ہے جس کو ہر ایک مسلمان جنازہ میں پڑھتا ہے کہ اے اللہ ان کی شفاعت کو ہمارے حق میں قبول فرما۔ اسی طرح جنازہ پڑھنے والے تمام کے تمام دربار الٰہی میں گویا میت کو حیات مستعار کی کمی وبیشی اور افراط وتفریط کے معاف کرنے کی سفارش کرتے ہیں۔ اب اگر شفاعت ناجائز اور بے معنی سی چیز ہے تو کیا شریعت نے ایک ناجائز اور بے معنی بات پر عمل درآمد کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور بطور لزوم وجوب میت کا ایک حق قرار دیا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ شفاعت ایک جائز امر ہے اور دنیا وآخرت میں مفید۔

ترمذی شریف میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک نابینا کو یہ دعا سکھلائی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اسئلک واتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمّد اِنِّیْ توجهت بک الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی اللّٰهم شفعه فِیَّ (ترجمہ) اے اللہ تیرے پیارے محبوب محمد ﷺ کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوں اس حاجت کے پورا کرنے میں تاکہ میری مشکل کشائی ہو۔ اے اللہ تو میری حاجت روائی سے متعلق میرے حق میں ان کی شفاعت قبول کرلے۔

اسی دعا کی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے بعد خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ پاک میں استعمال کیا اور اپنی حاجت روائی کرلی۔ ظاہر ہوا کہ شفاعت کی صحت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ بعد میں بھی جائز ہے نیز یہ بھی واضح ہوگیا کہ آپ کی حیات وممات دونوں برابر ہیں اور یہ بھی روشن ہوگیا کہ بصیغہ خطاب ہر زمانہ میں ہر جگہ سے آپ کو عرض کیا جاسکتا ہے اور یہ کہ آپ کو اور اللہ تعالیٰ کو بیک وقت پکارا جاسکتا ہے اور یہ بھی کہ عبادت میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کو پکارا جاسکتا ہے۔

مسلم میں ہے حضرت اویس قرنی سے جو ملاقات کرے ان سے دعا منگوائے **فمن لقیه منکم فلیستغفر لکم** (ترجمہ) پس جو اس سے تم میں سے ملے پس چاہئے کہ وہ تمہارے لیے مغفرت کے لیے دعا مانگے۔''

دوسری روایت میں یوں ہے۔ **فمروہ فلیستغفر لکم** (ترجمہ) ''اس کو کہو کہ وہ تمہارے لیے دعا مغفرت کرے۔'' دیکھئے صاف اور صریح طور پر آپ سفارش کا حکم دے رہے ہیں تو اگر یہ شفاعت ناجائز ہوتی تو یہ حکم کیسے دیتے۔ نیز اس میں صحت شفاعت کے علاوہ یہ بھی ثابت ہوا کہ اپنے سے کم رتبہ والے کو سفارش کے لیے کہا جاسکتا ہے جب کہ اس کو کوئی خاص نسبت حاصل ہو۔

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی وغیرہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا **اشفعوا توجروا ویقضی اللہ علی لسان نبیه ماشاء** (ترجمہ) یعنی شفاعت کرو تم کو اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہتا ہے پورا کرتا ہے اور اس کی تائید بھی دوسری حدیث سے ہوتی ہے **الدال علی الخیر کفاعله** جو کسی اچھی بات پر کسی کو آمادہ کرتا ہے اس کو بھی برابر کا ثواب ملتا ہے۔

مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین ﷺ بحوالہ صحیح بخاری ومسلم ہے:۔ **اعطیت الشفاعة** (ترجمہ) مجھ کو شفاعت عطا کردی گئی۔

ابن ماجہ میں ہے **افضل الشفاعة ان تشفع بین اثنین فی النکاح** (ترجمہ)

بہترین شفاعت یہ ہے کہ نکاح کے سلسلہ میں دو کے درمیان شفاعت کی جائے۔

علامہ بیہقی شعب الایمان میں نقل فرماتے ہیں **افضل صدقة اللسان الشفاعة** (ترجمہ) بہترین صدقہ یہ ہے کہ کسی کی زبان سے شفاعت کرے۔"

صحیح مسلم میں ہے **مامن میت تصلی علیه امة من المسلمین یبلغون مائة کلهم یستشفعون الاشفعو** (ترجمہ) کوئی میت ایسی نہیں جس پر مسلمانوں کی ایک جماعت جو سو تک پہنچے نماز جنازہ پڑھے اور اس کی شفاعت کرے مگر اس کی شفاعت قبول نہ ہو۔

صحیح مسلم میں ایک دوسری روایت میں ہے **مامن رجل مسلم یموت فیقوم علی خبازته اربعون رجلاً لایشرکون باللّٰهِ شیئًا یشفعهم الله فیه** (ترجمہ) مسلمان فوت ہونے پر اس پر چالیس ایسے آدمی جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرتے ہوں نماز جنازہ پڑھیں تو ان کی شفاعت اس کے حق میں قبول کی جاتی ہے۔ بحوالہ مشکوۃ باب المشی بالجنازہ۔

تنبیہ الغافلین میں ہے **یوتی بالمساجد یوم القیامة......فتشفع لاهلها** (ترجمہ) "بروز قیامت مساجد کو لایا جائے گا......پس وہ مساجد سے متعلق لوگوں کی شفاعت کریں گی۔"

تنبیہ الغافلین وغیرہ میں ہے۔ **القراٰن شافع و مشفع ومان جن مصدّق** (ترجمہ) قرآن مجید صاحب قرآن کے لیے شفاعت کرے گا یعنی اس سے محبت کی اور اس کو پڑھا عمل کیا جو کہ قبول کی جائے گی۔ اور بدعمل کی شکایت کرے گا جس میں اس کی تصدیق کی جائے گی۔

علیٰ ہذا القیاس احادیث صحیحہ معتبرہ میں دیگر اور اعمال صحیحہ وصدقات نافلہ اور خانہ کعبہ حجر الاسود اور اذان سننے والی چیزوں کا اور اذان کی دعا پڑھنے پر اور روضہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کرنے والے کی اور بعض اور شعائر اللہ اور فقراء ومساکین وغیرہ کا

شفیع ہونا ثابت ہے۔

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ محترمہ رابعہ بصریہ کی سفارش سے ستر ہزار گنہگار جنت میں داخل ہوں گے۔ اسی طرح حضرت اویس قرنی کی سفارش پر سے ایک خاص تعداد جنت میں جانے کے متعلق تذکرۃ الاولیاء وغیرہ میں مذکور ہے۔

ناظرین حضرات! اسی طرح اور بھی متعدد احادیث صحیحہ گنائی جا سکتی ہیں جن سے شفاعت صغریٰ کا ثبوت و تحقیق بڑی وسعت سے ظاہر ہوتا ہے لہٰذا طوالت کے خوف سے صرف ایک حدیث اور ذکر کی جاتی ہے اور وہ یہ کہ واقعہ معراج دیکھئے کہ یہ ایک ایسا امر واقع ہے جس کا ذکر صاف صاف قرآن و حدیث میں وارد ہے کہ اس واقعہ میں یہ ایک امر ملاحظہ فرمائیے کہ جب واپسی پر حضور ﷺ کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے آپ سے یہ عرض کی کہ دربار الٰہی سے کیا حکم ہوا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض قرار دی ہیں جس کو سن کر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ بخدا آپ کی امت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی کہ میں نے بنی اسرائیل کو بہت آزمایا ہے آپ واپس جائیں تاکہ اس میں کچھ تخفیف فرمائی جائے جس پر پانچ معاف کر دیں گئیں پھر آپ موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر دریافت کیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ نمازیں معاف کر دی گئیں ہیں۔ عرض کیا گیا اب بھی بہت ہیں واپس اکر پھر تخفیف کرائیے القصہ مختصر یہ کہ آپ نو دفعہ اسی طرح آئے گئے جس پر پینتالیس نمازیں معاف کر دی گئیں۔ آپ واپس آئے عرض کیا گیا کہ کیا ہوا آپ نے فرمایا کہ اب صرف پانچ رہ گئی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی بخدا میں نے سخت تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل کو بڑا آزمایا ہے آپ کی امت پانچ بھی نہ پڑھ سکے گی۔ آپؐ نے فرمایا میں نے مولیٰ کریم سے بہت سوالات کیے۔ اب مجھے شرم آتی ہے میں اس پر راضی ہوں اور اپنا اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہو۔ جب آپ آگے چلے تو غیب سے ندا آئی کہ میں نے اپنے مقرر کیے ہوئے حکم کو پورا کرلیا اور اپنے بندوں سے تخفیف بھی کر دی۔ (بخاری و مسلم)

حضرات! دیکھئے اس حدیث میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں اور عملدرآمد ہونے سے پیشتر ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سفارش اور شفاعت سے پانچ رہ گئیں اور ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی دنیاوی زندگی کے بعد برزخی زندگی میں یہ سفارش کی ہے۔ اب فرمایئے کہ سفارش اور شفاعت بے معنی بات ہے تو پچاس کی پانچ کیسے رہ گئیں۔ کم از کم منکر حضرات کو تو پچاس ہی پڑھنی چاہئیں۔ اور اگر وہ بھی پانچ پر ہی بضد ہوں تو سفارش و شفاعت صحیح و درست ثابت ہوئی۔ پھر اس کو ناجائز کہنا بے معنی بات ہے۔ نیز اگر شفاعت ناجائز ہوتی تو تخفیف کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ جب یہ ناجائز ہے تو اس پر وقتی تگ ودو محض بے سود ہے اور پھر انبیاء کرام علیہم السلام سے یہ امر غیر متوقع کہ وہ ایک ناجائز پر ایسا اقدام کریں۔ بہرصورت اس واقعہ سے بھی ثابت ہوا کہ سفارش وشفاعت ایک جائز امر اور صحیح ہے اور اس میں حیات وممات کی کوئی قید نہیں۔

ناظرین کرام! آپ نے احادیث صحیحہ معتبرہ سے بھی ملاحظہ فرمالیا کہ شفاعت شرعی طور پر ایک جائز اور امر واقع ہے۔

اب علماء کرام اور صوفیائے عظام کے ارشادات عالیہ کی روشنی میں شفاعت اور سفارش کا حکم سماع فرمایئے۔

سبیل الجنان ترجمہ تکمیل الایمان مولفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ میں ص۲۰ پر ہے۔ وَالشفاعة حق "شفاعت حق ہے جو حضرت رسول کریم ﷺ قیامت کے روز اپنی امت کی فرمائیں گے۔ اسی طرح مناہج النبوۃ شرح مدارج النبوۃ میں ہے۔

تفسیر عزیزی ص۲۱۸ پر آپ کے خصوصیات ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ ومقام محمود مشرف سازند و در دست ایشاں لواء حمد دہند کہ حضرت آدم وتمام ذریّت ایشاں زیر آں نشان باشد..... وبشفاعت عظمیٰ ایشاں رامخصوص سازند (ترجمہ) اور آپ کو مقام محمود سے مشرف کیا جائے گا اور لواء حمد آپ کے ہاتھ میں ہوگا جس کے نیچے آدم اور آپ کی تمام اولاد ہوگی اور شفاعت عظمیٰ وکبریٰ کے ساتھ آپ کو مخصوص فرمائیں گے۔

کتاب ہدیۃ المھدی ص ۷۷ج ا مؤلفہ مولوی وحید الزمان اہلحدیث پر ہے
الشفاعة حق ثابتة للرسل والاخیار کا لعلماء وَالشھداء (ترجمہ) شفاعت حق اور سچ
ہے اور انبیاء کرام وعلماء عظام وشہداء حضرات کے لیے ثابت ہے۔

النضید فی اخلاص کلمۃ التوحید مولفہ قاضی بن علی الشوکانی کے ترجمہ مولوی محمد علی ایم
اے بمبئی ص ۸۲ پر ہے۔ شفاعت کبریٰ وعظمیٰ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''اور یہ جائز ہے
کیونکہ یہ طلب شفاعت اور دعا ہے ان لوگوں سے جن کو خدا کی طرف سے ان دونوں چیزوں
کی اجازت ملی ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ عادت مستمرہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات
میں دعا کی درخواست کیا کرتے تھے۔ اور اسی کتاب کے ص ۸۳ پر ہے اور علیٰ ہذا القیاس
آپ ﷺ کا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت کو یہ ارشاد کہ اویس قرنی رحمہ اللہ علیہ سے
ملو تو ان سے اپنے لیے دعا منگوانا۔ اور اسی کے ص ۸۴ پر ہے اور اسی طرح طلب شفاعت اس
سے جس کی نسبت شریعت مطہرہ نے بتا دیا ہے کہ وہ اس کا اہل ہے مثلاً انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام سے بالکل مطابق شریعت ہے اور اسی لیے خدا تعالیٰ اپنے رسول (ﷺ) سے قیامت
کے دن فرمائے گا کہ تو مانگ تجھ کو دیا جائے گا اور شفاعت کر تو وہ قبول ہوگی اور یہی وہ مقام
محمود ہے جس کی طرف خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَاماً
مَّحْمُوْدًا۔ اور اسی ص ۸۵ پر ہے۔ اسی طرح جس شخص کو اللہ تعالیٰ حکم دے گا اسی کی شفاعت
ہو سکے گی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ (ترجمہ) اللہ
تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا۔

نواب صدیق حسن بھوپالوی اپنے قصیدہ عنبریہ میں لکھتے ہیں۔

مالی وراک مستغاث فارحمن ‏ ‏ ‏ یارحمۃ اللعالمین بکائی

(ترجمہ) میرے لیے حضور کے سوا کوئی فریاد رس نہیں پس اے رحمۃ اللعالمین میرے رونے
پر رحم فرمائیے۔

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی اپنے قصیدہ میں یوں التجا کرتے ہیں۔

شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بیکساں ہو تم　　تمہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ
لگے گا جوش کھانے خود بخود دریائے بخشائش　　کہ حرف شفاعت لب پہ لاؤ یا رسول اللہ
اگرچہ نیک ہوں یا بد تمہارا ہو چکا ہوں میں　　تم اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یا رسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کر دیا آپ کے ہاتھوں　　تم اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنے قصیدہ قاسمیہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شان میں لکھتے ہیں۔

ثنا کر اس کی اگر حق سے کچھ لیا چاہئے　　تو اس سے کہو اگر اللہ سے ہے درکار
فلک پر عیسیٰ اور ادریس ہیں تو خیر سہی　　زمین پہ جلوہ نما ہیں محمد مختار
گناہ کیا ہے اگر کچھ گناہ کیے میں نے　　تجھے شفیع کہے کون اگر نہ ہوں بدکار
تیرے لحاظ سے اتنی تو ہوگئی تخفیف　　بشر گناہ کریں اور ملائک استغفار
اگر جو اب دیا بے کسوں کو تو نے بھی　　تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استغفار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا　　بنے گا کون ہمارا ترے سوا غمخوار
مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا　　نہیں قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی مولوی رشید احمد صاحب کے مرثیہ ص ۱۰ پر لکھتے ہیں۔

حوائج دین و دنیا کے کہاں لیجائیں ہم یارب　　گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی
قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں　　عبید سود کا انکے لقب ہے یوسف ثانی
رقاب اولیا کویں خم نہ ہوتیں آپ کے آگے　　وہ شہباز طریقت تھے محی الدین جیلانی
تہید ستو نہ گھبراؤ نہ شرماؤ اِدھر آؤ　　وہ نیسان کرم اب بھی ہے سرگرم درافشانی
شہید و صالح و صدیق ہیں حضرت باذن اللہ　　حیات شیخ کا منکر سو جو ہے اس کی نادانی
محی الدین اکبر جاتے ہیں دار فنا سے بس　　اٹھے اف دیر ویراں سے محی الدین گیلانی
قاسم و حضرت امداد کو مرنے نہ دیا　　بلکہ زندہ ہی رکھا سب کو علی وجہ اتم

بہشتی زیور مولفہ مولوی اشرف علی تھانوی حصہ اوّل ص ۳۳ عقیدہ ص ۴۰ پر ہے۔ اور

قیامت کے میدان میں سب اکٹھے ہوں گے اور وہاں کی تکلیفوں سے گھبرا کر سب پیغمبروں کے پاس سفارش کرانے جائیں گے۔ آخر ہمارے پیغمبر صاحب سفارش کریں گے ترازو کھڑی ہو جائے گی بھلے برے عمل تولے جائیں گے۔ اسی کتاب میں عقیدہ ۱۴۱ ص ۴۳ پر ہے۔ دوزخیوں میں سے جن میں ذرہ بھی ایمان ہوگا وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت کر پیغمبروں اور بزرگوں کی سفارش سے نکل کہ بہشت میں داخل ہوں گے خواہ کتنے ہی بڑے گنہگار ہوں۔

دلائل الخیرات وغیرہ میں ہے **اللھم اجعل محمداً اصدق قائلٍ وانجح سائل و اول شافع و افضل مشفع وشفعه فی امته بشفاعة یغبطه بها الاولون والاخرون.** (ترجمہ) اے اللہ آپ کی اپنی امت کے حق میں ایسی شفاعت قبول کر جس پر اگلے اور پچھلوں سب کو رشک پیدا ہو۔

مولوی احمد علی صاحب لاہوری اپنے رسالہ موسومہ ''وظیفے'' کے ص ۵ پر لکھتے ہیں۔ اسی پاک ومبارک مقصد کی تکمیل کے لیے سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین (ﷺ) کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا چنانچہ آنحضور سراپا نور فداہ ابی وامی نے جب کلمہ لا الہ الا اللہ کا اعلان فرمایا۔ الخ

مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب نشر الطیب کے ص ۷ پر لکھتے ہیں۔ اما بعد! یہ گرسنہ رحمت غفار وتشنۂ شفاعت سید الابرار ﷺ الخ

اسی کتاب کے ص ۳۰۶ پر شفاعت بالاذن بحوالہ بخاری ومسلم مذکور ہے اور ص ۳۰۷ پر قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر مسطور ہے۔ **ھُوَالحبیبُ الَّذی تُرجیٰ شَفَاعَتہٗ لِکل ھول من الاھوال مقتحم** جناب مصطفیٰ ﷺ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب ہیں جن کی ہر دشوار امر میں شفاعت متوقع اور قبول ہے اور اسی کتاب کے ص ۹۶ پر ہے واقعہ معراج شریف مرقوم ہے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سفارش سے پچاس نمازوں سے پانچ باقی رہنا مذکور ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے قصیدہ اطیب النغم میں لکھتے ہیں۔

يا من يرجى لكشف رزية ومَنْ جوه قد فاق جود السحائب

(ترجمہ) اے وہ ذات جس سے ازالۂ مصائب میں پوری امید ہے اور جس کی سخاوت بادلوں کی سخاوت پر فوقیت رکھتی ہے۔

حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمہ اللہ زلیخا میں فرماتے ہیں۔ شب اندوہ مارا روزگرداں زرویت روز نافیروز گرداں (ترجمہ) آپ ہماری شب تاریک کو روز روشن بنا دیں اور اپنے چہرہ منور سے ہمارے دن کو کامیاب بنا دیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کتاب الاخیار میں لکھتے ہیں۔

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما بلطف خود سرو ساماں جمع بے سرو پاکن

محبّ اٰلی اصحاب توام کارمن حیراں بلطف خویش ہم امروز ہم در روز فردا کن

(ترجمہ) ''یا رسول اللہ ہر حالت میں ہم پر کرم فرمایئے اور بے سروسامان کا اپنے لطف کرم سے سامان بنا دیجئے۔''

میں آپ کی آل پاک اور اصحاب کرام کا محبت رکھنے والا ہوں اپنی مہربانی سے دنیا وآخرت میں مجھے کامیاب بنا دیجئے۔

حضرت شاہ ابوالمعالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

گرنبودے یا رسول اللہ ذات پاک تو ہیچ پیغمبر نہ بردے دولت پیغمبری

(ترجمہ) ''یا رسول اللہ اگر آپ کی ذات نہ ہوتی تو کوئی پیغمبر دولت پیغمبری سے مستفید نہ ہوتا۔''

معزز ناظرین! ان دیوبندی اور اہلحدیث وغیرہ حضرات کی عبارات سے بھی روز روشن سے زیادہ واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہر شخص شفاعت کرسکتا ہے۔ دنیا و آخرت میں اس کی کوئی تخصیص نہیں اور نہ ہی کسی چیز کی تخصیص ہے۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ جس کو اجازت مرحمت فرمائیں کیونکہ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ہی حکم ہے۔

نیز یہ ثابت ہوا کہ کسی کے لیے دعا کرنا جائز ہے اور یہ کہ کسی کے لیے دعا کرنا اور

سفارش و شفاعت کرنے کا ایک ہی مطلب ہے کیونکہ کسی کے لیے دعا کرنے کا یہی مطلب ہے کہ کسی سے کسی کے لیے سفارش کرنا ہے لہذا استعانت اور استغاثہ و استمداد کے جتنے واقعات غیر اللہ سے معلوم و منسوب ہوں گے وہ درحقیقت سفارش اور شفاعت ہی ہے کیونکہ غیر اللہ سے استعانت کا مطلب یہی ہے کہ وہ اللہ تعالی سے حاجت روائی کے لیے دعا کریں اور جائز تدبیر فرمائیں۔

یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ معروف و مشہور عبارت ختمیہ مثلاً امداد کن امداد کن یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاللہ وغیرہ بالکل جائز ہیں کیونکہ جیسے قصائد قاسمیہ قصیدہ عنبریہ۔ قصیدہ بردہ شریف۔ قصیدہ ہمزیہ وغیرہ میں غیر اللہ کی طرف نسبتیں مجازی طور پر ہیں نہ کہ حقیقی طور پر کیونکہ ہر چیز کا فاعل اللہ ہے اسی طرح عبارات ختمیہ میں بھی یہ نسبت مجازی طور پر بطریقہ اسباب و وسائل ہے زیادہ اطمینان کے لیے ہمارا کتابچہ الندا‌ء بحرف الیاء ملاحظہ فرمایئے جس میں ان عبارتوں کی صرفی نحوی لغوی طور پر صحت بیان کی گئی ہے۔

بہرحال اسی طرح سینکڑوں اور علماء کرام کے حوالہ جات دیئے جاسکتے ہیں جن سے جواز شفاعت کا شرعی نقطہ نظر سے صحیح اور درست ہونے کا وجود موجود ہے لیکن طوالت کے ڈر سے اور اس وجہ سے کہ سلیم الفطرت کے لیے اس قدر کافی ہے اس سے اطمینان ہوسکتا ہے۔

آخر میں ہم حضرت امام الائمہ سراج الائمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بعض وہ اشعار جو کہ جواز شفاعت پر مشتمل ہیں۔ قصیدہ نعمان سے نقل کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں۔

انت الذی لولاک ماخلق امرٌ کلا ولا خلق الوری لولاک

ترجمہ: ''آپ وہ ہیں کہ اگر آپ کی ذات نہ ہوتی کوئی شخص بلکہ کائنات پیدا نہ ہوتی۔''

انت الذی فینا سئالت شفاعۃ لباک ربک لم تکن لسواک

ترجمہ: ''آپ کی ذات ہے کہ آپ نے جب ہمارے لیے شفاعت کا سوال کیا تو آپ کے پروردگار نے پکار کر کہہ دیا۔ یہ مرتبہ سوائے آپ کے کسی کا نہیں ہے۔''

یا مالکی کن شافعی فی فاقتی انی فقیر فی الوری لغناک

ترجمہ: ''اے مرے مالک بحالت فقر میرے شفیع ہو جائیے۔ کیونکہ ساری خلق میں آپ کی غنا کا سب سے زیادہ میں ہی محتاج ہوں۔''

انا طامع بالجود منک و لم یکن   لابی حنیفه فی الانام سواک

ترجمہ: ''میں آپ کی بخشش کا حریص ہوں اور بجز آپ کے دنیا میں مجھ غریب کا (ابوحنیفہ کا) کوئی یار وغمگسار نہیں۔''

فلانت اکرم شافع و مشفّع   ومن التجی بحماک نال رضاک

ترجمہ: ''بلاشبہ آپ عنداللہ بزرگ تریں شفیع اور مقبول الشفاعت ہیں اور جو آپ کی پناہ میں آ گیا اس نے آپ کی خوشنودی کو پالیا۔

بحث تصرفات

قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بر تقدیر صحت شفاعت و سفارش کیا انبیاء کرام اور اولیاء کرام میں ایسے تصرفات اور مشکل کشائی کی قوۃ ہے کہ کسی کو جسمانی و روحانی طور پر فائدہ پہنچا سکیں۔ آڑے وقت کسی کے کام آئیں کیا ایسا کہیں ہوا بھی ہے بظاہر غیر ممکن اور مستبعد سا معلوم ہوتا ہے کیونکہ مرنے کے بعد اسباب و وسائل تعاون ختم ہو جاتے ہیں اور زندگی میں اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کیا ہوسکتا ہے وہی ہوتا ہے جو کہ منظور خدا ہوتا ہے۔ لہٰذا

تصرف کی حقیقت اور اس کا تاثر شرعی نقطہ نظر سے بیان کر دیا جاتا ہے تا کہ مسئلہ زیر بحث کی تکمیل ہو جائے۔ تصرف کا معنی یہ ہے کہ کسی کام کو کسی وجہ سے سرانجام دیا جائے اور یہ عقلی اور شرعی طور پر جائز ہے کیونکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے کسی کام کی تکمیل کرنا اور یہ امر بلا قباحت جائز ہے۔

سرور کائنات فخر موجودات جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے تصرفات

دیکھئے قرآن مجید میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں یوں وارد ہوا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْهِمْ.

ترجمہ: ”وہ لوگ کہ پیروی کریں گے اس بھیجے ہوئے غیب کی باتیں بتانے والے اُمی کی جسے لکھا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں، وہ انہیں حکم دے گا بھلائی کا اور روکے گا برائی سے اور حلال کرے گا ان کے لیے ستھری چیزیں اور حرام کرے گا ان پر گندی چیزیں اور اتارے گا ان سے ان کا بھاری بوجھ اور سخت تکلیفوں کے بھاری طوق جو ان پر تھے۔“

اس کلام پاک میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو تصرف امور شرعیہ میں عطا ہوا ہے اس کا بیان ہے کہ آپ امر بالمعروف نہی عن المنکر ستھری چیزوں کے حلال کرنے والے اور گندی چیزوں کو حرام کرنے والے اور باقی نا قابل برداشت بوجھ اتارنے والے سخت تکلیف کے طوق دور کرنے والے ہیں...... کیا صاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو امور شرعیہ میں قدرت وتصرف عطا فرمایا ہے جس کی وجہ سے آپ کو ان تصرفات کا جاری کرنے والا کہہ سکتے ہیں اسی طرح قرآن مجید نے آپ ﷺ کو مزکی مطہر معطی منعم تمام کائنات کا ہادی وغیرہ اوصاف سے نوازا ہے...... اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام و دیگر ابنیاء علیہم السلام کی طرف امور شرعیہ میں تصرف کرنے والے اور ان کو اپنی طرف منسوب کرنے والے مذکور ہے بلکہ ملائکہ کرام کی طرف یہ تصرفات منسوب ہیں جیسا کہ لِاَهَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا (ترجمہ) ”میں تجھے ستھرا بچہ دوں یہ جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو کہا تھا۔ اسی طرح قابض الارواح نازعات ارواح مدبرات امور و دیگر امور تکوینیہ میں ان کو متصرف اور کرنے والے بتایا ہے۔

ناظرین! قرآن مجید میں امور تکوینیہ وشرعیہ کو مجازی طور پر غیر کی طرف منسوب کرنا کس قدر صاف اور واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ پھر کس قدر بے سمجھی ہے کہ مجازی طور پر کسی فعل کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنے پر جھگڑا شروع کر دیا جائے۔ صحیح مسلم اور ابوداؤد میں

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رحمہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں رہا کرتا تھا کہ ایک رات آپ نے جب کہ میں نے وضو کے لیے پانی اور دیگر ضروریات بہم پہنچائیں تو آپ نے فرمایا یعنی مانگ کیا مانگتا ہے جس پر میں نے عرض کیا کہ مجھ کو جنت میں آپ کی رفاقت عطا ہو فرمایا بھلا اور کچھ عرض کی بس! مراد تو یہی ہے۔ فرمایا میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے اس میں آپ نے بلاتقلید و تخصیص کے فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ چنانچہ مولانا عبد الحق محدث رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں "از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بدست ہمہ و کرامت اوست، واو صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر چہ خواہد ہر کہ اخواہد باذن پروردگار خود دہد۔"

(ترجمہ) آپ فرماتے ہیں کہ سوال کے اطلاق سے کہ آپ نے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے کسی خاص مطلوب کو معین نہیں فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام آپ کی ہمت اور قدرت کے ماتحت کیے گئے ہیں کہ آپ جو چاہیں جس کو چاہیں مولا کریم کی اجازت سے عطا فرمائیں۔

اسی حدیث کے تحت علامہ علی القاری الحنفی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ یوخذ عن اطلاقه صلى الله عليه وآله وسلم الامر بالسوال انّ الله مكنه من اعطاء كل ما اراد من خزائن الحق. (ترجمہ) یعنی رسول کریم ﷺ نے جو مطلقاً کسی چیز کے مانگنے کا حکم دیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے جس کو چاہیں جو چاہیں دیں۔

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس قصیدہ بردہ میں جو کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کو خواب میں روبرو سنایا اور آپ نے اس کی انتہائی تحسین فرمائی۔ آپ کی شان میں فرماتے ہیں وان من جودك الدنيا و ضرقها ومن علومك علم اللوح والقلم (ترجمہ) دنیا و آخرت آپ کی بخشش کا نتیجہ ہے اور لوح و قلم کا علم آپ کے علم بے پایاں کا ایک قطرہ ہے۔

مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص ۹ میں ہے عن العرباض بن سارية

قالَ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ایحسب احدکم متکئا علی اریکته یظن ان الله لم یحرم شیئًا الاماقی هٰذا القراٰن الاوا نی والله قد امرت ووعظت ونهیت عن اشیاء انها لمثل القرآن اواکثر......اور دوسری حدیثوں میں یوں آیا ہے **وانما ماحرام رسول الله کماحرام الله** (ابوداؤد، دارمی، ابن ماجہ)

(ترجمہ) ''عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک روز ارشاد فرمایا کہ کیا کوئی تمہارا اپنی چھپرکٹ پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے یہ خیال کرتا ہے کہ شریعت میں وہی چیزیں حرام ہیں جن کی حرمت قرآن مجید نے بیان کی اور بس! خبردار بخدا میں نے اتنی چیزوں کے کرنے اور اتنی سے منع کیا ہے غالبًا وہ قرآن کی حلال اور حرام کردہ کے برابر یا زاید ہوں گی۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ میری حلال وحرام کردہ چیزیں ایسی ہی ہیں جیسا کہ قرآن کے حلال وحرام کردہ۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ میری حلال وحرام کردہ چیزیں ایسی ہی ہیں جیسا کہ قرآن کی حلال وحرام کردہ۔ اور تیسری حدیث میں اس کو سختی سے بیان فرمایا **لاالفین احدکم متکئا علی اریکته یاتیه الامرمن امری مماامرت به اونُهیت عنه فیقول لاادری ماوجدنافی کتاب الله اتبعناه** (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دلائل النبوۃ)

(ترجمہ) خبردار میں تم میں سے کسی کو اپنی چھپرکٹ پر تکیہ لگائے ہوئے کو یہ کہتا ہوا نہ پاؤں کہ جب اس کے پاس میرا امر یا نہی سے کوئی امر آئے تو وہ کہہ دے کہ ہم نہیں جانتے ہم کو جو قرآن میں ملا ہم اسکی اتباع کریں گے۔''

دیکھئے آپ نے شرعی تصرف سے انکار کرنے والے کو کس قدر ڈانٹا ہے اور یہ کہ آپ کے امرونہی کی حیثیت قرآن کی سی ہے اور اس کا ماننا عقلاً وشرعاً نہایت ضروری ہے۔ آپ کے امرونہی کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہے بلکہ اس سے مراد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے جو میں نے امرونہی کیا ہے جیسا کہ **وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی** کا بدیہی تقاضا ہے۔

امام احمد وابوبکر بن ابی شیبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور

انور ﷺ نے فرمایا کہ **اُعطیتُ مالم یعط احدمن الانبیاء قبلی نصرتُ بالرعب واعطیت مفاتیح الارض الحدیث** (ترجمہ) مجھے وہ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہ ہوا۔ رعب سے میری مدد کی گئی کہ مہینہ بھر کی راہ پر دشمن میرا نام پاک سنکر کانپنے لگتا ہے اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطا ہوئیں یعنی بالآخر میری امت زمین پر قابض ہو جائے گی۔

امام احمد اپنی مسند میں، ابن حبان اپنی صحیح میں، ابونعیم اپنی دلائل النبوۃ میں، حضرت جابر بن عبداللہ سے راوی کہ فرماتے ہیں **اوتیت بمقالید الدنیا علی فرس ابلق جاء نی بدجبرائیل علیہ قطیفة من سندس** (ترجمہ) حضرت جبرئیل علیہ السلام ابلق گھوڑے پر بہترین ریشمی لباس زیب تن کیے ہوئے دنیا بھر کی کنجیاں لیکر مری خدمت میں حاضر ہوئے...... یہاں پر بھی تصرف مراد ہے۔

ابن عبدربہ کتاب بہجۃ المحاسن میں راوی کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: **من عوفنی فقل عرفنی ومن لم یعرفنی فانا رضوان خازنالجنان ان اللہ امرنیان ادفع مفاتیح الجنة الی محمد وان محمدا امرنی ان دافعھا الی ابی بکرھا اشھدوھا. اشھدوا. الخ**

ترجمہ: ”جس نے مجھے جانا اس نے جانا اور جس نے نہ جانا تو میں رضوان داروغہ جنت ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جنت کی کنجیاں محمد ﷺ کو دے دوں اور محمد ﷺ کا حکم ہے کہ کنجیاں ابوبکر کو سپرد کر دوں ہاں ہاں گواہ ہو جاؤ ہاں ہاں گواہ ہو جاؤ۔“

مواہب لدنیہ میں امام احمد قسطانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **من خصائصه صلی اللہ علیه وآله وسلم ان کانَ یحض من یشاء بماشاء مِن الاحکام.** (ترجمہ) سید عالم ﷺ کے خصائص کریمہ سے یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ شریعت مطہرہ کے عام احکام سے جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرما دیتے ہیں۔

اسی طرح خصائص کبریٰ میں امام جلیل حضرت جلال الدین سیوطی نے فرمایا ہے اور ارشاد الساری صحیح بخاری میں بھی اسی طرح ہے۔ چنانہ ایک صحابی کو جس نے ماہ رمضان میں

بحالت روزہ اپنی بیوی سے مجامعت کا ارتکاب کر لیا تھا اس کو آپ نے کفارہ سے معافی دے دی اور دو من ۱۰ سیر کھجوریں بطور انعام مرحمت فرمائی۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت دو مردوں کے برابر کردی۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ان کے خاوند کے شہید ہونے پر صرف تین روز سوگ جائز قرار دے دیا۔ پھر نکاح کی رخصت عنایت فرمادی۔

ابو بردہ بن نیار کے لیے ششماہی بکری کا بچہ قربانی کے لیے جائز فرما دیا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خارش کے دفعیہ کے لیے ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت دے دی۔ اپنی مسجد میں اپنے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاتون جنت کے لیے جنابت کی حالت میں آنا و جانا حلال کر دیا...... سراقہ بن مالک کو سونے کے کنگن پہننے کی پیشگوئی فرما دی جو کہ عہد فاروقؓ میں پوری کر دی گئی...... قصیدہ بردہ شریف میں ہے: **نبینا الامرر الناهي فلا احد ابرنی قول لامنه ولانعم.** علامہ خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح شفا شریف نسیم الریاض میں اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں معنی **بیننا الامر انه لاحاكم سواه صلى الله عليه والهٖ وسلم فهو حاكم غير محكوم** (ترجمہ) یعنی حضور علیہ السلام کے سوا اور کوئی حاکم نہیں پس وہ محکوم نہیں بلکہ محض حاکم ہیں...... آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس ہزار اشرفی پر جنتی مکان فروخت کر دیا اور ضمانت اور ذمہ داری لے لی...... اسی طرح آپ نے ایک چشمہ بیر رومہ پینتیس ہزار روپیہ سے خرید کر حضور علیہ السلام سے ایک جنتی چشمہ کے بدلہ فروخت کیا اور آپ نے بچکر ذمہ داری لے لی۔ (ماخوذ از الامن والعلاء)

امام عصر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب انتباہ الاذکیاء فی حیات الانبیاء میں فرماتے ہیں۔ **النظر فی اعمال امته والا ستغفارلم من السيئات والدعا بكشف البلاتعنهم والتردد فى اقطار الارض لحصول البركت فيها و حضور**

جنازة من مات من صالحي امته فان هذه الامور من اشغاله کما وردبذالک الاحادیث والاثار. ترجمہ: ''یعنی یہ احادیث اور آثار سے ثابت ہے کہ آپ اعمال امت میں نظر فرماتے ہیں۔ ان کے گناہوں کو معاف کرانے اور بلاؤں کو دور کرنے کے لیے اور حدود زمین افادہ برکت کے لیے طواف فرماتے ہیں اور جب امت سے کوئی نیک آدمی فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شریک ہوتے ہیں اور عالم برزخ میں آپ کے اسی طرح کے اشغال ہیں جیسا کہ احادیث اور آثار میں مذکور ہے۔

تفسیر روح البیان سورہ ملک کے آخر میں لکھتے ہیں قال الامام الغزالی والرسول علیه السّلام له الخیار فی طواف العالم مع ارواح الصحابة رضی الله عنهم لقد راه کثیر من الاولیاء. (ترجمہ) امام غزالی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ تمام عالم میں مع ارواح صحابہ کے سیر کریں اور بہت سے اولیاء کرام نے حضور علیہ السلام کو (یعنی سیر کرتے ہوئے) بیداری میں دیکھا ہے۔

علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے تصرفات

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں آیت اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنَ کے ماتحت لکھتے ہیں۔ (ترجمہ) غیر اللہ سے مدد مانگنا اس طریق پر جس میں غیر پر کلی اعتماد کیا جائے اور مظہر عون الٰہی نہ سمجھا جائے حرام ہے اور اگر اس کا خیال محض جانب حق ہے اور اس کو مظہر عون الٰہی سمجھ کر خدا کے کارخانہ اسباب وحکمت پر خیال کر کے استمداد کرے تو یہ عرفان سے بعید نہیں اور شرع شریف میں اس قسم کی مدد طلب کرنا جائز اور روا ہے۔ اور انبیاء واولیاء نے بھی اس قسم کی مدد (غیر اللہ) کی ہے حقیقت میں یہ استعانت بالغیر نہیں بلکہ استعانت باللہ ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے مدد چاہنا کہ آپ ہماری مشکل کشائی بلحاظ عالم اسباب خود فرمائیں یا ہمارے لیے دعا کریں سفارش کریں یہ امر قطعاً جائز ہے اور یہ

استعانت بالغیر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہنی ہے۔

مدارج شریف میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضور پر نور ﷺ کی خصوصیات میں لکھتے ہیں۔ "وازاں جملہ آنست کہ دادہ شد آنحضرت راصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مفاتیح خزائن رزق وسپردہ شد بوے۔ مراداز خزائن اجناس عالم اس کی رزق ہمہ بوے داد مفاتیح خزائن رزق وقسمت آں دردست ایں سید کریم نہادند۔ **قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. انماانا قاسم و المعطی ھو اللہ** (ترجمہ) دینے والا اللہ تعالیٰ ہے میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں...... یعنی آپ کی خصوصیات میں سے بھی ہے کہ اجناس عالم کے رزق کے خزانوں کی کنجیاں اور اس کی تقسیم آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں دے دی گئی۔

امام محقق ابن حجر مکی اپنی کتاب الجواہر المنظم میں تحریر فرماتے ہیں۔ **انہ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ الاعظم الذی جعل خزائن کو مہ و موائد نعمہ طوع یدیہ و تحت ارادہ یعطی منھا من یشاء و یمنع من یشاء.** (ترجمہ) یعنی بلاشبہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے وہ خلیفہ اعظم ہیں کہ اپنی جودوکرم کے تمام خزانے اور اپنی نعمتوں کے تمام دسترخوان آپ کے زیر حکم واختیار کر دیئے ہیں جو چاہیں جس کو چاہیں دیں اور جو چاہیں جس کو چاہیں منع کر دیں۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے بھی پہلے یہی عقیدہ اپنی کتاب صراط مستقیم ص ۱۰۱ پر لکھا ہے کہ ہمچنیں اصحاب ایں مراتب عالیہ وارباب ایں مناصب رفیعہ ماذون مطلق درتصرف عالم مثال وشہادت می باشد وایں کبار اولی الایدی والابصار رامیرسد کہ تمامی کلیات راسوئے خود نسبت نمایند مثلاً ایشا نرا میرسد کہ بگویند از عرش تافرش سلطنت ماست: (ترجمہ) اسی طرح مراتب علیہ و مناصب رفیعہ کے ارباب واصحاب عالم مثال وشہادت میں ماذون مطلق ہوتے ہیں اور ان کو حق پہنچتا ہے کہ تمام کلیات کو اپنی طرف منسوب کریں مثلاً یہ کہیں کہ عرش سے فرش تک ہماری حکومت ہے۔ (خط کشیدہ الفاظ کو مکرر پڑھیئے)

آیۂ کریمہ **لالودفع اللہ الناس بعضھم ببعض** کے ماتحت علماء محققین نے

بہت سی روایات نقل کی ہیں جن میں سے ایک نقل کی جاتی ہے...... **عن عبادة بن الصامت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الابدال فی امتی ثلثون رجلاً بهم تقوم الارض و بهم تمطرون و بهم ینصرون ثم قال عبادة رضی الله تعالی عنه انی ارجوانیکون الحسن منهم.** (ترجمہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میری امت میں تیس ابدال ہیں انہی کے سبب سے زمین قائم ہے اور انہی کی برکت سے لوگ بارش برسائے جاتے ہیں اور انہی کی وجہ سے مدد اور فتح پاتے ہیں پھر حضرت عبادة رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مری امید ہے کہ (حضرت) حسن بصری انہی سے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں۔ حضرت امیر و ذریۃ طاہرہ او راتمام امت برمثال پیراں و مرشداں می پرستند وامور تکوینیہ رابایشاں وابستہ می دانند وفاتحہ درود وصدقات ونذر بنام ایشان رائج ومعمول گردید چنانچہ جمیع اولیاء اللہ راہمیں معاملہ است ص۳۹۶ (ترجمہ) حضرت امیر اور آپ کی اولاد پاک کو تمام امت پیروں کی طرح مانتی ہے اور امور تکوینیہ میں ان کو متصرف مانتی ہے اور ان کے نام پر نذر و نیاز وغیرہ دینا ایک عام رواج ہوگیا ہے جیسا کہ تمام اولیاء کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا ہے۔ (خط کشیدہ الفاظ کو ذرا ملاحظہ ہو)

اسی طرح تفسیر عزیزی ملفوظات مرزا مظہر تذکرۃ الموتی ہمعات صراط مستقیم جواہر خمسہ وغیرہ میں ہے۔ نواب صدیق خاں سے دیوان نفخ الطیب میں یوں منقول ہے۔ زمرہ رائے درافتاد بارباب سنن شیخ سنت مددے قاضی شوکانی مددے۔ (ترجمہ) ارباب سنن حیران ہیں اے شیخ سنت قاضی شوکانی مدد کرو۔

مولانا مولوی غلام حسین ہوشیاری پوری نے اپنی مسدس میں کیا خوب کہا ہے۔

ابنیاء اولیاء سب ہیں وسائل بالیقین
ہے تصرف ان کا عالم میں زرب العالمین
امر حق سے یہ کریں ہیں مقصد دنیاؤ دیں
بن خدا ان کو خود مختار جانے ہے العین
مت سن انکی مذہب سنت جماعت کو سنبھال
بدعتی مشرک لہالی سب کے سر پر ڈال
خود کہا مشکوۃ میں آں رحمۃ اللعالمین
شام میں ابدال ہیں چالیس برروئے زمیں

مظہر عون الٰہی ہیں بلاشک اولیاء　　جو کہے شرک اس مدد کو اس کو جانو بیحیا

ابنیاء اولیاء سب ہیں جو مقبول خدا

مانگنی ان سے مدد حصن حصین میں ہے روا

مولوی محمود حسن صاحب مولوی رشید احمد صاحب کے مرثیہ ص ۱۰ پر فرماتے ہیں۔

قاسم حضرت امداد کو مرنے نہ دیا　　بلکہ زندہ ہی رکھ سب کو علی وجہ اتم

علیٰ ہذا القیاس مولوی محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند حاجی امداد اللہ صاحب۔ مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ علماء دیوبند وغیرہ کے اقوال پہلے گزر چکے ہیں جن سے یہ تصرف روز روشن سے زیادہ ثابت ہوتا ہے کہ کہ مولوی رشید احمد صاحب کو کیا کچھ بنا دیا ہے اور مادی وردحانی تصرف حتیٰ کہ موت وحیات کو ان کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ اشغال وتصرفات تاحال بلکہ تا قیامت باقی رہیں گے اور ان تصرفات کا درست ہونا مولوی محمود حسن صاحب اور ان کے ہم خیال دیوبندی حضرات سب کو مسلم ہے۔ ہذا ہوا المراد۔

مکتوبات امام ربانی ہشتاد و دوم دویست جلد اول میں فرماتے ہیں: ''امروز درحلقہ بامدادمی بینم کہ حضرت الیاس وحضرت خضر علیہما السلام بصورت روحانیاں حاظر شدند وبہ تلقی روحانی حضرت خضر فردند کہ ما از عالم ارواحیم حضرت سبحانہٗ وتعالیٰ ارواح مارا قدرت کاملہ عطا فرمودہ است کہ بصورت اجسام متمثل شدہ کارہائے کہ ازاجسام بوقوع می آیند از ارواح ماصدور می یابند۔

(ترجمہ) آج حلقہ میں صبح کے وقت میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علی نبینا وعلیہم السلام صورت روحانیوں میں حاضر ہوئے اور روحانی القا سے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالم ارواح سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ارواح کو قدرت کاملہ عطا فرمائی ہوئی ہے کہ اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر دنیا کے ان کاموں کو سرانجام دیں جو کہ ظاہری اجسام سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہدیۃ المہدی ص ۶۱ پر ہے۔

معزز ناظرین! ان مذکورہ بالاحوالجات سے ثابت ہوا کہ حضور پرنور سید یوم النشور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کائنات عالم میں مختار ہونا خزائن پر قبضہ ہونا اور عالم کے کلیات و جزئیات کا زیر قدرت ہونا وغیرہ محققین اعلام اور علماء فہامؒ نے اس کثرت سے بیان فرما دیا ہے کہ وہ حد تواتر کو پہنچ چکا ہے۔ آپ یہ مشتے نمونہ از خروار پر کفایت فرما لیجئے۔ یہ بھی ایماندار کے لیے از بس کافی ہے۔

نیز اسی طرح اولیاء اقطاب، اغواث، اوتاد، مجددین وغیرہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمرہ خواص میں سے ہیں وہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارادے کے موافق ہر طرح دینے لینے میں مختار ہوتے ہیں۔ ایسے حضرات کا تذکرہ تفصیلی طور پر ناممکن سا معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم یہاں صرف ایک بزرگ مستند و مسلم کا ارشاد تحریر کرتے ہیں جس کی کراماتیں اتفاقی طور پر مسلم ہیں۔ یعنی حضرت قطب ربانی غوث صمدانی شہباز لامکانی سیدنا سندنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ...... آپ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

وولانی علی الاقطاب جمعا	فحکمی نافذ فی کل حالی
مجھے تمام قطبوں پر فضیلت بخشی گئی ہے	پس میرا ہر وقت و ہر حالت حکم جاری ہے
بلادُ الله ملکی تحت حکمی	ووقتی قبل قلبی قد صفالی
اللہ کے تمام ملک میرے حکم کے ماتحت ہیں	اور میرا دل و جان صفا و مصفا فرما دیا ہے
نظرت الی بلاد اللهِ جمعاً	کخردلة علی حکم اتصالی
میں اللہ کے تمام ممالک اسطور ملاحظہ کرتا ہوں	جیسے ہتھیلی پر رائی کا دانہ

ناظرین کرام! کتاب وسنت وغیرہ کی روشنی میں شرعی نقطہ نظر سے شفاعت کا مفہوم اور اس کی حقیقت بیان کر دی گئی ہے جو کہ ایسے شخص کے لیے زیادہ سے زیادہ حد تک اطمینان قلب کا موجب ہو سکتی ہے جو کہ کتاب وسنت وغیرہ کو بدل و جان تسلیم کرتا ہے جیسا کہ روئے سخن ایسے حضرات سے ہی ہے۔ رہا ضد اور کج فہمی کا معاملہ سو اس کے لیے ہزاروں دفتر بھی مفید نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اب ہم ادلہ عقلیہ سے بھی شفاعت کی حقیقت اور اس کے جواز پر روشنی ڈالی جاتی ہے تاکہ عقلی اور نقلی طور پر یہ مسئلہ شفاعت پایہ تکمیل تک پہنچ جائے۔ واللہ الموافق

ادلہ عقلیہ سے شفاعت کا ثبوت

(۱) عالم آخرت دنیا کا نمونہ ہے اور عالم دنیا آخرت کا اور دنیا میں عرف عام یہ ہے کہ بادشاہوں اور اصحاب اقتدار کے مقرب بارگاہ حضرات مجرموں کی سفارش کر کے انہیں چھوڑا لیتے ہیں اور اس کو برا محسوس نہیں کیا جاتا بلکہ ان کا یہ فعل قابل تعریف سمجھا جاتا ہے لہٰذا قیامت میں مقبولان بارگاہ رب العزت اگر کسی مجرم کی شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کی شفاعت قبول فرما کر مجرم کو معاف کر دے تو کونسی بری بات ہے؟ بلکہ یہ اسکی رحمت کے شایان شان ہے۔ ہاں کافر اور مشرک جو کہ کفر و شرک پر دنیا میں مر گیا اسکی قطعاً شفاعت نہ ہوگی اور نہ ہی اسکی شفاعت کی کوئی جرأت کرے گا کیونکہ وہ حکومت الٰہیہ کا منکر اور باغی ہے اور بغاوت کو معاف نہیں کیا جاسکتا اور یہی وجہ ہے کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرما دیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ مشرک کو اللہ ہرگز معاف نہ کرے گا۔

(۲) کبھی بادشاہ اپنے پیاروں اور عزیزوں کو عزت افزائی کے لیے ان کے واسطے سے کسی کو کچھ دلواتا ہے تاکہ انکی لوگوں میں عزت ہو اور ان کے دلوں میں ان کا احترام و اعزاز ہو۔ اسی طرح مولیٰ کریم اپنے محبوبوں اور پیاروں کی خاطر لوگوں پر رحم و کرم فرمائے گا تاکہ ان کی عزت و وقار ظاہر ہو جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے۔ بِھِمْ یُرْزَقُوْنَ وَبِھِمْ تُمْطَرُوْنَ ان کی وجہ سے تم رزق دیئے جاتے ہو اور انہی کی وجہ سے تم پر بارش برسائی جاتی ہے۔

(۳) اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ رزاق شافی خالق مُحی ممیت غفار وہاب ہے مگر احسانات و انعامات میں وسائل اور اسباب کا طریقہ اختیار فرماتا ہے۔ مالداروں کے ذریعہ رزق طبیبوں کے واسطے سے شفا عطا فرماتا ہے اسی طرح بلاشبہ اللہ تعالیٰ غفار و وہاب ہے لیکن اپنے

محبوبوں کے صدقہ اور مقربین بارگاہ کے ذریعہ مجرموں کے بروز قیامت گناہ معاف کرے گا۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب ذکر الیمن میں حدیث ہے کہ شام میں چالیس ابدال رہتے ہیں جن کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں اور اعداء دین پر فتوحات حاصل ہوتی ہیں اور اہل شام سے عذاب کے ٹل جانے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

(۴) اگر شفاعت بے معنی ہے تو نماز جنازہ نہ ہونی چاہئے کیونکہ وہ بھی شفاعت ہی ہے کہ سامنے رکھ کر مسلمان اس کی سفارش کرتے ہیں اور بچے کو اپنا شفیع بناتے ہیں نیز شفاعت بالاذن بھی نہیں ہونی چاہئے کیونکہ اس سے بقول منکرین گناہوں پر جرأت پیدا ہوتی ہے اور دینی جذبات کمزور پڑتے ہیں اور صدق وخلوص اور ایثار وغیرہ اوصاف عالیہ اور اخلاق حسنہ کے ناپید ہونے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔

(۵) نیز جب کہ وہ مولائے کائنات انتہائی طور پر مہربان ہے اور اس کی رحمت بے پایاں ہر چیز پر غالب ہے پھر اس نے جب کہ افراط وتفریط کی وجہ سے اپنی رحمت سے مایوس ہونے سے منع بھی فرمایا ہو اور بے انداز مجرموں کو کسی نہ کسی بہانہ سے معافی بھی دیدی ہو۔ مشہور ہے کہ رحمت حق بہانہ میجوید، اور آئندہ مغفرت اور احسانات کرنے کی امید بھی دلائی ہو تو پھر کسی مجرم کا جب کہ وہ دولت ایمان کے ساتھ دنیا سے مسافر ہوا ہو گو کتنا ہی اس کا جرم ہو اس کی بے انتہا رحمت کے بالمقابل وہ محض لاشی اور عدم کے برابر ہے اگر وہ بحسب وعدہ معاف کر دے تو تعجب کی کیا بات ہے؟ اور یہی وجہ ہے کہ اس کی غیر محدود رحمت کے پیشِ نظر گناہ کی کچھ حقیقت نہیں بلکہ یہ کرم بخشی اس کی شایان شان ہے۔ حدیث شریف میں یوں آیا ہے کہ جب شفاعت کرنے والے سب کے سب شفاعت کر چکیں گے تو رب تعالیٰ فرمائے گا لو اب ہماری باری آئی تو ایک لپ جو اس کی شان کے لائق ہے بھر کر جہنم سے مجرموں کو نکال کر جنت میں داخل فرمائے گا اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو خدا کے ہاں مومن تھے مگر شریعت میں کافر تھے کہ انہوں نے کسی کے روبرو

اپنے مسلمان ہونے کا اقرار ہی نہیں کیا جیسا کہ زمانہ فترت کے لوگ موحدین اور وہ لوگ جن کے دل میں ایمان تھا مگر زبان سے اقرار کا موقعہ نہ ملا اور ہوسکتا ہے کہ ابوطالب بھی اسی لپ میں داخل ہوں کیونکہ وہ دل سے رسالت کے قائل تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاطر بظاہر ایمان نہ لائے تا کہ میری اعانت سے کفار آپ کو زیادہ دکھ وایذا نہ پہنچا سکیں۔

شفاعت اور خوارج ومعتزلہ

ناظرین کرام! شفاعت کا جواز بلکہ اس کا واقع ہونا گذشتہ اوراق میں آیات و احادیث صحیحہ وغیرہ کی روشنی میں روز روشن سے بھی زیادہ ثابت ہوگیا اور یہی اہلسنّت والجماعت کثرہم اللہ سواد ہم کا مذہب صحیح ہے اور عقل وفکر سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے لیکن اسلامی فرقوں سے فرقہ خارجیہ اور معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے۔

فرقہ خارجیہ وہ گروہ ہے جنہوں نے حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ برحق کی خلاف کا انکار کر دیا اور آپ کی سخت مخالفت کی حتی کہ آپ کو دشمن اسلام سمجھ کر آپ سے جنگ کی جس میں کئی ہزار خارجی مارے گئے اور باقیماندہ نے توبہ کی۔

فرقہ معتزلہ وہ گروہ ہے جو اہلسنّت سے بعض عقائد و اعمال کی وجہ سے علیحدہ ہوگیا مثلاً ان کا عقیدہ ہے کہ جو فعل بندہ کرتا ہے اس کا وہ خود خالق ہے جو حکم عقل کے خلاف ہو گو شریعت اس کا حکم دے وہ ناقابل عمل ہے مثلاً قبر کا حساب کتاب۔ وزن اعمال۔ پلصراط۔ کتاب اعمال شفاعت جنت ودوزخ کا اب موجود ہونا وغیرہ ان کے ہاں سب ناقابل تسلیم حقائق ہیں۔

خوارج اور معتزلہ کے دلائل

(۱) مجرم کی شفاعت اور اس کی عفو ناجائز ہے اور آیات واحادیث وعید یعنی وہ آیات و احادیث جن میں نافرمانوں اور مجرموں کو بدکرداری کا خمیازہ بھگتنے پر زجر وتنبیہ کی گئی ہے مثلاً

جان بوجھ کر ایک نماز ترک کرنے پر اسی حقبے تک دوزخ میں ڈالا جائے گا اور جو کسی کو بلاوجہ قتل کرے تو قاتل ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا وغیرہ مجرموں کو سزا و عذاب دینے پر دلالت کرتی ہیں پیش کرتے ہیں اور عقلی طور پر بھی جرم کی سزا دینا واجب اور ضروری ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّاتَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَایُقْبَلُ مِنْھَا شَفَاعَۃٌ دوسری آیت میں ماللظلمین مِنْ حمیم ولاشفیع یطاع (ترجمہ) اُس دن سے ڈرو جس میں کوئی نفس کسی نفس سے کفایت نہیں کرے گا...... اور ظالموں کے لیے کوئی دوست اور شفاعت کرنے والا نہ ہوگا۔ مگر یہ دلیل درست نہیں اور اس سے شفاعت کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔

اوّل اس وجہ سے یہ دلیل غلط ہے کہ یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب آیت کا مطلب یہ ہو کہ ہر مجرم کو مومن ہو یا کافر سزا دی جائے گی مگر یہ غلط ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس سے صرف کافر مراد ہو نہ مومن اور اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ مراد سب مجرم علی العموم ہیں، مومن ہوں یا کافر تو یہ تب ہوسکتا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہو کہ مجرموں کو ہر زمانہ میں عذاب ہوگا مگر یہ درست نہیں ہوسکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ ایک خاص زمانہ میں شفاعت کے کسی حق میں قبول نہ ہوگی جیسا کہ وہ زمانہ جس میں کسی کو شفاعت کی اجازت نہ دی جائے گی جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّابِاِذْنِہٖ اور اگر یہ مان لیں کہ نفی شفاعت کا حکم ہر زمانہ کے لحاظ سے ہے تو یہ تب ہوسکتا ہے جب کہ مراد یہ ہو کہ کسی حالت میں شفاعت قبول نہ ہوگی مگر یہ غلط ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مطلب یہ ہو کہ ایک خاص حالت میں کسی کی شفاعت قبول نہ ہوگی جیسا کہ دربار الٰہی سے دخول نار کا حکم مجرموں کے لیے قطعی طور پر صادر ہو جائے اور اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ مراد آیت سے یہ ہے کہ کسی حالت میں بھی شفاعت قبول نہ ہوگی۔ تو جواب یہ ہے کہ وہ آیات واحادیث جو کہ وعید پر دلالت کرتی ہیں ان سے مراد صرف کفار ہیں اور مومن مجرم ان میں داخل نہیں ہیں کیونکہ ان کی تخصیص کفار کے ساتھ اگر نہ کی جائے تو ان میں اور آیات واحادیث میں جو کہ مجرموں کی شفاعت کے درست اور صحیح ہونے کو بیان کرتی

ہیں تعارض اور اختلاف پیدا ہوگا جو کہ قرآن میں ناجائز اور ممنوع ہے۔

نیز اس طور پر آیات واحادیث کا اختلاف دور کرنا درست نہیں جیسا کہ معتزلہ نے کہا ہے کہ آیات واحادیث واجماع جو کہ مجرم کی شفاعت کے صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان سے مراد یہ ہے کہ مجرم کے صغیرہ توبہ اور بلاتوبہ اور کبائر توبہ کے بعد معاف ہوسکتے ہیں اور کبیرہ بلاتوبہ معاف نہیں ہوگا اور شفاعت معافی کے لیے نہیں بلکہ زیادتی ثواب کے لیے ہوگی اور وجہ نادرست ہونے کی یہ ہے۔ اوّل یوں کہ توبہ کرنے والا اور صغیرہ جب کہ وہ کبیرہ سے بچتا رہے قطعی طور پر عذاب کے مستحق نہیں تو عفو اور معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور آیات و احادیث سے جو شفاعت ثابت ہوتی ہے وہ عذاب سے درگذر کرنے کے لیے ہے نہ کہ زیادتی ثواب کے لیے کما یظہر بالتامل...... اور دوم یوں بھی درست نہیں کہ اگر معتزلہ وغیرہ کی نفی شفاعت پر دلیلیں صحیح مان لی جائیں تو شفاعت کا وجود ہی ثابت نہیں ہوتا تو شفاعت کو زیادتی ثواب کے لیے تسلیم کرنا محض بے فائدہ اور باطل ہے اور اگر ان میں کسی طرح کی تخصیص کریں تو وہ بلادلیل اور خلاف ظاہر ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں سوم یوں بھی کہ معتزلہ کی دلیلیں عام ہیں جو کہ ہر طرح سے شفاعت کی نفی کرتی ہیں اور ہماری دلیلیں خاص ہیں کہ بعض کے لیے شفاعت ثابت کرتی ہیں اور بدیہی بات ہے کہ خاص کو عام پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

شفاعت اور مولوی اسمٰعیل صاحب تقویۃ الایمان

تقویت الایمان مؤلفہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے جو کہ درحقیقت کتاب التوحید مؤلفہ محمد ابن عبدالوہاب نجدی کا ترجمہ ہی ہے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ شفاعت کے قائل نہ تھے یعنی پہلے گو قائل تھے لیکن آخر کار شفاعت کے منکر ہوگئے اور نہ ہی کسی طرح کے تصرف کے معتقد رہے۔ تقویۃ الایمان کی حسب ذیل عبارات سے یہ امر بالکل واضح ہوجاتا ہے۔

(۱) تقویت الایمان ص ۲۲ پر ہے۔ ”جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں (حالانکہ اللہ کا دیا ہوا اختیار تصرف دلائل سے ثابت ہے جیسا کہ گذر چکا ہے)

(۲) اور اسی کے ص ۱۰ پر ہے۔ ''ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہئے کہ اپنے تمام کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے کیا کام جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہوں سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہم کو کسی بات میں دین کی ہو یا دنیا کی کسی اور شخص کی ضرورت نہیں گو وہ نبی ہو یا غیر امام ہو یا ولی اور یہ بھی مفہوم ہوا کہ اللہ کے دربار میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا احترام و اعزاز کچھ بھی نہیں۔ (معاذ اللہ) حالانکہ کتاب وسنت میں یہ حکم ہے کہ تم کو اللہ والوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

(۳) اسی کے ص ۱۶ پر ہے۔ ''اس کے دربار میں تو یہ حال ہے کہ جب وہ کچھ حکم فرماتا ہے تو وہ سب رعب میں آ کر بے حواس ہو جاتے ہیں (یہ صراحۃً سخت بے باکی ہے کہ نبی ہو یا فرشہ اللہ تعالیٰ سے حکم پاتے وقت وہ بے حواس ہو جاتے ہیں اور ان کو کچھ پتہ ہی نہیں رہتا کیونکہ وہ پھر جب سمجھے ہی نہیں تو تبلیغ کسی بات کی کریں گے۔)

(۴) اور اسی کے صفحہ ۲۲ پر یوں لکھا ہے کہ ''رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔'' (یہ بالکل غلط ہے کیونکہ محبوبان الٰہی کا حکم اللہ کا حکم ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل گزر چکی ہے)

(۵) اسی کے ص ۱۵ و ۱۶ پر ہے اور جیسے زبردست کے ہوتے ہوئے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کے لیے ثابت رکھے۔'' (یہ عنوان سراسر بے ادبی او بیبا کی ہے)

(۶) اسی کے ص ۸ پر ہے۔ ''اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے'' (یہ سخت گستاخی ہے کیونکہ بڑی مخلوق

ابنیاء کرام علیہم السلام اولیاء کرام ملائکہ عظام ہی ہیں جن کی اللہ نے بڑی شان بنائی ہے)

(۷) اسی کے ص ۳۱ پر ہے ''سبحان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات کے سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہوگئے۔'' (یہ کس قدر بے جا جرأت ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام سب مخلوق سے قوی واعلی ہوتے ہیں اور یہ کہنا کہ ایک گنوار کی بات سن کر بے حواس ہوگئے بڑی سخت گستاخی ہے جو کہ حرام ہے)

بہر حال تقویت الایمان کی ان عبارتوں سے صاف طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام و دیگر مقربان خداوندی کی دربار الٰہی میں کوئی عزت نہیں وقار نہیں اختیار اور تصرف نہیں انبیاء قبر وقیامت میں محض عاجز اور بے طاقت ہیں۔ ان سے ہمارا کوئی مقصود حاصل نہیں ہوتا اور ان کے ذریعہ کوئی کامیابی نہیں ہوتی اور اللہ کے دربار میں وہ سفارش کیا کریں گے۔ وہ تو خود ہی مرعوب اور بے حواس ہو جاتے ہیں۔ ہم کو ان سے کوئی واسطہ نہیں وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین کرام! آپ پر یہ واضح ہوگیا کہ ان خیالات کے ماتحت شفاعت کے جواز کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور یہ ثابت ہوگیا کہ مولوی اسماعیل صاحب اور ان کے پیروکار شفاعت کے قائل نہیں اور یہ ان کا عقیدہ جمہور اہل اسلام کے بالکل برخلاف ہے بعض کے نزدیک یہ تاویل ہے کہ غالباً مولوی اسماعیل نے تشدد اور زجر وتوبیخ کے طور پر ایسا لکھا ہے اور غلطی یہ کی کہ عبارات ایسی تیز اختیار کیں جن سے خلافِ ادب کوائف پیدا ہوئے حتی کہ مقربان الٰہی کے اعزاز واحترام میں غیر مہذبانہ الفاظ صادر ہوئے جو کہ ایماندار کی شان سے بعید ہے اور طرہ یہ کہ اس پر وہ آیات واحادیث بھی چسپاں کر دیں جو کہ نفی شفاعت پر دلالت کرتی تھیں اور انتہائی غلو اور بے جا جسارت سے معنوں میں کیا سے کیا کر دیا حالانکہ آیات و احادیث میں اس شفاعت کی نفی ہے جو کہ قہر وجبر اور بطریق دھونس و اضطرار ہو نہ کہ اس

شفاعت کی نفی جس کی اجازت ہو یا محبت یا وجاہت کی بنا پر دربار الٰہی میں التجا کی جائے۔اسی لیے ہدیۃ المہدی میں ص ۱۹ پر یوں لکھا ہے۔

قال الشوکانی من اصحابنا لاخلاف فی جواز الاستعانه والا ستغاثة بالمخلوق فیما یقدر علیه اماما لایقدرعلیه الا الله فلایستعان والایستعان فیه الابه وهو المراد فی قولهٖ ایّاکَ نعبد و ایک نستعین و بهذا ظهوان من اصحابنا من زعم ان مطلق الاستعانة والا ستغاثة لغیر الله شرک فقد غلاوتجاوز الحدنعوذ بالله من الغلووالافراط الخ

ترجمہ:''علامہ شوکانی جو کہ ہمارے اصحاب سے ہیں نے کہا ہے مخلوق سے مقدورات میں استعانت و استغاثہ جائز ہے ہاں غیر مقدورات میں صرف اللہ ہی سے جائز ہے لہٰذ غیر مقدورات میں اللہ ہی سے استغاثہ کیا جائے گا اور یہی ایک نستعین سے مراد ہے اور اس سے ظاہر ہوگیا کہ ہمارے احباب سے جس نے غیر اللہ سے مطلقاً استغاثہ مقدورات ہوں یا غیر مقدورات ناجائز قرار دیا ہے قطعاً اس نے غلو کیا ہے اور حدود شرعیہ سے تجاوز کی ہے اللہ تعالیٰ ایسے غلواور افراط وتفریط سے پناہ میں رکھے۔''

ہدیۃ المہدی ص ۷۷ پر ہے۔ غیران هٰذا الشفاعة شفاعة عبدالی مولاه باذانه و رضانه و امره وایمائه لاشفاعة و جاهة وقوة بحیث یکون المشفوع عنده مرعوبا من الشافع او مجبوراً علی قبولها کشفاعة عمائد السلطنة وامراء الملک الی ملوک الدنیا و الکتاب ناطق نبغی الشفاعة واثباتها فالمنفیة هی الشفاعة الثانیة والمثبتة هی الاولیٰ. (ترجمہ) اور یہ شفاعت مقبولہ وہ ہے جو کہ مولیٰ کی اجازت ضا ارادہ سے مولیٰ سے التجا کی جائے وہ شفاعت نہیں جو کہ مولیٰ سے بزور منوائی جائے اور شفاع سے مجبور یا مرعوب ہوکر مشفوع مان لے جیسے دنیا میں ارکان دولت منوا لیتے ہیں۔ پس کتاب میں دوسری کی نفی ہے اور پہلی کا اثبات۔

اسی کے ص ۴۳ پر ہے: الشفاعة التی تثبت من الشرع هی شفاعة عبد

ضعیف متضرع الی ربہٖ باذنِہٖ و رضائہ و اشارتہ وایمائہ والتی نفاھا اللہ تعالیٰ فی مواضع من کتابہ ھی الشفاعۃ الاولی بحیث یصیر المشفوع عندہٗ مجبوراً علی التشفع و مشرکوا العرب کانوا یعتقدون ھذہ الشفاعۃ لالھتھم حیث قالو ھٰولاء شفعاؤنا عند اللہ ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ (ترجمہ) اور وہ شفاعت جو کہ شریعت میں جائز ہے وہ یہ ہے کہ اپنے رب کے روبرو اس کی اجازت وغیرہ سے التجا کرے اور وہ شفاعت جس میں مشفوع ماننے پر مجبور ہو جائے وہ ناجائز ہے اور مشرکین عرب بھی دوسری شفاعت کا یقین رکھتے تھے کہ ہمارے معبود زبردستی چھڑالیں گے۔ جیسے ان کا یہ قول کہ یہ ہمارے معبود اللہ کے دربار میں ہمارے شفیع ہیں اور ہم ان کی محض اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ ہمارا دربار خداوندی میں قرب ہو اس پر واضح دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح اسی کتاب کے ص۲۶ پر لکھا ہے۔ **شدد بعض اخواننا من المتاخرین فی امر الشرک وضیق دائرۃ الاسلام و جعل الامور المکروھۃ او المحرمۃ شرکافَاِن کان غرضہ من ھذا الشرک العملی اعنی الشرک الاصغرا وسدالذ رائع فاللہ یغفرلہ ویعفوعنہ والافھو غال و مشدد فی الدین وقال اللہ تعالیٰ "لاتغلوا فی دینکم" والتشدید فی الدین سیماء الخوارج المارقین الناکثین. الخ** (ترجمہ) ہمارے بعض متاخرین اصحاب نے معاملہ شرک میں بڑا تشدد اختیار کر رکھا ہے اور دائرہ اسلام کو تنگ کر دیا ہے کہ امور مکروہہ یا محرمہ کو شرک قرار دیا ہے اگر اس کی غرض اس تشدد سے شرک اصغر یا سدباب کے لیے ہے تو اللہ ان کو معاف کرے ورنہ وہ دین میں سخت غالی اور متشدد فی الدین ہیں اور قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دین میں غلومت کرو اور تشدد فی الدین ان خارجیوں کی علامت ہے جو کہ دین سے خارج اور عہد شکن ہیں۔

خلاصہ یہ کہ متاخرین اہلحدیث سے بعض نے شرک کے مفہوم سمجھنے میں تشدد کیا اور دائرہ اسلام کو تنگ کر دیا یعنی ان کے اس تشدد سے بے تعداد مسلمان مشرک سمجھے گئے اگر ان کی غرض اسی تشدد سے سدباب ہے کہ مبادا ایسے اشخاص حقیقی مشرک نہ ہو جائیں۔ اسی وجہ سے

غیر شرک کو شرک کہہ دیا ہے تو ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے ورنہ غلو فی الدین ہے جو کہ ممنوع ہے اور خارجیوں کی علامت ہے۔

اس جگہ حاشیہ پر مرقوم ہے جیسا کہ ابن الوہاب کی کتابوں اور اس کے بیٹے محمد اور اس کے پوتے عبداللہ بن محمد کی ان کتابوں سے ظاہر ہے جو کہ مکہ معظمہ کی طرف سے بھیجی گئی تھیں اور ان کتابوں کے اکثر امور میں مولوی اسماعیل نے اپنی کتاب تقویت الایمان میں تقلید کی ہے۔ اور اس کتاب میں لکھ کر ان کو ضروری العمل قرار دیا ہے اور فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل ص ۱۱۱ پر ہے۔ محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں اور ان کے عقائد عمدہ تھے (اور تقویت الایمان کتاب التوحید کی مظہر اور ایک عکس ہے تو ثابت ہوا کہ تقویت الایمان کے جملہ مسائل وہابیت کے ہیں)

ہدیۃ المہدی ص ۳۷ پر ہے۔ ''وَاخطأ من اصحابنا الشیخ اسماعیل الدهلوی حیث جعل اقسام الشرک کلها غیر مغفورة وادخل فیه الشرک فی العادة ایض...... واما التسمیة بغلام علی و بغلام حسین و غلام محی الدین غلام محمّد غلام غوث و امثالها فجائزة بلاکراهة ومن کو مها من اصحابنا اوجعل هذا التسمیة شرکا اکبر فقط اخطأ.

(ترجمہ) اور ہمارے احباب سے اسماعیل دہلوی نے سخت غلطی اور خطا کی ہے کہ شرک کی جملہ اقسام اکبر ہوں یا اصغر سب کو شرک نا قابل عفو (یعنی شرک اکبر قرار دیا ہے اور شرک فی العادۃ کو بھی شرک اکبر میں داخل کر دیا ہے۔ بہرصورت کسی کا نام غلام علی، غلام حسین، غلام محی الدین، غلام محمد، غلام غوث اور ان کی امثال سو بلا کراہت جائز ہیں اور ہمارے جن دوستوں نے ان کو مکروہ سمجھا اور اس قسم کے ناموں کو شرک اکبر قرار دیا ہے اس نے سخت خطا کی ہے۔

ان عبارات سے کیا ثابت ہوا؟

(۱) اہلحدیث غیر مقلدین سے بعض افراد مثلاً مولوی اسمٰعیل وغیرہ نے مطلقاً استعانت کو منع کرنے میں غلو اور تجاوز سے کام لیا ہے۔

(۲) شریعت میں شفاعت بطریق دھونس و رعب ممنوع ہے نہ کہ ہر طرح سے جس نے مطلقاً شفاعت کو منع کیا ہے اس نے شرعی حدود سے تجاوز کیا ہے۔

(۳) جس شفاعت کے کافر قائل تھے وہ بطریقہ قہر و جبر تھی جو ناجائز ہے۔

(۴) بعض اہل حدیث نے مثلاً مولوی اسماعیل، عبدالوہاب، عبداللہ بن محمد وغیرہ بعض مکروہ و حرام چیزوں کو شرک اکبر میں داخل کرتے ہوئے دائرہ اسلام کو تنگ کر دیا ہے اور بیشمار مسلمانوں کو مشرک اور کافر بنا دیا ہے اور جس نے تمام اقسام شرک کو شرک اکبر کہ جس سے انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے میں داخل کر دیا ہے۔

(۵) اور اسلام کو کفر اور حلال کو حرام بنایا ہے اور جائز کو ناجائز کیا ہے اور شریعت پر بہتان باندھا ہے۔

(۶) شرک اصغر اور امور مکروہ و محرمہ کو شرک اکبر میں داخل کرنا غلو فی الدین اور سخت خطا اور تجاوز حدود شرعیہ ہے۔

(۷) غالی و متشدد فی الدین ہونا خارجیوں کی علامت ہے اور خارجی وہ ہوتے ....

شرک اصغر کو شرک اکبر میں داخل کرنے کا اقرار

ارواح ثلثہ ص۸۱ پر مصنف ارواح ثلثہ لکھتے ہیں کہ علماء کے اجتماع میں مولوی اسماعیل صاحب نے تقویۃ الایمان کے متعلق فرمایا۔ "کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز لفظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی (یعنی اسلام سے خارج کرنے والا شرک) لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی اگر میں یہاں

رہتا تو ان مضامین کو آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے وقت عزم جہاد ہے اس لیے میں اس کام سے معذور ہو گیا...... اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں اس لیے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے۔ گو اس سے شورش ہو گی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب سے متعلق تحریر سے کیا ثابت ہوا

(۱) تقویۃ الایمان میں تیز لفظ استعمال کیے گئے ہیں (غالباً مراد یہ ہے کہ جہاں جہاں بے ادبی اور گستاخی ظاہر ہوئی ہے)

(۲) اس میں تشدد اور غلو کا طریقہ بھی استعمال کیا گیا ہے کہ شرک اصغر کو شرک اکبر بنا دیا گیا۔ یعنی شرک اصغر کو بھی کفر اور بے دینی کہا گیا اور بے شمار مسلمانوں کو کافر بنا دیا گیا۔

(۳) تقویت کے مسائل سے ایک مذہبی ہنگامہ اور شورش پیدا ہو گی (جس سے ایک دوسرے کے خلاف کفر شرک کے فتوے صادر ہوں گے)

(۴) تقویت کے مندرجات جمہور اہلسنّت والجماعت بلکہ اسلامی اکثریت کے بالکل برخلاف ہیں۔

(۵) تقویت کے مضامین کچھ ایسے پیچیدہ اور مجمل ہیں کہ خود مصنف کو ان کی صفائی میں آٹھ دس سال لگ جاتے۔

(۶) تقویت لکھ کر ایک شورش کا سامان مہیا کرنے کے بعد فوراً چل دیئے۔

(۷) امت مصطفیٰ ﷺ کو مبتلا اور پریشان کرنے کے بعد حج کا ارادہ کیا گیا۔ سبحان اللہ کتنے ثواب کا کام ہے اور کیسی اچھی تمہید کے بعد ہوا۔

(۸) مواد شورش پیدا کرنے کے بعد حج کا ارادہ اور اس کے بعد عزم جہاد غالباً اس سے یہی جہاد معلوم ہوتا ہے جو کہ اس شورش کو دبانے کے لیے کیا جانا تھا مگر قدرت کو یہ

عزم جہاد کسی وجہ سے منظور نہ ہوا۔

(۹) اس سے معلوم ہوا کہ جو حضرات تقویت الایمان کے موید اور اس کو اصل ایمان و عین اسلام کہتے ہیں۔ اور قرآن وسنت کا عکس کہتے ہیں۔ یہ بھی سب کے سب غالی اور متشدد فی الدین ہیں۔

(۱۰) اور اوپر معلوم ہوا کہ دین میں غلو وتجاوز کرنا خارجیوں کی علامت ہے۔

تِلْکَ عَشَرَةٌ کَامِلَةٌ

ناظرین حضرات! بہر حال ان عبارات منقولہ سے روز روشن سے زیادہ واضح ہوگیا کہ

(۱) مولوی اسماعیل نے اپنی کتاب تقویت الایمان میں ابن سعود اور اس کے خاندان کی کتابوں کتاب التوحید وغیرہ سے کسی خاص مطلب کے لیے اکثر مسائل لیے اور ان کی اتباع کی ہے۔

(۲) یہ کہ ان کی یہ تقلید جمہور اسلام اور اپنے اسلام بلکہ خود اپنے خلاف کی ہے کہ پہلے یہ عقاید واعمال مولوی اسماعیل کے نہ تھے۔

(۳) آیات واحادیث نفی شفاعت سے علی الاطلاق شفاعت مراد لے لی حالانکہ مراد یہ بھی کہ بلا اذن وجبر واکراہ سے شفاعت نہ ہوگی۔

(۴) یہ کہ مولوی صاحب نے انتہائی تشدد آمیز اور تیز عبارات استعمال کی ہیں جس سے بے ادبی اور گستاخی و بیبا کی ٹپکتی ہے اور مقربان بارگاہ صمدیت کی عزت واحترام میں فرق آتا ہے۔

(۵) یہ کہ مولوی صاحب نے اس کتاب میں غلو اور بے راہ روی سے کام لیا ہے جو کہ عقلاً وشرعاً ناجائز ہے۔

(۶) یہ کہ شرک فی العادۃ تک شرک اکبر میں داخل کردیا ہے جو کہ شریعت پر بے جا اقدام ہے۔

(۷) روایات واحادیث جن سے شفاعت شرعی کا ثبوت و جواز ملتا ہے ان کو عمداً وارادۃً ترک کر دیا ہے تا کہ عوام پر راز نہ کھل جائے۔

نتیجہ یہ کہ ثابت ہوا کہ مولوی اسماعیل اور ان کے پیرو ہم خیال حضرات شفاعت کے قائل نہیں اور ان کے نزدیک گناہ کبیرہ کرنے والے یا تو سزا بھگت کر جنت میں جائیں گے جب کہ کبیرہ شرک نہ ہو یا ابدی اور دائمی طور پر جہنم میں جائیں گے جب کہ کبیرہ شرک و کفر بلاتوبہ ہو۔

شفاعت اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی

مولوی رشید احمد صاحب اکثر دیوبندیوں کے پیرومرشد اور صاحب القاب کثیرہ ہیں۔ مولوی رشید احمد صاحب کے خیال میں بھی شفاعت درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ آپ نے کتاب تقویت الایمان مؤلفہ مولوی اسماعیل صاحب کی بڑے شدومد سے تعریف فرمائی ہے اور اس کے مضامین کو از حد مفید اور ضروری العمل موجب اجروثواب اور عین اسلام فرمایا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے فتاوی رشیدیہ ص ۱۱ حصہ اول میں ارشاد فرماتے ہیں کہ کتاب تقویت الایمان نہایت عمدہ اور سچی اور موجب قوت وصلاح ایمان کی ہے اور قرآن و حدیث کا مطلب پورا اس میں ہے اس کا مولف ایک مقبول بندہ تھا اور مولانا محمد اسحاق دہلی ولی کامل محدث فقیہہ عمدہ مقبولین حق تعالیٰ تھے جو کوئی ان دونوں کو کافر یا بدجانتا ہے وہ خود شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۲۱ پر یوں رقمطراز ہیں مولوی اسماعیل صاحب عالم متقی اور بدعت کو اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن و حدیث پر پورا عمل کرنے والے اور خلق اللہ کو ہدایت کرنے والے تھے۔

کتاب تقویت الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردشرک و بدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں۔ اس کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام

ہے اور موجب اجر کا ہے۔ اس کے رکھنے کو جو برا سمجھتا ہے وہ فاسق اور بدعتی ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۱۲۲ پر یوں ہے۔ بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح میں اگرچہ بعض مسائل میں بظاہر تشدد ہے اور توبہ کرنا بعض مسائل سے محض افتراء اہل بدعت کا ہے اگر کتاب کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے تو وہ مبتدع فاسق ہے۔

ناظرین باتمکین! خط کشیدہ الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ دیوبندی خیال میں مولوی اسماعیل صاحب بڑے بزرگ عالم متقی مقبول الٰہی قرآن وسنت کے جاننے والے اعلیٰ درجہ کے مبلغ شرک و بدعت مٹانے والے اور ان کو برا کہنے والا مبتدع فاسق شیطان ملعون اور ان کی کتاب تقویت الایمان ایک عمدہ کتاب ہے۔ قرآن وسنت کا صحیح نقشہ ہے۔ سب کی سب موجب ہدایت اور...... واجب العمل ہے اس کا پڑھنا پڑھانا عین اسلام ہے اور ذریعہ حصول ایمان وثواب اور اس کا انکار فسق و بدعت ہے اور مصنف نے اس کے کسی مسئلہ سے رجوع نہیں کیا وغیرہ وغیرہ لہٰذا اب ضروری کہ تقویت الایمان کے جس کے اوصاف ابھی آپ نے سنے ہیں چند اور مندرجات پیش خدمت کیے جاتے ہیں تاکہ تقویت الایمان کی حقیقت زیادہ سے زیادہ واضح ہو جائے ملاحظہ فرمایئے۔

تقویت الایمان کے ص ۶ پر ہے جو شخص نبی کریم ﷺ کو کسی مشکل میں پکارے اور آپ کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھے وہ شخص اور ابو جہل شرک میں برابر ہیں۔

اسی میں ۷ و ۸ صفحہ پر ہے مدینہ منورہ کو سفر کرتے وقت راستہ میں یا رسول اللہ کہنا شرک ہے۔ اسی میں ص ۴۴ پر ہے سب انبیاء اس کے روبرو ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔

اسی میں ص ۳۲ پر ہے۔ انبیاء امام، امام زادہ پیر شہید سب انسان ہیں اور عاجز بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں سو ان کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کرنی چاہئے۔ انبیاء اولیاء کی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں جس کا نام محمد وعلی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں ہے۔

اسی میں ص ۴۶ ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

اسی میں ص ۵ ہے۔ ان باتوں میں سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں اور بے خبر ہیں اور نادان۔

اسی میں ص ۳۵ پر ہے جیسے ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سوان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔

اسی میں ص ۱۶ پر ہے۔ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ آن میں چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی جن اور فرشتے جبرائیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔

بلغۃ الجبران مولفہ حسین علی واں بھچراں ص ۶ پر ہے یا شیخ عبدالقادر جیلانی یا خواجہ شمس الدین پانی پتی چنانچہ غلام میگویند شرک و کفراست فتوی مولوی مرتضیٰ حسن صاحب ناظم التعلیم دیوبند بحوالہ پرچہ اخبار امرتسر ۱۱۴ اکتوبر ۱۹۲۷ء میں ہے۔ ان عقائد باطلہ پر مطلع ہو کر انہیں کافر و مرتد ملعون جہنمی نہ کہنے والا بھی ایسا ہی مرتد و کافر ہے۔

تقویت الایمان ص ۴ پر ہے کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اس کی مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر اور شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہیں۔

فتاوی رشیدیہ حصہ سوم ص ۹۴ پر ہے کسی عرس اور مولود شریف میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔ فقط

فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۳۰ پر ہے۔ جگہ دوزخ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کو کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ۔ ثواب ہوگا نہ عذاب۔ الجواب ثواب ہوگا۔

فقط رشید احمد

ناظرین حضرات! یہ اسی تقویت الایمان سے مسائل ہیں جس کی ابھی مولوی رشید

احمد صاحب کے الفاظ میں صراحۃ اور دوسرے علماء دیوبند سے دلالۃً آپ نے تعریف اور صفت وثناسنی ہے۔ آپ پیش کردہ مندرجات اور حوالجات کو بار بار پڑھیں اور غور کریں اور خود ہی ایسی تصنیف اور مصنف کے متعلق رائے قائم کریں کہ آیا یہ اسلام ہے اور صراطِ مستقیم؟ کیا اس وقت ایسے نازک دور میں ایسے مسائل ہی کی ضرورت ہے؟ کیا ایسے خیالات اور اعتقادیات سے اپنے اسلاف کو یاد کیا جاتا ہے۔ بہرصورت یہ مشتے نمونہ از خروار کے طور پر ہے جوکہ دیوبندی اکابر کے نظریات وعملیات کا عکس ہے۔ باقی رہے ان کے متبع اور پیروکار سوان کو ان پر قیاس کیا جاسکتا ہے اور تمام سے مسئلہ شفاعت پر روشنی پڑسکتی ہے۔

مسئلہ شفاعت اور جناب ابوالاعلیٰ مودودی

مولوی مودودی صاحب کی صرف ایک دوعبارتیں نقل کی جاتی ہیں جن سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ مسئلہ شفاعت میں ان کا مسلک کیا ہے۔ آپ اپنی کتاب تجدید احیاء دین کے ص ۱۱ پر لکھتے ہیں ''ابنیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے اثر سے جہاں لوگ اللہ واحد قہار کے خدائی کے قائل ہوگئے وہاں سے خداؤں کی دوسری اقسام تو رخصت ہوگئیں مگر ابیناء اولیاء شہداء، صالحین، مجاذیب، اقطاب ابدال، علماء۔ مشائخ اور ظلل اللہیوں کی خدائی پھر بھی کسی نہ کسی طرح عقاید میں اپنی جگہ نکالتی ہی رہیں۔ جاہل دماغوں نے مشرکین کے خداؤں کو چھوڑ کر ان نیک بندوں کو خدا بنالیا۔ ایک طرف مشرکانہ پوجا پاٹ کی جگہ فاتحہ زیارت نیاز نذر عرس چڑھادے نشان علم تعزیئے اور اسی قسم کے دوسرے مذہبی افعال کی ایک نئی شریعت تصنیف کرلی گئی۔ دوسری طرف بغیر کسی ثبوت علمی کے ان بزرگوں کی ولادت ووفات ظہور وغیاب کرامات خوارق اختیارات تصرفات اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے تقربات کی کیفیات کے متعلق ایک پوری میتھالوجی تیار ہوگئی جو بت پرست مشرکین کو میتھالوجی سے ہر طرح لگا ؤ رکھا سکتی ہے۔ تیسری طرف توسل اور استمد اد روحانی اور اکتساب فیض وغیرہ ناموں کے خوشنما پردوں میں وہ سب معاملات جو اللہ اور بندوں کے درمیان ہوتے ہیں ان بزرگوں سے متعلق ہوگئے۔ فرق

صرف یہ ہے کہ ان کے ہاں اہلکار علانیہ الہ دیوتا اور تاریا ابن اللہ کہلاتے ہیں۔ یہ انہیں غوث قطب ابدال اولیاء اہل اللہ وغیرہ الفاظ کے پردوں میں چھپاتے ہیں۔ مولوی مودودی صاحب نے ان عبارات میں حسب ذیل امور پیش فرمائے ہیں۔

(۱) جاہل دماغوں نے ابنیاء اولیاء شہدا مجازیب اقطاب ابدال علماء مشائخ ظل اللہیوں کو خدا بنا رکھا ہے یعنی ان کے ارشادات کی تعمیل اور ان کی فرمانبرداری گویا ان کو خدا بنانا ہے۔

(۲) ان اللہ کے بندوں کو ماننے والے اور اپنا پیشوا سمجھنے والے جاہلانہ دماغ رکھتے ہیں یعنی ان کو جاہل تو تسلیم کرسکتا ہے مگر عقلمند آدمی ان کی بات کو ہرگز تسلیم نہیں کرتا۔

(۳) مشرکانہ پوجاپاٹ کی صورت اور فاتحہ مرجہ زیارات نذرونیاز عرس اور بزرگان وغیرہ کی ایک ہی صورت ہے دونوں میں فرق نہیں یعنی جیسے مشرکانہ پوجاپاٹ اور اس کی صورت قبیح اور گناہ ہے اسی طرح فاتحہ مرجہ عرس بزرگان دین زیارت وغیرہ بھی کوئی ثواب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذریعہ اور شرعاً حرام ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں خیال فرمائیے کہ دونوں کی حقیقت ایک ہے۔اور صورت لگ الگ۔

(۴) فاتحہ زیارات وغیرہ ایک نئی شریعت ہے جس کو شریعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں۔

(۵) بزرگوں کی ولادت ووفات ظہور وعیاب خوارق وکرامات اختیارات تصورات وغیرہ کا شریعت مطہرہ میں کوئی ثبوت نہیں صرف ایجاد بندہ ہے بلکہ یہ ایک میتھالوجی ہے جو کہ مشرکین کی میتھالوجی سے ہمشکل اور برابر ہے۔

(۶) توسل واستمداد روحانی اور اکتساب فیض کے خوشنما پردوں میں وہ تعلق اور رابطہ جو کہ بندوں کا اللہ تعالیٰ سے ہونا چاہئے تھا وہ بندوں کے ساتھ قائم کردیا گیا یعنی بندوں کے توسل واستمداد واکتساب فیض وغیرہ ناجائز اور غیر صحیح ہے۔

(۷) بت پرست مشرکین جس چیز کو الہ دیوتا اوتاد ابن اللہ کہتے ہیں یہ مسلمان اس چیز کا نام غوث، قطب، ابدال، اولیاء، اہل اللہ وغیرہ رکھ دیتے ہیں یعنی حقیقت میں ایک ہی چیز ہے نام دو ہیں جو دیوتا ہے وہی غوث ہے جو الہٰ ہے وہی قطب وغیرہ ہے۔

ناظرین حضرات! آپ ان عبارات مذکور الصدر کے مضمون سے مطلع ہو کر اس نتیجہ پر حتمی طور پر پہنچ گئے ہوں گے کہ جب مودودی صاحب کے خیال میں بزرگانِ دین اور مقربان بارگاہ صمدیت کی حقیقت یہ ہے کہ ان کے اندر اور معبودات باطلہ میں کوئی زیادہ فرق نہیں تو دربار الٰہی میں انکی شاعت وسفارش کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بلکہ بقول مودودی صاحب بتوں کی طرح ان کی ذات تو خود خطرہ میں ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۷۹ پر ہے مغربی جاہلیت کے مقابل میں اسلامی تجدید کی اس تحریک کو جو ناکامی ہوئی ہے اس سے پہلا سبق تو ہمیں یہ ملتا ہے کہ تجدید دین کے لیے صرف علوم دینیہ کا حیاء اور اتباع شریعت کی روح کو تازہ کر دینا ہی کافی نہیں بلکہ ایک جامع اور ہمہ گیر اسلامی تحریک کی ضرورت ہے جو تمام علوم وافکار تمام فنون وصناعات اور تمام شعبہ ہائے زندگی پر اپنا اثر پھیلا دے اور تمام روحانی فرقوں سے اسلام کی خدمت لے اور دوسرا سبق جو اسی سے قریب الماخذ ہے یہ ہے کہ اب تجدید کا کام نئی اجتہادی قوت کا طالب ہے۔ محض وہ اجتہادی بصیرت جو شاہ ولی اللہ صاب یا ان سے پہلے مجتہدین ومجددین کے کارناموں میں پائی جاتی ہے اس وقت کے کام سے عہدہ برا ہونے کے لیے کافی نہیں ہے۔ جاہلیت جدیدہ بیشمار نئے وسائل کے ساتھ آئی ہے اور اس کے بے حساب نئے مسائل زندگی پیدا کر دیئے ہیں جن کا وہم تک شاہ صاحب اور دوسرے قدماء کے ذہن میں نہ گذرا تھا۔ لہٰذا کتاب اللہ وسنت رسول ہی وہ تنہا ماخذ ہے جس سے اس دور میں تجدید ملت کام کرنے کے لیے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے اور اس رہنمائی کو اخذ کر کے اس وقت کے حالات میں شاہراہ عمل تعمیر کرنے کے لیے ایسی مستقل قوت اجتہاد یہ درکار ہے جسے مجتہدین سلف میں سے کسی ایک کے علوم اور مہناج کی پابندی نہ ہو مگر استفادہ ہر ایک سے کرے اور پرہیز کسی سے بھی نہ کرے۔

قارئین حضرات! اس عبارت مندرجہ بالا سے حسب ذیل امور ظاہر ہوئے ہیں۔

(۱) مغربی جاہلیت یا مغربی تہذیب کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے اور غلبہ اسلام کو ظاہر کرنے کے لیے صرف یہ کافی نہیں کہ علوم دینیہ کا احیاء وترویج اور اتباع شریعت کی روح کو تازہ کر دیا جائے بلکہ ایک جامع وکلی اور ہمہ گیر اسلامی تحریک کی ضرورت ہے جو کہ زندگی کے ظاہری باطنی عملی ونظری شعبوں پر اثر انداز ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ علوم دینیہ اور شریعت مطہرہ چونکہ جزوی طور پر حصول ترقی و غلبہ کے ضروریات پر اثر انداز ہے یعنی پاک ناپاک حلال وحرام وحقوق العباد وحقوق اللہ عدل وانصاف وغیرہ پر لہٰذا یہ عام اور کلی غلبہ کا موجب نہیں بن سکتی حالانکہ مودودی صاحب کا یہ کہنا درست نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت جملہ اقوام عالم کی طرف تا قیامت ہوئی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا۔ (ترجمہ) تاکہ وہ سب جہانوں کو ڈرائیں۔ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ بلاشبہ میں تم سب کے لیے رسول ہوں۔ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ اور موجودہ افراد کے علاوہ باقی تمام افراد کے لیے جو کہ ابھی تک موجود نہیں ہوئے نبی بنا کر بھیجا۔ فَبِاَیِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ یعنی قرآن کے بعد کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔ فَبِاَیِّ حَدِيْثٍ بعد اللہ و آیاتہ یومنون. یعنی اللہ اور اس کے قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں جس پر ایمان لانے کو کہا جائے وَلکن رسول اللہ وَخاتم النبیین. لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے یعنی آپ کے احکام تاقیات ہیں الیوم اکملت لکم دینم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا اور تم پر نعمتیں تمام کر دیں اور اسلام کو تمہارے لیے بحیثیت دین پسند کیا۔

تو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت جملہ اقوام عالم کے لیے تا قیامت ہے اور قرآن مجید تا قیامت ضابطہ حیات کائنات ہے۔ اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن مجید کلی طور پر اور ضابطہ کی صورت میں ان تمام جزئیات اور امکانی استعدادات پر مشتمل ہے جو کہ دائمی طور پر ظاہری اور باطنی غلبہ کی تحصیل میں از بس

ضروری ہوں عملی افراط وتفریط کی وجہ سے بہتر نتیجہ برآمد نہ ہونا اور بات ہے۔" لہٰذا مودودی صاحب کا بلکہ ایک جامع اور ہمہ گیر الخ" کہنا جس سے اس مزعومی تحریک اسلامی کا علوم دینیہ اور شریعت کے مفہوم سے ایک الگ مفہوم کے ساتھ اسے زیادہ موثر ظاہر کیا گیا ہے درست نہیں نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس تحریک کا محرک علوم شرعیہ اور شریعت کے نافذ کرنے والے تمام علماء فقہا سے زیادہ قابلیت کا مالک ہوگا اور یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جو قطعاً قابل قبول نہیں ہوسکتا کما ہوا بظاہر۔

بہرصورت علوم دینیہ اور شریعت مطہرہ کا پورا پورا اتباع اور اس کے ضوابط کلیہ اور قوانین عالیہ کی روشنی میں اگر جزوی ہنگامی ملکی ملی شرعی سیاسی امور متعلقہ کا استخراج کیا جائے تو آج بھی اسلام کا کلی غلبہ متصور ہوسکتا ہے مگر اگر نیت میں فساد ہو تو ہمارا اپنا قصور ہے۔

ذرا اور تفصیل سے سماعت فرمائیں کہ بقول مودودی صاحب موجودہ دور کی ترقی اور اس جاہلیت کے اسباب وعلل کے متعلق یہ خیال کہ ان کا ائمہ سلف کو وہم تک نہ تھا صحیح نہیں کیونکہ اسلام چونکہ ایک عالمگیر مذہب ہے اور اس کے قوانین تاقیامت ایک عمومی حیثیت رکھتے ہیں تو ضروری ہے کہ اسلام میں وہ تمام اسباب وعلل کو کسی رنگ میں ہوں بیان کردیئے جائیں جن کا تعلق قومی حیات وممات سے وابستہ ہو چنانچہ قرآن وحدیث میں بطور قوانین کلیہ اور بعض احکام کی جزوی طور پر تشریح کردی گئی جن کا انسانی فوائد ومضرات سے تعلق تھا حدیث میں بے اعتدالی کرنے والے بعض افراد تک کی تعین کردی گئی اور ائمہ سلف نے بھی اپنی روحانی قوت اور اپنے کشف والہام وعلم لدنی وغیرہ سے نشاندہی کی جیسے شاہ ولی نعمت اللہ صاحب قدس سرہٗ اور شیخ اکبر وغیرہ کی عبارات سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر یہ کہنا کہ ائمہ سلف کے وہم میں بھی یہ بات نہ تھی بے معنی بات ہے اسی طرح یہ تسلیم کرلینا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بصیرت ہر طرح کی جاہلیت کے تاثرات سے واقف تھی کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے ہر دور میں جاہلیت کے تاثرات سے محفوظ رہنے کے لیے ہدایات فرمائیں۔ اور اس سے احتراز بچاؤ ضروری قرار دیا اور ظاہر ہے کہ آپ کے ارشاد وملفوظات امت کے پاس پہنچے تو ان کی

روشنی میں جیسے ہر دور کے مجددین اور ائمہ سلف نے اپنا بچاؤ اور اعداء دین کی مدافعت کی۔ اسی طرح آج بھی ترقی اور بچاؤ کے اسباب وعلل پر اطلاع ہوسکتی ہے مگر اس کے لیے مستقل اجتہادی قوت کا موجود ہونا جو کہ ہر وجہ سے طرز سلف سے اجنبی ہو کسی طرح بھی ضروری ہونا باور نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ آج تجدید ملت کا کام مستقل قوت اجتہادیہ پر موقوف ہے انتہائی زیادتی ہے کیونکہ اگر مستقل سے مراد مجتہد مطلق ہے جیسا کہ باتفاق امت ائمہ اربعہ مستقل قوت اجتہادیہ کے مالک تھے تو یہ معنی مراد لینا درست نہیں کیونکہ اوّل تو یہ مرتبہ باتفاق سلف قریباً ختم ہو چکا ہے دوسرا یہ کہ یہ شرط اختراعی اور از قبیلہ ایجاد بندہ معلوم ہوتی ہے ورنہ ائمہ اربعہ کے بعد دیگر مجددین کے لیے بھی یہ ضرورت شدت سے محسوس کی جاتی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ استفادہ بلا پرہیز سب سے ہوسکتا ہے کیونکہ ائمہ مجتہدین اور سابقہ مجددین کے علوم سے گو وہ قرآن وسنت سے ہی ماخوذ کیوں نہ ہوں جب بالکل بے نیازی ہوگئی اور وہ کلیۃً تجدید ملت میں کارآمد ہو ہی نہیں سکتے تو پھر ان سے استفادہ ایک بے معنی بات ہے۔ اسی طرح قرآن وحدیث میں ہر دور میں تجدید ملت کا علاج موجود ہے تو اس کی یہی صورت ہے کہ قرآن وحدیث میں ایک کلی صورت میں علاج امراض مندرج ہے تو جن قواعد مستخرجہ کی روشنی میں ہر دور میں علاج ہوتا رہا ان کی روشنی میں آج بھی تجدید ملت کا کام ہوسکتا ہے لہٰذا کہنا کہ سابقہ اجتہادی قوانین آج کافی نہیں اور نئی جاہلیت کی مدافعت کے لیے نئی قوت مستقلہ اجتہادیہ کی ضرورت ہے بالکل لغو بات ہے۔
بہرصورت جناب مودودی صاحب اور ائمہ مجتہدین اور مجددین ملت کی قوت نظریہ وعملیہ اور ان کے تصرفات کے قائل ہی نہیں اور مقربان بارگاہ صمدیت اغیاث اقطاب اوتاد مشائخ اوتاد وغیرہ کو جاہلیت اولیٰ کے معبودات باطلہ کی طرح سمجھتے ہیں تو بارگاہ الٰہی میں ان کی سفارش اور شفاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ناظرین حضرات! یہ ہے جماعت اسلامی اور صالحین کی جماعت کی نظریاتی حد بندی اور اس کا مسئلہ شفاعت سے متعلق عقیدہ جس پر اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ صرف

جماعت اسلامی کے تعارفی سلسلہ میں ایک بات سنتے جائیے اور وہ مندرجہ ذیل ہے۔

جماعت اسلامی کا ابتدائی تصور

حقیقت معراج ص ۵ شائع کردہ دیوبند اور تنبیہات ص ۹

کتنا خوش آئند ہے وہ عنون جس کو جماعت اسلامی نے اپنے نصب العین کی حیثیت سے پیش کیا ہے یعنی دعوت ایمان باللہ نفاق وتضاد سے حیات مومن کو پاک کرنا اور زمام اقتدار کو فساق اور فجار سے لیکر مومنین صالحین کے ہاتھوں دے دینا۔

حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام ص ۳۰۷ پر ہے: مودودی تحریک جماعت اسلامی کے نام سے ہند اور پاکستان میں چلائی جارہی ہے دیوبند، سہارنپور، دہلی، پھلواری شریف، خانقاہ امدادیہ (تھانہ بھون، اعظم گڑھ، لکھنؤ، جونپور مئو خانقاہ رحمانیہ (مونگیر) سورت، ڈھابیل، بمبئی، کانپور، بنارس، داڑہ شاہ اجمل، الہٰ آباد وغیرہ کے مفتی صاحبان اور معمر علماء کی اکثریت اس جماعت کو مسلمانوں کے لیے مضر سمجھتی ہے اور جمعیۃ علماء تبلیغی جماعت احرار، مسلم لیگ اور اہلحدیث جماعتی حیثیت سے تحریک کے اندر مذہبی وسیاسی گمراہیاں پاکر مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہے کہ مسلمان اس جماعت سے کنارہ کش رہیں۔ دین کی سلامتی اسی میں ہے۔

ایسے متعدد اقوال علماء پیش کیے جاسکتے ہیں جن میں جماعت اسلامی سے پرہیز و احتراز ضروری قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اسی پر اکتفا کرتے ہوئے ہم مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

صرف حضرات ابدال اقطاب وغیرہ کے وجود پر جن کی حیثیت کا مودودی صاحب نے نہ صرف یہ کہ انکار کیا ہے بلکہ ان کے بارے میں ناقابل تعریف الفاظ تحریر کیے ہیں جن سے سراسر ان کی شان میں گستاخی اور بیباکی ظاہر ہوتی ہے۔ بعض احادیث سرور کائنات ﷺ جو کہ ان کے وجود سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپ کے صفحہ قلب پر نوٹ کرانا چاہتے ہیں۔

حدیث اوّل: عن عبادة الصامت قال قال رسول اللہ ﷺ الابدال فی امتی ثلثون بھم تقوم الارض و بھم تمطرون و بھم تنصرون رواہ الطبرانی

ورواه الحكيم باختلاف يسير. (ترجمہ) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت میں تیس ابدال ہیں کہ انہیں سے زمین قائم ہے انہیں کی وجہ سے بارش اترتی ہے انہیں کے سبب تمہیں مدد ملتی ہے اس کو طبرانی نے کبیر میں بسند صحیح روایت کیا ہے۔

حدیث دوم: عن محمد بن عجلان قال قال رسول الله ﷺ فی کل قرن من امتی سابقون وهم البدلاء الصّديقون بهم يسقون وبهم يرزقون وبهم تدفع البلاء عن اهل الارض راه الحكيم فی النوادر. (ترجمہ) محمد بن عجلان سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم ﷺ نے کہ میری امت کے ہر قرن میں سابق (نیک کاموں میں سبقت لینے والے) لوگ ہیں وہی صدیق ہیں ان کے ذریعہ بارش اور روزی اور انہیں کی وجہ سے زمین والوں سے بلا دفع کی جاتی ہے۔

حدیث سوم: عن مكحول عن ابی الدرداء رضی الله عنهم قال ان الانبياء كانوا اوتاد الارض فلما انقطعت النبوة ابدال الله مكانهم قوما من امة محمدصلی الله عليه واله وصحابه وسلم.

(ترجمہ) حضرت مکحول حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم سے راوی فرمایا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اوتاد ارض تھے۔ جب نبوۃ کا سلسلہ ختم ہوا تو امت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ایک قوم کو خدا تعالیٰ نے مقرر فرما دیا جن کو ابدال کہتے ہیں۔

حدیث نمبر۴: عن يزيد بن هارون رضی الله تعالی عنه قال الابدال هم اهل العلم و قال احمد ان لم يكونوا اصحابه الحديث فمن هم كذا فی المواجب. (ترجمہ) یزید بن ہارون فرماتے ہیں ابدال اہل علم ہیں اور امام احمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اگر اصحاب حدیث نہیں ہیں تو اور وہ کون ہیں۔ اسی طرح مواہب للدنیہ میں ہے۔

حدیث نمبر۵: عن عوف بن مالك رضی الله عنه قال قال رسول

اللہ ﷺ الابدال فی اهل الشام بهم ینصرون وبهم یرزقون رواه الطبرانی.
(ترجمہ) عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم ﷺ نے ابدال اہل شام میں ہیں انہیں کی وجہ سے لوگوں کی مدد کی جاتی ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۶: عن انس بن مالک رضی الله عنه قال قال رسول اللہ ﷺ قال بدلاءُ امتی اربعون رجلاً اثنان و عشرون بالشام و ثمانية عشر بالعراق کلمامات منهم واحد ابدال الله مکانه آخر فاذا جاء الامرقبضوا رواه روض الرياحين فی حکایت الصالحين عن جماعة عن الائمة ورواه الحکیم فی النوادر موقوفاً ورواه ابن عدی فی الکامل. (ترجمہ) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم ﷺ نے کہ میری امت میں چالیس آدمی ابدال ہیں بائیس شام میں اور اٹھارہ عراق میں جب ان سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو مقرر کر دیتا ہے۔ روایت کیا اس کو روض الریاحین فی حکایات الصالحین ص ۸ اور ائمہ کی ایک جماعت نے اور روایت کیا اس کو حکیم ترمذی نے نوادرالوصول میں ص ۶۹ بطریق موقوف اور روایت کیا اس کو ابن عدی نے۔

حدیث نمبر ۷: عن الکتانی قال النقباء للثمانة وَالنجباء سبعون والبدلاء اربعون وَالاخيار سبعة والعمد اربعة والغوث واحد فمسکن النقباء المغرب مسکن النجباء مصر مسکن الابدال الشام والاخيار سیّاحون فی الارض والعمد فی ذوايا الارض و مسکن الغوث مکة فاذا عرضت الحاجة من امرالعامة ابتهل فيها انقباء ثم النجباء ثم الابدال ثم الاخيار ثم العمدفان اجيبوا والا ابتهل الغوث فلايتم مسئلته الاتجاب دعوته رواه الخطيب فی تاريخ بغداد کذا فی المواهب.

(ترجمہ) محدث کتانی روایت کرتے ہیں کہ نقباء تین سو ہیں اور نجباء چھ اور ابدال چالیس اور اخیار سات اوتاد چار اور غوث ایک ہے اور نقبا کا مسکن مغرب نجباء کا مصر، ابدال کا شام ہے اور اخیار زمین میں سیاحت کرتے ہیں اور اوتاد جہات اربعہ میں اور مسکن غوث مکہ مکرمہ ہے اور جب امر عامہ سے کوئی حاجت پیش ہوتی ہے تو نقبا خلوص دل سے دعا کرتے ہیں۔ پھر نجباء پھر ابدال، پھر اخیار، پھر اوتاد اگر قبول ہو جائے تو فبہا ورنہ غوث دعا مانگتے ہیں حتی کہ ان کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ روایت کیا اس کو خطیب نے تاریخ بغداد میں اسی طرح مواہب للدنیہ ج ۱ ص ۶۳ میں ہے۔ نیز زرقانی ص ۲۰۰ ج ۵ میں ہے۔

حضرات یہ ہیں ابدال اقطاب اوتاد وغیرہ جن کو حدیث اور محققین علماء نے بیان فرمایا ہے جن سے ان کے وجود کا یقین ہو جاتا ہے اور ان کے مقامات اور ان کے تصرفات کی نشاندہی ملتی ہے مگر مودودی صاحب ہیں کہ ایک جنبش قلم سے سب کچھ بدل کر رکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے اور ادب بخشے۔ (آمین)

مسئلہ شفاعت اور خاکساری جماعت

ناظرین باتمکین! خاکساری جماعت جس کی بنیاد علامہ عنایت اللہ صاحب نے رکھی تھی وہ ہر مرحلہ پر بزعم خود اسلام کی خیر خواہ بن کر میدان عمل میں اتر آتی ہے اور سمجھتی ہے کہ اسلام کی خدمت جس انداز پر ہم کر رہے ہیں وہی حقیقۃً اسلام ہے اور باقی تمام مسلمان حقیقت میں مسلمان نہیں۔ چند حوالجات حسب ذیل ہیں جن سے اس جماعت کی حقیقت اور اس کا شفاعت سے متعلق عقیدہ بھی ظاہر ہو جائے گا۔

- علامہ صاحب لکھتے ہیں۔ قرآن مجید حدیث سے مستغنی ہے۔ تذکرہ اردو ص ۳۶ و ۳۷۔
- علوم خادمہ قرآن سے قرآن کے ٹکڑے کر دیئے گئے ہیں اور مروجین علوم خدا ہو گئے ہیں۔ تذکرہ اردو ص ۴۵
- اور بوجہ اختلاف قرآن کے مسلمان سو فیصدی منکر ہیں۔ تذکرہ اردو ص ۴۵
- فقہ حدیث تفسیر وغیرہ سے قرآن کی تحریف کی گئی ہے۔ تذکرہ اردو ص ۳۳
- حدیث دو سو سال کے بعد...... بیرحم اور ناقدر شناس امت عرب کے خدا کو چھوڑ پرستش رسول میں مصروف ہوگئی الاصلاح مورخہ ۲۹ مارچ ص ۳۵ کالم ۸۔
- آپ کو امت نے اپنے اقوال و افعال میں بت بنایا حالانکہ وہ محض قاصد تھے۔ تذکرہ اردو ص ۹ دیباچہ
- معجزات بالنظر الی الظاہر تماشہ گردی ہے۔ تذکرہ اردو مقدمہ ص ۸۵۔
- موجودہ یا گذشتہ قائد سب دوزخی ہیں۔ ص ۶۱
- سب مطیع و مطاع جہنمی ہیں۔ ص ۳۵

- حنفی، مالکی، شافعی، کہلانے والے سب مشرک ہیں۔ الاصلاح ۵ اپریل کالم ۲ ص ۵

علامہ صاحب لکھتے ہیں: شیعہ، سنی مقلد غیر مقلد وغیرہ سب جہنم کی تیاری ہے۔ اردو دیباچہ ص ۶۰

- بت پرست اور ہزاروں خداوندوں کو پوجنے والے موحد اور عابد خدا ہیں۔ تذکرہ اردو دیباچہ ص ۹۹
- بت پرستوں کو مشرک کہنا اندھا پن ہے۔ الاصلاح ۲۹ مارچ سہ کالم ۲ ص ۳ ص ۱۵
- قیامت کے حالات بے سند قصے ہیں۔ قبر کا عذاب مظنون ہے توبہ استغفار طہارت وغیرہ کے بناوٹی اصل ہیں۔ مقدمہ اردو ص ۶۰
- مردار سور کا گوشت اور حرام شے کا تناول صرف مضر صحت ہے روحانیت پر غیر موثر ہے۔ تذکرہ اردو ص ۲۱۷
- ایمان قول محض غلط ہے۔ تذکرہ عربی ص ۱۱
- آپ ﷺ حیات النبی نہیں ہیں۔ تذکرہ اردو ص ۷۵

ناظرین حضرات! خاکساری جماعت کے یہ اعتقادیات اور نظریات ہیں جن کے پیش نظر شفاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہ شفاعت تو قیامت کے اقرار اور بعض حضرات کے بارگاہِ الٰہی میں مقبول و منظور ہونے کی بنا پر ثابت ہو سکتی ہے اور جب یہ سب کچھ ہی ختم تو شفاعت کیسے اور کس سے اور کس کے لیے؟

شفاعت پر اعتراضات وجوابات

سوال ۱: متعدد آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ہاں کسی کی شفاعت نہیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابتدائی تبلیغ ہی میں اپنی لخت جگر خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرما دیا کہ بیٹی عمل کیے جاؤ میں تم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ٹال نہیں سکتا۔ پس جب آپ نے ہی اپنی بیٹی کو یہ فرما دیا تو شفاعت

ختم ہوگئی۔

جواب: ایسی آیات واحادیث جن سے شفاعت کی نفی معلوم ہوتی ہے ان میں کفارنا ہنجار مراد ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہی کہا جا رہا ہے کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ تو تمہاری شفاعت نہ ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے مقامات پر حرف الا کہکر استثناء کر دیا ہے یعنی اللہ کی اجازت سے شفاعت ہوگی اور بتا دیا کہ عدم شفاعت صرف عدم ایمان کی صورت میں ہے۔

سوال۲: اگر پیغمبروں اور مقربوں کی سفارش کی وجہ سے خدا جنت دیدے تو اس کا طرفدار ہونا ثابت ہوتا ہے کہ جو کہ عدل وانصاف کے بالکل خلاف ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ کی نعمت بعض کو بعض کے ذریعہ پہنچی ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کا طرفدار ہے ظاہر ہے کہ اچھوں کی طرفداری کرنا یک امر مستحسن ہے اور قابل تعریف دیکھو سورج کے ذریعہ روشنی اور مالدار کے واسطے بھیک ملتی ہے۔ اسی طرح کسی کے ذریعہ جنت مل سکتی ہے۔

سوال۳: کفار مکہ اپنے بتوں کو اپنا شفیع مانتے تھے اور قرآن نے اس عقیدہ کو کفر قرار دیا ہے۔ بہت سی آیات اس پر شاہد عدل ہیں پس مسلمان پیغمبروں ولیوں وغیرہ کو شفیع مان کر کافر ہو رہے ہیں۔

جواب: کفار غیر ماذون کو بلکہ اعداء اللہ کو شفیع مان کر کافر ہوئے یعنی بتوں کو اور مسلمان ان محبوبوں کو شفیع مانتے ہیں جن کو رب نے شفیع بنایا ہے نیز کافر دھونس کی شفاعت مانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ رب تعالیٰ کو بتوں کی شفاعت مجبوراً ماننی پڑے گی کیونکہ وہ اس کی خدائی میں دخیل ہیں لہٰذا وہ کافر تھے اور مسلمان مقبولان الٰہی کی شفاعت بالاذن شفاعت بالعزت شفاعت بالوجاہت عطائی مانتے ہیں نیز کافر بتوں کی عبادت کرنے کی وجہ سے کافر ہو[illegible] قرآن میں مانعبدھم الالیقربونا (ترجمہ) ہم ان کی عبادت محض حصول [illegible] کے لیے [illegible] اور مسلمان کسی

غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔

سوال ۴: شفاعت کے عقیدہ سے مسلمان بدعمل بن جائیں گے کیونکہ شفاعت پر اعتماد کر کے عمل سے غفلت کریں گے۔

جواب: یہ اعتراض ایسا ہے جیسا کہ آریہ کرتے ہیں کہ توبہ سے بندہ بدعمل ہو جاتا ہے مواث! شفاعت سے امید بڑھے گی۔ اور اللہ سے اشتیاق عمل اور زیادہ ہوگا۔

سوال ۵: ہم بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے رحمت کی دعا مانگتے ہیں اور ان پر دود پڑھتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے رفع درجات کی شفاعت کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے سفارشی اور ہم آپ کے سفارشی۔ **فانقلب المقصود.**

جواب: دونوں دعاؤں میں بڑا فرق ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے ہمارے بیڑے پار ہوں گے اور ان کی دعا کے بغیر ہمارا کام نہیں چل سکتا اور ہماری دعا اُن سے بھیک مانگنے کے لیے ہے جیسا کہ سخی کو دعائیں دے کر بھیک مانگی جاتی ہے۔ اسی لیے قرآن نے جہاں درود پڑھنے کا حکم دیا ہے وہاں پہلے ہی فرما دیا کہ ہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رحمتیں بھیج رہے ہیں تم بھی ان کے لیے دعا کیا کرو یعنی تمہاری دعا پر رحمت الٰہی موقوف نہیں پہلی قسم کی دعا شفاعت ہے اور دوسری بھیک مانگنا ہے لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے شفیع ہیں اور ہم ان کے بھکاری۔

سوال ۶: شفاعت ایک حیلہ کے طور پر ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مغفرت کے لیے ایک حیلہ بناتا ہے یعنی کسی کو الہام کر دیتا ہے تاکہ وہ سفارش کرے۔

جواب: یہ شفاعت بالوجاہت شفاعت بالمحبۃ شفاعت بالاذن ہر طرح کی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں انسان کے لیے وجاہت وغیرہ سب ثابت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے **اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ.** (ترجمہ) عزت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایمانداروں کے لیے ہے۔ ''موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق فرمایا:

وکان عند اللہ وَجِیہًا. (ترجمہ) ''حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے دربار میں بڑے باوجاہت ہیں'' اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وَجِیہًا فِی الدُّنیَا وَالْاٰخِرَۃ (ترجمہ) حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا و آخرت میں وجیہہ تھے۔ قرآن مجید میں ہے۔ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ......رضی اللہ عنھم وَرَضوا عنہ. اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں...... اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔ وَھٰذَا الجُبَلَ یحبنا ونحبہ (ترجمہ) اور یہ ایسا پہاڑ ہے کہ ہم اس سے محبت رکھتے ہیں اور وہ ہم سے محبت کرتا ہے نیز وہ اپنے پیاروں کی بات مانتا ہے اور ناز برداری کرتا ہے...... حدیث میں ہے کہ میری امت کے بہت سے پریشان اور پراگندہ حال ایسے ہوں گے کہ اگر وہ اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری فرما دیتا ہے یعنی اگر وہ قسم کھالیں کہ فلاں کو جنت میں لیجاؤں گا تو خدا تعالیٰ ضرور جنت میں بھیج دیتا ہے۔ جیسے چھوٹے بچے اور جیسے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا اِنْ ھُوَاِلاَّ فتنتک یعنی اے اللہ یہ کام محض تیرا ہی فتنہ ہے۔'' یہ ناز برداری کے طور پر کہا۔

شفاعت بالاذن کا معنی

شفاعت بالاذن کا معنی یہ نہیں کہ ہر مجرم کے لیے اذن سفارش حاصل کیا جائے یا اللہ تعالیٰ خود بخشنا چاہے اور بہانہ کے طور پر جناب مصطفیٰ ﷺ کو اشارہ فرمائے بلکہ معنی ہیں ہے کہ کسی کو دربار الٰہی میں بغیر اجازت بولنے کی جرأت اور اجازت نہ ہوگی۔ معزز حضرات کو عام اجازت ہوگی کہ وہ جس مسلمان کی چاہیں سفارش کریں اور بخشالیں اور جس کو عذاب دینا مقصود ہوگا اس کی طرف جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا خیال ہی نہ جائے گا۔ یہ سب باتیں تعالیٰ کی عطا سے ہیں نہ کہ دھونس سے۔

مسئلہ شفاعت اور تبلیغی جماعت

ناظرین کرام! سرزمین پاک و ہند میں ایک جماعت تبلیغی جماعت کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔ بظاہر یہ جماعت تبلیغ اسلام اور دینی نشرواشاعت کے لیے بہترین جماعت معلوم ہوتی ہے۔ سفر حضر میں ان کا خلوص وایثار پرکیف دکھائی دیتا ہے ان کا قول و فعل عبادت ہی دکھائی دیتا ہے جس سے عوام پر کیا خواص پر بھی ان کے زہد وخلوص کا اثر پڑتا ہے اور ان کا طرز عمل مثالی شکل بن کر ایک خاص تاثر پیدا کرتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کا نظریہ بھی شفاعت سے متعلق پیش کر دیا جائے۔ مگر قبل اس کے کہ ہم اس مسئلہ سے متعلق ان کے نظریہ کو پیش کریں چاہتے ہیں کہ اس جماعت کے بانی سے روشناس کرا دیا جائے کیونکہ جماعت کے قول وفعل سے جماعت کے افراد ضرور متاثر ہوتے ہیں جیسا کہ دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد صاحب نے کہا ہے۔

محترما! جب کوئی تحریک کسی شخص کی طرف منسوب ہوگی تو وہ قبلہ توجہ ہوگا اور اس شخص کے عقائد واخلاق کا اثر ممبروں پر قطعی طور پر پڑے گا۔

تبلیغی جماعت کے بانی کا تعارف

تبلیغی جماعت کے بانی مولوی محمد الیاس اختر ہیں جو کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی دیوبندی کے شاگرد رشید ہیں۔ مولوی الیاس کی نانی صاحبہ آپ پر بہت شفیق تھیں فرمایا کرتی تھیں کہ اختر! مجھے تجھ سے صحابہ کی خوشبو آتی ہے کبھی پیٹھ پر شفقت اور محبت سے ہاتھ رکھ کر فرماتیں کیا بات ہے کہ تیرے ساتھ مجھے صحابہ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔

(دینی دعوت ص ۴۲)

مولوی الیاس صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کنتم خیر امة. الایة کی تفسیر خواب میں یہ القا ہوئی کہ تم مثل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لوگوں کے واسطے ظاہر ہو گے۔ (ملفوظات ص ۵۱)

آپ فرماتے ہیں اگر حق تعالیٰ کسی کام کو لینا نہیں چاہتے تو چاہے انبیاء بھی کتنی کوشش کریں تب بھی ذرہ نہیں ہل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے۔ (مکاتیب الیاس ص ۱۰۷ و ۱۰۸)

ثابت ہوا کہ مولوی الیاس صاحب دیوبندی ہیں اور یہ کہ آپ کے نظریات خاص مقاصد کے حامل ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ تبلیغی جماعت نجدی وہابی عقائد کی ایک تحریک معلوم ہوتی ہے۔ ان کے اعمال وعقائد نجدیوں کے ساتھ کلی مشابہت رکھتے ہیں بلکہ متحد ہی معلوم ہوتے ہیں اسلامی تبلیغ کا صرف لبادہ اوڑھ رکھا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے بھولے عوام کو عقائد صحیح اہلسنت سے پھیر کر پورا موحد اور نجدی بنایا جائے جیسا کہ آئندہ ظاہر ہوگا۔

نوٹ: تبلیغی جماعت کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا اکثر حصہ کتاب تبلیغی جماعت حقائق و معلومات کے اجالے میں ارشد القادری شائع کردہ مکتبہ جام نور فیض العلوم جمشید پور بہار سے لیا گیا ہے۔

تبلیغی جماعت کی پالیسی

تبلیغی جماعت کے سابق مرکزی امیر اور مولوی لیاس صاحب کے فرزند و جانشین مولوی محمد یوسف صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں تبلیغی جماعت کی مذہبی پالیسی کا ان لفظوں میں اعلان کیا ہے۔ ہمارا تبلیغی کام صرف عمل صالح کے لیے نہیں ہے بلکہ اول یہ ایمانی تحریک ہے اور بعد میں عمل صالح کی ہے۔ اب تک ۲۰ و ۲۵ سال کے تجربہ سے یہی معلوم ہوا ہے کہ شرکیہ رسموں (یعنی میلاد و قیام فاتحہ عرس وغیرہ) اور گناہوں کے چھیڑنے سے لوگ رسموں اور گناہوں کو چھوڑتے نہیں لیکن اگر ان کو ساتھ لیکر جماعتوں میں پھرایا جائے اور ان کے سامنے کلمہ طیبہ کا صحیح مطلب اور مطالبہ سامنے آتا رہے تو رسموں اور گناہوں کو خود بخود چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ ہمارا تجربہ ہے اس کو کیسے جھٹلا دیں۔

(قلمی مکتوب بقلم محمد عاشق الٰہی مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین دہلی۔)

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ اس اعلان میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ تصحیح عقیدہ پہلے ضروری ہے اور عمل بعد میں ہوگا جیسا کہ حقیقت بھی یہی ہے کہ صحت عمل کے لیے عقیدہ کا درست ہونا ایک بنیادی اور معیاری حیثیت رکھتا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جماعت کے پیش نظر عمل سے بری رسموں اور گناہوں جیسے میلاد وغیرہ کو مٹانا ہے۔

تبلیغی جماعت کی ضرورت

کتاب وسنت کی روشنی میں بہت سے اسلام کے خلاف دشمنان اسلام کی تخریبی سازشوں کی نشاندہی ملتی ہے کہ انہوں نے اسلام کو پر فریب اور خطرناک حیلہ سازیوں سے نیچا دکھانے بلکہ اس کو تباہ کرنے کی بیشمار کوششیں کی ہیں کہ اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو بہت سی ایسی جماعتیں منکشف ہو جائیں گی جن کا سلسلہ ارتباط کسی مکاروعیار دشمن سے متصل معلوم ہوگا۔ مثلاً حکومت برطانیہ کو اس نے اسلام دشمنی کا جو مظاہرہ ملک عرب وغیرہ مشرق وسطی میں کیا اور کر رکھا ہے اس کے لیے گو صرف تفریق باہمی کافی تھی مگر اس نے خلافت اسلامیہ کو ختم کرنے کے لیے اسباب مہیا کیے باہمی آویزشیں قائم کر دیں ان کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے ابدی تفریق پیدا کر دی اور بعضوں کو زائد امداد دے کر حکومت واقتدار کی امید دلا دی اور دیگر حربے اور حیلے بتائے کہ مسلمان کی عزت وحرمت حتی کہ ان کے وجود تک ختم کرنے کو اسلام وایمان سمجھا جانے لگا جیسا کہ نجدی اقتدار میں ہوا۔

اسی طرح ہندوستان میں مسلم آبادی کی آبادی اور اس کا اتحاد واتفاق برطانیہ وغیرہ دشمنانِ اسلام کو کب گوارا ہو سکتا تھا لہٰذا مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کو ان کے مذہب وسیاست کو حتی کہ ان کے وجود کو پامال کرنے کی اور ختم کرنے کی سوجھی اور اس کے لیے سازشوں کا جال پھیلانے کی ٹھانی لہٰذا اوّل جناب مرزا غلام احمد قادیانی کو اس کے لیے تیار کیا اور اس سے ہر طرح رعایت واعانت کا وعدہ کیا جس کا مرزا صاحب نے خود اقرار کیا اس سلسلہ میں مرزا صاحب کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ "میں اپنا کام نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لیے دعا کرتا ہوں تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۲۹۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔" بے اختیار دل میں یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گذاری کی نیت سے ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر دنیا میں شائع کیں اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے اسی گورنمنٹ کو اب تک معلوم نہیں کہ ہم رات دن کیا خدمت کر رہے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ ایک دن یہ گورنمنٹ عالیہ ضرور میری خدمات کی قدر کرے گی۔ (تبلیغ رسالت ج ۱ ص ۲۸)

ناظرین ملاحظہ فرمایئے۔ ان عبارات سے کس قدر واضح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب خداوند کریم اور رسول کریم ﷺ کو چھوڑ کر ایک دشمن اسلام کو دنیاوی اغراض کے حصول کے لیے دین و اسلام سب کچھ قربان کر رہے ہیں اور دنیا مردار کے مقابلہ میں اخروی حیات طیبہ اور جاودانہ زندگی کو ترک کر رہے ہیں اور نہ ہی اس میں شبہ باقی رہتا ہے کہ ان اقراری بیانات کے بعد کیسے یقین نہ کیا جائے کہ مرزا صاحب کی جماعت گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ پروان چڑھی مگر دشمن عیار کا ملاحظہ فرمایئے کہ بنیاد رکھ کر درمیان سے پیچھے ہٹ گیا اور یہ جماعت مرزائیہ اسلامی لبادہ اوڑھ کر یکا یک ایک نئے فرقے کی حیثیت سے مذہب کی سطح سے ابھر آئی اور ترقی کرتے کرتے آج دنیا کی سب سے بڑی تبلیغی جماعت بن گئی جیسا کہ ہفت روزہ "ہماری زبان" علی گڑھ رقمطراز ہے۔

"موجودہ زمانہ میں احمدی جماعت (قادیانی جماعت) نے منظم تبلیغ کی جو مثال قائم کی ہے وہ حیرت انگیز ہے لٹریچر مساجد اور مدارس کے ذریعہ یہ لوگ ایشیا یورپ افریقہ امریکہ کے دور دراز گوشوں تک اپنی کوششوں کا سلسلہ قائم کر چکے ہیں جس کی وجہ سے غیر مسلم جماعتوں میں ایک گونہ اضطراب پایا جاتا ہے۔ کاش دوسرے لوگ بھی ان کی مثال سے سبق لیتے۔" (ہماری زبان ص ۲۲ دسمبر ۵۸ء)

''تبلیغی جماعت'' کا ابتدائی وجود اور حکومت برطانیہ کی طرف سے مالی امداد

برادران ملت! ہندوستان میں مسلمانوں کے ملی اور ملکی اتحاد کو توڑنے کے لیے غالباً انگریزوں کا یہ پہلا مورچہ تھا جو نہایت کامیاب ہوا لیکن چونکہ قادیانی جماعت اپنے واضح اور کھلے ہوئے امتیاز (اجراء نبوت یا انکار ختم نبوۃ) اور چونکا دینے والے نام ونشان کی وجہ سے عام مسلمانوں میں موثر ثابت نہیں ہوسکتی تھی جس سے انگریزوں کا کامل تفریق وتباہی کا مقصد پورا نہیں ہوسکتا تھا۔ لہٰذا ان کو ایک ایسی مذہبی تحریک کی ضرورت پیش آئی جس کے چلانے والے اپنے ظاہر کے اعتبار سے مسلمانوں میں ایک خاص وجاہت اور اثر ورسوخ رکھتے ہوں تاکہ ان کے ذریعہ سے عام مسلمانوں کو ملی وملکی تفریق وانتشار کے مہلک مرض میں ابدی اور دائمی طور پر مبتلا کیا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے انگریزوں نے مالی امداد کا وافر وعدہ اور سہارا دے کر مولوی الیاس صاحب کو کھڑا کیا جیسا کہ دیوبندی جمیعۃ علماء کے ناظم اعلیٰ مولوی حفظ الرحمان نے اپنے ایک بیان میں خود اس کا اقرار واعتراف کیا ہے جیسا کہ مکالمۃ الصدرین کا مرتب ان کی ایک گفتگو کا ایک سلسلہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اسی ضمن میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس کو تبلیغی تحریک کے ابتدا میں حکومت کی طرف سے کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہوگیا۔ (مکالمۃ الصدرین ص ۸ شائع کردہ دیوبند۔)

ملاحظہ فرمایئے کہ مذہب کے نام پر کسی تحریک کو چلانے سے دشمن اسلام کی مالی امداد کا موجب اور علت اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایک مذہب کو دوسرے سے ٹکرا اور لڑا بھڑا کر اہل مذہب کی روحانی اخلاقی اجتماعی قوتوں کو انتہائی نقصان پہنچایا جائے بلکہ ان کو ختم کیا جائے۔

لٹریچر اور مواد مہیا کرنے کا سودا

اسلام کے نام پر ایک تبلیغی جماعت کی بنیاد رکھنے کے بعد طے شدہ اصول وضوابط

کی روشنی میں کام کرنے کے لیے ایسے فکری ونظری مواد کی ضرورت تھی جو ذہن نشین ہونے کے بعد ایمانی چمک و دمک کو ٹھنڈا کردے اور اہل اسلام میں مذہبی خانہ جنگی کا ایک ایسا سلسلہ شروع کردے جو کبھی ختم نہ ہونے پائے چنانچہ اس کی تکمیل کے لیے مولوی اشرف علی تھانوی کی قلمی خدمات حاصل کی گئیں جیسا کہ اس کا بھی مکالمۃ الصدرین ص ۱۱ پر مولانا شبیر احمد عثمانی دیو بندی کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے مولوی حفظ الرحمٰن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ دیکھیئے مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہ ہمارے آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے ہیں۔ اور یہ ظاہر کہ حکومت برطانیہ نہ ان کی مرید کہ نذرانہ سمجھا جائے نیز مولانا بظاہر نذرانہ کے ویسے بھی مخالف تھے اور نذرانہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ نذرانہ ایک آدھ بار پیش کیا جاتا ہے نہ یہ کہ ماہ بماہ تو پھر اس کا سبب بجز اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ ایک طے شدہ معاملہ او خدمات کا معاوضہ تھا۔''

ہوسکتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مولانا صاحب ناجائز طور پر مذہبی تفریق اور باہمی آویزشوں کے لیے کسی حکومت سے کوئی رقم وصول کریں یہ کسی دنیادار کا کام تو ہوسکتا ہے کہ ناجائز امر پر کسی سے کچھ لے لے مگر مولانا سے توقع نہیں ہے لہٰذا مولانا تھانوی کا خود بیان نقل کیا جاتا ہے کہ ''ایسی بات جوان کے نزدیک اور ان کے مذہب میں ناجائز ہوتی ہے اس پر وہ کسی قسم کا معاوضہ لینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔'' دیکھیئے تھانوی صاحب اس زمانہ میں جب کہ وہ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں مدرس تھے مجالس میلاد وغیرہ میں خود حاضر ہوجاتے صلوٰۃ وسلام دعا وقیام سب کچھ کرجاتے حالانکہ وہ ان چیزوں کو ناجائز سمجھتے تھے۔ سنئے آپ فرماتے ہیں...... ''نیز وہاں میں نے بدوں شرکت میلاد قیام کرنا قریب بحال دیکھا اور منظور تھا وہاں رہنا کیونکہ منفعت بھی ہے کہ مدرسہ سے تنخواہ ملتی ہے۔

(سیف یمانی مصنفہ مولوی منظور نعمانی ص ۲۴)

ملاحظہ ہو کہ تھانوی صاحب نے صرف چند پیسوں کی خاطر اپنے مذہب اپنے ضمیر

اور اپنے اعتقاد کا کس طرح خون کیا ہے۔ اگر تھانوی صاحب کو اپنا دین اور اپنا مذہب پیارا ہوتا تو خدا تعالیٰ کی زمین وسیع تھی اور کسی جگہ جا کر اپنے مذہبی تقاضوں کو پامال کیے بغیر وہ رزق حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن اگر کسی کی نگاہ سکہ رائج الوقت ہی اگر سب کچھ ہو تو پھر عقیدہ اور مذہب کیا وہ تو اپنے آپ کو بھی بیچ سکتا ہے۔ تو اب اگر تھانوی صاحب اسی انداز سے حکومت برطانیہ سے کچھ ماہوار وظیفہ حاصل کریں تو عین ممکن اور جائز ہے کہ آخر مالی منفعت ہے۔

اور ملاحظہ ہو تھانوی صاحب نے فرمایا کہ میں دعوت اور ہدیہ میں حلال وحرام کو زیادہ نہیں دیکھتا کیونکہ میں متقی نہیں ہوں۔ (کمالات اشرفیہ ص ۴۰۶)

خیال فرمایئے کہ جب دعوت اور ہدیہ میں حلال وحرام کا زیادہ خیال نہ کیا گیا تو اس دعوت و ہدیہ میں ہو سکتا ہے کہ کوئی قابل اعتراض چیز موجود ہو تو کیا زہد اور تقویٰ اور بزرگی اور قدوائیت مفتی مجدد و حکیم الامت وغیرہ ہونے کا یہی تقاضا ہے؟

اور سنئے مولوی تھانوی صاحب کے ملفوظات کے مرتب مولوی خواجہ عزیز الحسن لکھتے ہیں۔ حضرت تھانوی نے احقر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھئے کہ میرا (تاریخی نام) مکر عظیم ٹھیک ہے یا نہیں۔ میں آخر شیخ زادہ ہوں شیخ زادے بڑے فطرتی ہوتے ہیں مجھے بھی فطرتیں بہت آتی ہیں۔ (حسن العزیز ج ۱ ص ۱۳)

ظاہر ہے مکر خطرناک عیب ہے تو پھر مکار و فطرتی آدمی کی آویزشیں کیسی ہوں گی۔ اکثر باتیں اس سے ممکن ہو سکتی ہیں۔

پھر اور سنیئے۔ تھانوی صاحب جن دنوں مدرسہ جامع العلوم کانپور میں مدرس تھے انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ محلے کی کچھ عورتیں فاتحہ کرانے کے لیے مٹھائی لیکر آئیں تھانوی صاحب کے طلبہ نے فاتحہ دینے کی بجائے مٹھائی لیکر خود کھالی (اس پر فاتحہ نہ پڑھی) اس پر برا ہنگامہ ہوا۔ تھانوی صاحب کو خبر ہوئی تو وہ آئے اور انہوں نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''بھائی یہاں وہابی'' رہتے ہیں۔ یہاں فاتحہ نیاز کے لیے کچھ مت دیا کرو۔ (اشرف السوانح ص ۴۵ ج ۱)

ملحوظ خاطر فرمائیے کہ مولوی تھانوی صاحب نے کتنے اچھے تاثرات اپنے طلبہ میں پیدا کر رکھے ہیں کہ جس کو ناجائز سمجھتے ہیں رسم شرک قرار دیتے ہیں اسی کو خود کھا جاتے ہیں اور تھانوی صاحب ہیں کہ اس پر طلبہ کو کچھ نہیں کہتے لیکن حقیقت واضح ہے کہ جب تھانوی صاحب خود ایسی احتیاط کو پسند نہیں فرماتے تو ان کے طلبہ ایسی چیزوں سے کس طرح محتاط رہ سکتے ہیں۔

بہر حال مولوی تھانوی صاحب اگر کسی حکومت کو خوش کرنے کے لیے کسی ناجائز بات پر اگر کسی نوعیت کا کچھ معاوضہ لے لیں تو بالکل مستبعد نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ تھانوی صاحب کو خرید و فروخت سے اور کسی سے کچھ لینا اور کچھ دنیا تھانوی صاحب کی ایک فطرت ہوگئی تھی کہ اس میں کوئی باک محسوس نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ ایسی تمنا کا اظہار فرمایا کرتے۔ ارشاد فرماتے۔ اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو سب کو تنخواہ کر دوں پھر خود ہی سب کے سب وہابی بن جائیں۔ (الافاضات الیومیہ ص ۶۷ ج ۳)

ملاحظہ فرمائیے وہابیت کا سوز و گداز اور عشق کہ تنخواہ دیکر کسی کو ایماندار بنانے کی تو خواہش پیدا نہیں ہوئی ہاں مسلمانوں کو وہابی بنانے کی تمنا سے جگر سوکھتا رہا کاش تنخواہ دے کر کسی کو تھانوی صاحب مسلمان بنانے کی آرزو کرتے کہ کچھ ثواب ملتا۔

دو ایجنٹوں اور کارکنوں کا باہمی رشتہ

اوپر مذکور ہوا کہ انگریزوں نے اس تبلیغی تحریک کے ذریعہ اہل اسلام کے خرمن اتحاد و اتفاق کو تفریق باہمی کی بھڑکتی ہوئی آگ سے دائمی طور پر جلانے کے لیے مولوی تھانوی اور مولوی الیاس کی خدمات حاصل کیں۔ اب ذرا اس سلسلہ میں ایک آقا کے دو مشترک ایجنٹوں کا ایک دوسرے سے باہمی ربط و یگانگت بھی ملاحظہ فرمائیے۔ مولوی الیاس صاحب تھانوی صاحب کی یوں منقبت میں رطب اللسان ہیں۔

''حضرت مولانا تھانوی صاحب نے بہت بڑا کام کیا ہے پس میرا دل چاہتا ہے کہ

تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔"

(ملفوظات الیاس ص ۵۷)

اب تھانوی صاحب بضحوای من ترا حاجی بگویم تو مرا ملا بگو۔ مولوی الیاس صاحب کی مدح سرائی میں یوں گوہر افشاں ہیں...... "حضرت اقدس تھانوی صاحب قدس سرہ العزیز کی عادت مبارک تبلیغی جماعتوں کے پہنچتے وقت یہ سنی گئی کہ ان کی دعوت فرماتے دعا فرماتے بعض دفعہ اصول سے مستثنیٰ فرماتے یہ بھی سنا گیا کہ فرمایا الیاس نے یاس کو آس سے بدل دیا۔

(چشمہ آفتاب ص ۱۴)

سامعین حضرات! اوراق گذشتہ میں جہاں تک تھانوی صاحب بلکہ دیگر ان کے ہم مشرب صاحبوں کی تعلیمات و تصنیفات کے ذریعہ مسلمانوں میں مذہبی خانہ جنگی اور فرقہ وارانہ فساد و انتشار برپا ہونے کا سوال ہے جو کہ دشمنانِ اسلام انگریزوں کا مدعا تھا۔ ان کے چند نمونے سپرد قلم ہو چکے ہیں جنہیں پڑھ کر آپ اس نتیجہ پر یقیناً پہنچ گئے ہوں گے کہ نہایت ایمانداری کے ساتھ چھ سو روپے ماہوار کی رقم خطیر کا پورا پورا حق نمک ادا کر دیا گیا ہے اور فریضہ منصبی کی ادائیگی میں دونوں صاحبوں نے سرمو فرق نہیں کیا۔ ایک نے فتنہ پرور لٹریچر تیار کر کے دوسرے نے تبلیغ و دعوت کا دلفریب طریقہ ایجاد کر کے ایک مثال قائم کر دی ہے۔

نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو کچھ ان کے متعلق لکھا گیا ہے وہ محض الزام نہیں بلکہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کو ذکر کرنے والے خود ان حضرات کے معتقدین و متعلقین ہیں مثل مشہور ہے کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے اگر یہ گھر کے لوگ راز سربستہ فاش نہ کرتے تو ہمیں اس کی ہوا بھی نہ لگتی۔

ایک اہم سوال

جب سطور مذکورہ میں یہ واضح کیا گیا کہ یہ سب انگریز کی چال تھی کہ اس نے مسلمانان ہند میں تفریق پیدا کرنے کے لیے یہ سازش کی تھی تو تبلیغی جماعت کا اس نظریہ کی

تکمیل کے لیے نجدی حکوت سے ساز باز کرنے کا کیا مطلب؟

تفریق بین المسلمین اور اُن میں انتشار کی نوعیت

ناظرین کرام! جب آپ نے اوراق گذشتہ میں یہ سمجھ لیا کہ یہ دشمن اسلام انگریز وغیرہ کی شرارت تھی کہ تفریق اور انتشار کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح مولوی تھانوی صاحب اور مولوی الیاس کو بعد میں تیار کیا گیا اور ان کو معقول معاوضہ دیا گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ انہوں نے یہ تفریق اور انتشار بین المسلمین کو کس طرح ہوا دی اور کیا حیلہ اور حربہ استعمال کیا۔ سنئے یہ حضرات جانتے تھے کہ فتنہ مرزائیت سے مسلمان کچھ بیدار ہوگئے ہیں جلدی جلدی متاثر نہیں ہوں گے کسی فوری انگیخت اور تیز پالیسی سے اور چمک جائیں گے۔ غالباً آخر یہ طے پایا کہ مشرق وسطیٰ مین نجدی حکومت نے جو انداز تحریر اختیار کیا ہے وہ اختیار کیا جائے کہ کسی اسلامی مسئلہ کو سامنے رکھ کر اور شرعی حیثیت کا لبادہ اوڑھ کر اس تفریق کی طرح ڈالی جائے اور نجدی تحریک کی وضاحت کرالی جائے بلکہ اس سے تعاون کا مطلبہ کیا جائے چنانچہ سمجھ میں آتا ہے کہ اسی غرض کے لیے مولوی اسماعیل وغیرہ کو حجاز بھیجا گیا تاکہ وہ تحریک کے پورے خدوخال سے واقفیت حاصل کر کے اطلاع دیں۔

حالات اور تاریخ بتاتی ہے کہ مولوی اسماعیل وغیرہ حجاز گئے اور حکومت نجد سے ان کی تحریک کی ابتدائی کارروائی اور تکمیلی مراحل سے کوائف دریافت کیے جن کو سن کر مولوی اسماعیل صاحب نہایت متاثر ہوئے نجدی حکومت نے پوری پوری حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ اپنی کامیابی کے لیے اپنی سی تحریک چلانے کی ترغیب دی اور اسی شرط پر اپنی معاونت اور توجہ و غایت بھر عنایت کا وعدہ کیا تاکہ آئندہ اپنی حکومت کو زیادہ پھیلایا جاسکے جس کو مولوی اسماعیل صاحب نے قبول کیا اور اس کو اپنانے کے لیے سردھڑ کی بازی لگانے کا وعدہ کیا جس پر نجدی حکومت نے مولوی صاحب کو اپنے کرم وجود سے نوازا اور نجدی تحریک پر مشتمل چند کتابیں جن میں کتاب التوحید بھی تھی عطا کیں۔ چنانچہ مولوی اسماعیل صاحب نے واپسی پر کتاب التوحید

کا ترجمہ بصورت تقویت الایمان لکھا اور اس میں خوب زور لگا کر نجدی عقائد کا عکس بھرا اور اپنے پہلے عقائد سے بالکل انحراف کیا جس سے اللہ کی مخلوق کیا سے کیا ہوگئی۔

ناظرین کرام! اب ہم عقائد نجدیہ اور ان کی تحریک کا پس منظر بیان کرتے ہیں جن کو مولوی اسماعیل وغیرہ نے قبول کرتے ہوئے سرز مین ہند وغیرہ میں پھیلانے اور ان کو اپنانے کی سعی بلیغ کی تاکہ تبلیغی جماعت وغیرہ کی یہ ہماہمی اور اس کا آخری مقصد معلوم ہو سکے اور کسی نتیجہ پر پہنچنا آسان ہو جائے۔

عقائد وہابیہ نجدیہ

شیخ الاسلام مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی ورکن جمعیۃ العلماء ہند وسربراہ تبلیغی جماعت کی زبان سے سنیئے۔ آپ فرماتے ہیں:

"محمد ابن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اہلسنت والجماعت سے قتل وقتال کیا بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا اور ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھتا رہا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا۔"

(الشہاب الثاقب ص ۴۲)

محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ "جملہ اہل عالم اور تمام مسلمانانِ دیار مشرک وکافر ہیں اور ان سے قتل وقتال کرنا اور انکے اموال کو ان سے چھیننا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔" (الشہاب ص ۴۳)

خلافت کمیٹی کے وفد کی رپورٹ کے ص ۸۰ پر ہے مدینہ منورہ کے اجتماع میں نجد کے قاضی نے علماء مدینہ کو یہ خطاب کیا یا اھل الحجاز انتم اشد کفراً من ھامان و فرعون نحن قاتلنا کم مقاتلۃ المسلمین مع الکفار انتم عباد حمزۃ و عبد القادر.

ترجمہ: ''اے باشندگان حجاز! تم ہامان اور فرعون سے بھی بڑھ کر کافر ہو ہم تمہارے ساتھ اسی طرح قتال کریں گے جس طرح کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ تم امیر حمزہ اور عبد القادر (جیلانی) کے پجاری ہو۔''

ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی حق اب نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ہے۔'' (الشہاب ص ۴۷)

نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک محدود ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں۔ ص ۴۵

وہابیہ نجدیہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ یارسول میں استعانت بغیر اللہ ہے اور وہ شرک ہے (ص ۶۵) وہابیہ خبیثہ کثرت صلاۃ وسلام ودرود خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور قراءۃ دلائل الخیرات وقصیدہ بردہ قصیدہ ہمزیہ اور اس کے استعمال کرنے اور ورد بنانے کو سخت قبیح ومکروہ جانتے ہیں۔ (ص ۶۶) وہابیہ امر شفاعت میں اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم (نہ ہونے کے برابر) پہنچادیتے ہیں۔ (ص ۶۷)

وہابیہ سوائے علم احکام الشرائع کے جملہ علوم و اسرار حقانی وغیرہ سے ذات سرور کائنات خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خالی جانتے ہیں۔ (ص ۶۷)

وہابیہ نفس ذکر ولادت حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبیح و بدعت کہتے ہیں اور علیٰ ہذا القیاس اذکار اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بھی برا سمجھتے ہیں۔ (ص ۶۷)

ملک گیری کے لیے جو آلہ ان کے پاس ہے یعنی قوم نجد! اس کو ایک صدی سے زیادہ یہی سکھایا گیا ہے کہ اس کے علاوہ سب مسلمان کافر ومشرک ہیں اور نجدیوں کی گذشتہ صدی کی تاریخ بھی یہی بتاتی ہے کہ ان کے ہاتھ کفار کے خون سے کبھی نہیں رنگے گئے۔ جس قدر خونریزی انہوں نے کی ہے وہ صرف مسلمانوں کی کی ہے۔ (رپورٹ وفد کمیٹی ص ۱۰۵)

شان نبوت وحضرت رسالت مآب علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت

گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور شقاوت قلبی اور ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لاتے ہیں (ص ۴۷) وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا ہے کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو سخت کرتے ہیں اور اہل زمین پر سخت نفرین اس نداوخطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزا اڑاتے ہیں۔ص ۶۵

مولوی انور شاہ کاشمیری شیخ الحدیث دیوبند

امام محمد ابن عبد الوهاب النجدی فَإنه کان رجلاً بليداً قليل العلم فكان يسارع الى الحكم بالكفر.

(ترجمہ) ''محمد ابن عبد الوہاب نجدی ایک کم علم اور کم فہم انسان تھا اور اسی وجہ سے کفر کا حکم لگانے میں اسے کوئی باک نہ تھا۔'' (مقدمہ فیض الباری از انور شاہ کاشمیری)

مولوی قاری محمد طیب مہتمم مدرسہ دیوبند

وہ (عبد الوہاب نجدی) بہت سے مباح اور جائز امور کو حرام کہتے ہیں کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند۔فروری ۱۹۶۳ء ص ۴۱)

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی

محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ان کے عقائد عمدہ تھے۔

محمد ابن عبدالوہاب عامل بالحدیث تھا بدعت وشرک سے روکتا تھا۔(فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۷۸)

مولوی خلیل احمد دیوبندی انبیٹھوی

ان (محمد بن عبدالوہاب) کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہ ہی مسلمان ہیں اور جو ان کے خلاف ہو وہ مشرک ہے۔ اس بنا پر انہوں نے علماء اہلسنّت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا؟ (التصديقات لدفع التلبيسات المعروف بالمهند ص ۱۳)

اس کتاب پر شیخ الہند مولوی محمود الحسن دیوبندی، مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی
جیسے اکابر علماء دیوبند کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں۔

ان عقائد نجدیہ وہابیہ کا خلاصہ

محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور اپنے عقائد باطلہ فاسدہ سے اہلسنّت والجماعت کو مباح الدم سمجھتا تھا اور ان کے مالوں کو حلال غنیمت سمجھتا تھا اور ان کے قتل کو باعث رحمت وثواب بلکہ جہاں بھر کے مسلمانوں کو کافر مشرک اور ان کو قتل کرنا ان کے مالوں کو لوٹنا چھیننا حلال و جائز بلکہ واجب سمجھتا تھا۔ باشندگان حجاز کو یوں کہا کہ تم ہامان اور فرعون سے بڑھ کر کافر ہو۔ تمہارے ساتھ کافروں کی طرح قتال ضروری ہے کہ تم امیر حمزہ اور عبدالقادر جیلانی کے پجاری ہو۔ رسول کریم ﷺ کا وفات کے بعد کوئی حق و احسان نہیں اور نہ ہی آپ سے اب کوئی فائدہ ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات اسی حد تک تھی جب تک وہ دنیا میں رہے۔ وفات کے بعد نبی وغیرہ نبی سب برابر ہیں اور یارسول میں استعانت بغیر اللہ کی وجہ سے شرک ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت نہ ہونے کے برابر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام علوم شریعت کے علاوہ اور جملہ علوم اور اسرار حقانی سے بالکل خالی اور بے بہرہ ہیں اور حضور علیہ السلام کا نفس ذکر ولادت بھی قبیح و بدعت ہے۔ اسی طرح اذکار اولیاء بھی برے ہیں اور حضور علیہ السلام پر کثرت سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا اور دلائل الخیرات قصیدہ بردہ قصیدہ ہمزیہ وغیرہ کو ورد بنانا سخت قبیح ومکروہ ہے۔

حضرات! دہابیہ نجدیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے یہ مختصر عقائد ہیں جو کہ دیوبندی گروہ کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد صاحب نے اپنی کتاب الشہاب میں ذکر کیے ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اب یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ جو شخص یہ عقائد رکھے گا ان کی تبلیغ کرے گا ان کو عین ایمان واسلام سمجھے گا بلکہ ان پر عمل کرنا نہ یہ کہ جائز بلکہ واجب اور ضروری تصور کرے گا ان کی مخالف کی قبیح و مذموم بلکہ اسلام کا انکار خیال کرے گا وہ بہر صورت قطعی طور

پر وہابی ہوگا۔ محمد بن عبد الوہاب کا متبع ہوگا لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ بعض ایسے حضرات کا ذکر کریں جنہوں نے ان عقائد کی تصویب اور تصحیح کی اور ان کو جائز کہا ان پر عمل کرنا صحیح معنی میں ایمان و اسلام بتایا ہے۔

ان حضرات کا ذکر جنہوں نے عقائد وہابیہ نجدیہ کو پسند کیا ہے یعنی علماء دیوبند وغیرہ

تبلیغی جماعت کے پیشوا اعظم مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنے فتاوی رشیدیہ ج ا ص ۱۱۹ پر فرماتے ہیں۔ محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر جو حد سے بڑھ گئے ہیں ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں۔

اس فتوی میں محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی تسلیم کیا گیا ہے اور ان کے عقائد کو عمدہ بتایا گیا ہے۔ صرف بچاؤ کے لیے ان کا مذہب حنبلی بتا دیا گیا ہے۔

تبلیغی جماعت کے سربراہ مولوی منظور احمد نعمانی فرماتے ہیں کہ ''ہم خود اپنے بارہ میں بھی صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں۔

(سوانح مولوی محمد یوسف کاندھلوی ص ۱۹۰)

تبلیغی جماعت کے مرکز ہدایت مولوی اشرف علی صاحب فرماتے ہیں بھائی! یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ و نیاز کے لیے کچھ مت لایا کرو۔ (اشرف السوانح ج ا ص ۴۵)

مولوی رشید احمد فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص ۱۴۳ پر لکھتے ہیں ''اگر کوئی شخص قبروں پر چادریں چڑھاتا ہو اور مدد بزرگوں سے مانگتا ہو یا بدعتی مثل جواز عرس رسوم وغیرہ کا قائل ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ افعال اچھے ہیں تو ایسے شخص سے عقد نکاح جائز ہے یا نہیں۔

جواب: جو شخص ایسے افعال کرتا ہو وہ قطعاً فاسق ہے اور احتمال کفر کا ہے ایسے سے نکاح کرنا دختر مسلمہ کا اس واسطے ناجائز ہے کہ فساق سے ربط و ضبط کرنا حرام ہے۔

ج ۳ص ۱۱ پر ہے کہ محرم میں ذکر شہادت حسین علیہ السلام کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو سبیل لگانا شربت پلانا چندہ سبیل اور شربت دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبیہہ بالروافض کی وجہ سے حرام ہے۔

ج ۲ص ۱۵۴ پر ہے کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ عیدین میں معانقہ یا بغل گیر ہونا کیسا ہے ارشاد فرمایا۔عیدین میں معانقہ کرنا بدعت ہے۔ان تین عبارتوں میں وہی حکم ہے جو کہ وہابیہ دیا کرتے ہیں۔

مولوی منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں کہ ''آپ مسلمان کہلانے والے ان قبوریوں اور تعزیہ پرستوں کو دیکھ لیجئے۔شیطان نے ان مشرکانہ اعتقادات اور مشرکانہ اعمال کو ان کے دلوں میں ایسا اتار دیا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں قرآن اور سنت کی کوئی کسی بات کے روادار نہیں میں انہی لوگوں کو دیکھ کر اگلی امتوں کے شرک کو سمجھتا ہوں۔

(ماہنامہ الفرقان مکتوبات جمادی الاوّل ص۳۰، ۲۷ھ)

یہاں پر بھی وہی حکم ہے جو کہ وہابیہ لگایا کرتے ہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی عقیقہ وختنہ وبسم اللہ کے مکتب میں جمع ہونا سب ترک کردو نہ اپنے گھر کرو نہ دوسرے کے ہاں یہاں شریک ہو غمی میں تیجا دسواں چالیسواں وغیرہ شب برات کا حلوہ یا محرم کا تہوار خود کرو نہ دوسرے کے ہاں جاکر ان کاموں میں شریک ہو فاتحہ و نیاز ولیوں کی مت کرو بزرگوں کی منت مت مانو۔شب برات کا حلوہ عرفہ مبارک کی روٹی کچھ مت کرو کہیں بیاہ شادی مونڈن چلہ چھٹی عقیقہ منگنی چوتھی وغیرہ میں مت جاؤں نہ اپنے ہاں کسی کو بلاؤ۔بہشتی زیور ایک کتاب ہے اس کو یا تو پڑھ لیا کرو یا سن لیا کرو اور اس پر چلا کرو......

رواج کے موافق مولود شریف کرنا تبرکات کی زیارت کے لیے عرس کا سارا انتظام کرنا شب برات کا حلوہ پکانا رمضان میں ختم قرآن کے موقعہ پر شیرینی ضرور کرنے کے لیے چندہ مانگنا۔

(قصد السبیل ص۲۵،۲۶،۳۱) کسی عرس اور مولود شریف میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۹۳ ج ۳)

مولوی اشرف علی صاحب بہشتی زیور ج اص ۳۷ پر لکھتے ہیں...... ’’کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی ہے۔ کسی سے مرادیں مانگنا کسی کے سامنے جھکنا یا تصویر کی طرح کھڑے رہنا سہرا باندھنا علی بخش حسین بخش عبدالنبی وغیرہ نام لکھنا یوں کہنا کہ خدا و رسول اگر چاہے تو فلاں کام ہوجائے گا یعنی یہ سب شرک وکفر ہے۔‘‘

کفروشرک کی باتوں کا بیان

دیکھئے قصدالسبیل اور بہشتی زیور کے یہ مسائل واحکام اور وہابیہ کے احکام ایک جیسے معلوم ہورہے ہیں) تقویۃ الایمان ص ۴ مولفہ مولوی اسماعیل صاحب پر ہے۔ ’’کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو ان کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا شرک اور کفر تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ ومخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہیں۔‘‘

دیکھئے یہ عبارت کس طرح وہابیہ کا پرچار کررہی ہے، اور بطریق غلو بلا وجہ کس قدر اسلام کو کفر بتایا جارہا ہے۔ بلغۃ الحیر ان مصنفہ مولی حسین علی واں بھچراں ص ۲ پر لکھتے ہیں یا شیخ عبدالقادر یا خواجہ شمس الدین پانی پتی چنانچہ عوام میگویند شرک وکفر است۔

مولوی مرتضی حسن ناظم تعلیم دیوبند بحوالہ پرچہ اخبار امرتسر ۱۴/۱ اکتوبر ۱۹۲۷ء ان عقائد باطلہ پر مطلع ہو کہ انہیں مرتد کافر ملعون جہنمی نہ کہنے والا بھی ہی مرتد و کافر ہے پھر اس کو جو ایسا نہ سمجھے وہ بھی ایسا ہی ہے۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے تقویت الایمان کی یوں تائید کی ہے جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اس کے سب مسائل صحیح ہیں۔ اس کا رکھنا پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے (فتاوی رشیدیہ ص ۱۱۳ و ۱۱۴ ج ۱) بندہ کے نزدیک سب

مسائل اس کے صحیح ہیں۔ تمام تقویت الایمان پر عمل کرے۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۶۰ ج ۱) اور کتاب تقویت الایمان نہایت عمدہ کتاب اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے کتاب اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ فاتحہ کا پڑھنا کھانے پر یا شیرینی پر بدعت ضلالتہ ہے۔ ہرگز نہ کرنا چاہئے (فتاوی رشیدیہ ص ۵ ج ۲)

ناظرین کرام! ان حوالجات سے روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہوگیا کہ ان حضرات علما دیوبند کے عقائد وہی عقائد ہیں جو کہ وہابیہ نجدیہ کے ہیں نہ یہ کہ ان حضرات نے فقط تائید ہی کی ہے بلکہ صاف اور واشگاف الفاظ میں اعلان کیا ہے کہ یہ ان کے عقائد و اعمال ہیں۔ انہی عقائد کی نشر و اشاعت و تبلیغ و تذکیر ان کا مقصد حیات ہے اور انہوں نے کھلا اقرار کیا ہے کہ وہ بڑے سخت کٹڑ اصلی وہابی ہیں اور اس پر ان کا اصرار ہے اور اسی کی دعوت ان کا اصل مدعا ہے۔ بظاہر سنیت کا اور کہیں مقلدیت کا اور کہیں حنفیت وغیرہ کا لبادہ اوڑھ لیا جاتا ہے بلکہ وہابیت سے نفرت کا اظہار کیا جاتا ہے تاکہ عوام پر راز فاش نہ ہوجائے اور حقیقت یہ ہے کہ انکو وہابیت سے نفرت اور بیزاری نہیں کرنا چاہئے بلکہ کھلے بندوں اخبارات و رسالہ جات وغیرہ میں کثرت سے اس کا اظہار عام کر دینا ضروری ہے کہ بھائی ہم تو اصل میں پکے ....

اِن علماء کا اِختلاف کب سے ہوا

ناظرین کرام! ان مسائل متنازعہ فیہا میں ان حضرات علماء کا اوّل کوئی اختلاف نہ تھا۔ دیکھیے۔

(۱) حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا بیان پہلے گزر چکا ہے کہ آپ کے ان تلامذہ حضرات میں پہلے سے کوئی اختلاف نہ تھا یہ فتنہ تقویت الایمان (جو کہ حقیقت میں کتاب التوحید کا ترجمہ ہے) سے اور براہین قاطعہ کی اشاعت سے پیدا ہوا اور اسی نے یہ آگ و شورش پیدا کی ہے۔

(۲) مولوی اسماعیل صاحب کا خود اعتراف نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اس کو تسلیم کیا ہے کہ اس میں انتہائی غلو اور تشدد ہو گیا ہے حتی کہ شرک اصغر جو کفر نہیں کو شرک اکبر میں داخل کیا گیا ہے یعنی مسلمانوں کو کافر بنا دیا گیا ہے۔

(۳) علامہ شوکانی اور ہدیۃ المھدی سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ سب بے اعتدالی اور غلو و تشدد مولوی اسماعیل کی تقویت سے پیدا ہوا ہے۔

(۴) دیوبندی شیخ الاسلام مولوی حسین احمد سے مذکور ہے کہ انہوں نے عقائد وہابیہ مذکورہ کو عقائد فاسدہ اور خیالات کاسدہ بتایا ہے۔

(۵) اکناف و اطراف حتی کہ علماء حرمین طیبین کے نزدیک یہ عقائد اسلامی نظریات و عملیات کے خلاف ہیں جیسا کہ حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ سے جو کہ دیوبندی عماء کے پیرو مرشد ہیں نقل کیا گیا ہے۔

(٦) کتاب و سنت کی معتد بہ اور جمہور مفسرین کی عمومی تاویل و تفسیر کے برخلاف ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دیکھیے صاف ظاہر ہے کہ پہلے...... کوئی اختلاف نہ تھا بلکہ بعد کی پیداوار اور ایجاد بندہ ہے۔

نجدی تحریک کا پس منظر

ناظرین کرام! اوراق گذشتہ میں نجدی اقتدار کے جن عقائد و اعمال کا نقشہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے غالباً وہ باوجودیکہ کتاب و سنت اور جمہور اسلام کے خلاف تھے محض حصول اقتدار اور تفریق بین المسلمین کی تکمیل کے لیے اپنے خیال سے یا کسی دشمن اسلام کے ایماء اور اکسانے کی وجہ سے بنائے گئے اور کتاب و سنت کو آلہ بنا کر عوام اہل سنت و الجماعت کو ان اختراعیہ عقائد کے مخالف قرار دے کر قتل عام کر دیا اور ان کے ساتھ وہ سلوک کیا جس کو سننے سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں۔ اور شرمندگی سے تاریخ کا سر جھک جاتا ہے۔

بہر صورت نجدی تحریک کا پس منظر یہ معلوم ہوا کہ جمہوریت اسلام کو ختم کر دیا جائے

اور کتاب وسنت کو آلہ بنا کر ہر مخالف کو تہ تیغ کرتے ہوئے جبراً وقہراً اپنا تسلط جمایا جائے اور تفریق باہمی کے ذریعہ اسلامی شان وشوکت اور اتحاد واتفاق مسلمین کو پارہ پارہ کر دیا جائے اور من مانی کاروائیوں سے اپنی خواہش وہوس کی تکمیل کی جائے بلکہ اس نوعیت کی تحریک کو اتنا عام کر دیا جائے کہ مسلمانان عالم کے ساتھ یہی سلوک اور ان پر اسی قسم کا غلبہ اور تسلط حاصل کیا جائے چنانچہ اس نظریہ کے پس منظر نجدی حکومت نے مولوی اسماعیل کو متاثر کیا اور ان کو کتابیں دیں جن کے تاثرات کو مولوی اسماعیل صاحب نے اپنی کتاب تقویت الایمان میں کھلے بندوں ذکر کیا جس کی تائید علماء دیوبند نے کی بلکہ اس سے اتنے متاثر ہوئے کہ خود اقرار وہابی ہونے سے ذرا جھجک محسوس نہیں کی اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ مولوی اسماعیل کے بعد بھی دیوبندی علماء کا نجدی حکومت کے ساتھ انتہائی جوڑ توڑ رہا اور ہے کما ھو الظاہر۔

دیوبندی علماء کا نجدی حکومت سے رابطہ

شیخ عمر بن الحسن کے برادر اکبر شیخ عبداللہ بن الحسن سے بھی کئی بار ملنا ہوا (جن کے ساتھ مولانا الیاس کا معاہدہ ہوا) اور وہ بڑی شفقت سے پیش آئے کچھ لوگ (تبلیغی) جماعت کے متعلق یہ تاثر پیدا کرتے تھے کہ یہ جماعت فاسدۃ العقیدۃ ہے اور یہ شکوہ علماء تک پہنچاتے علماء کے تعلق اور اہل رسوخ سے ملاقات نے شکایت پہنچانے والے کے اثر کو ختم کر دیا۔

ناظرین ظاہر ہے کہ فاسدۃ العقیدۃ کا مطلب یہی ہے کہ نجدی عقیدہ میں تبلیغی جماعت کا عقیدہ فاسدہ ہے اور اس کی شکایت پہنچائی گئی ہوگی اور ازالہ اور مخالفین کی زبان بندی جب ہی ہوسکتی ہے کہ نجدی حکومت کو باور کرایا جائے کہ نہ صاحب ہمارا عقیدہ وہی ہے جو کہ آپ کا عقیدہ ہے تو شکایت کا ازالہ بھی ہوگیا اور مخالفین کی زبان بھی بند ہوگئی اور حکومت نجد بھی خوش ہوگئی۔ ثابت ہوا کہ دونوں کا ایک ہی عقیدہ ہے ورنہ آپ خیال فرمائیں کہ نجد کے قاضیوں اور نجدی علماء وحکماء اور حکام کے سامنے اپنے فاسد العقیدہ (بدعقیدہ) ہونے کے الزام کی صفائی کیسے ہوسکتی ہے؟

دیوبندی شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب نے جب والی نجد شاہ سعود ابن عبد العزیز ہندوستان کے دورے پر آئے تھے تو مولوی حسین احمد نے ۲۹ رنومبر ۱۹۵۵ء کو انہیں جمعیۃ العلماء ہند کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا تھا اور جس جلسہ میں یہ سپاسنامہ پیش کیا گیا تھا اس میں وزیراعظم پنڈت نہرو آنجہانی بھی موجود تھے مولوی حسین احمد نے شاہ سعود کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔

''یا صاحب الجلالۃ! خاص حجاز مقدس کے سلسلے میں جب جلالۃ الملک المرحوم سلطان عبدالعزیز بن سعود رحمہم اللہ نے فاتحلنہ اقدام اقدار کیا تو جمعیت علماء ہند ہی وہ جماعت تھی جس نے یورپین ڈپلومیسی کے خلاف اس اقدام کو حجاز مقدس کے لیے نیک فال سمجھا اور سلطان مرحوم کو مبارک باد پیش کی۔ پھر اپنے خصوصی نمائندوں کے ذریعہ موقع بہ موقع سلطان مرحوم کی خدمت میں مفید مشورے پیش کرتی رہی اور جمعیۃ علماء مذکور کو فخر ہے کہ سلطان محروم نے ان کے مشوروں کو شرف قبولیت عطا فرمایا جس سے مخالفین کی زبان بھی بند ہوئی اور اصلاحی مقاصد بھی کامیاب ہوئے۔ حکومت آل سعود کے استقلال کے بعد حج اول کے موقع پر جمعیۃ علماء ہند ہی وہ قابل ذکر مذہبی اور سیاسی جماعت تھی جس نے اپنا نمائندہ بھیج کر اطمینان ومسرت کا اظہار کیا۔''

(شاہ سعود والی عرب کا دورہ ہند ص ۳۸ شائع کردہ لالہ رخ پبلیکیشنز سرینگر کشمیر)

ناظرین نجدیوں کے جس فاتحانہ اقدام پر جمعیۃ علماء ہند نے فال نیک اور مبارک باد بھیجی اور جن اصلاحی مقاصد کی کامیابی پر اپنے اطمینان ومسرت کا اظہار کیا تھا ان کی لرزہ خیز داستان ملاحظہ ہو جس کا کچھ حصہ مولوی حسین احمد کے الشہاب سے آپ پڑھ چکے ہیں تاکہ سپاسنامہ کا پس منظر سمجھ میں آجائے۔ رپورٹ وفد کمیٹی جو کہ تحقیق حالات حجاز کے متعلق حجاز میں بھیجا گیا تھا ص ۸۰ تا ۸۹

مکہ معظمہ کی طرح مدینہ منورہ کی بعض مساجد نہ بچ سکیں مزارات کے قبوں کی طرح یہ مساجد بھی توڑ دی گئیں مثلاً مسجد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، مسجد ثنایا، مسجد منارتین، مسجد مائدہ،

مسجد اجابہ کو شہید کر دیا گیا اور مزارات مثلاً مزارات شہزادیانِ خاندان نبوت، مزارات ازواج مطہرات، مزارات مشاہیر اہل بیت، مزارات مشاہیر صحابہ وتابعین۔

حضرات باتمکین! یہ ہے فاتحانہ اقدام جس کو جمعیۃ علماء ہند نے حجاز مقدس کے لیے فال نیک اور جس پر مبارک بادپیش کی اور یہ ہیں اصلاحی مقاصد جن کے جمعیۃ علماء نے مفید مشورے دیئے اور جن کے قبول کرنے پر اس کو فخر واطمینان اور دلی مسرت حاصل ہے اور یہی جمعیۃ علماء ہند ہے جس نے نجدی حکومت کو یقین دلایا کہ ہمیں بدعقیدہ کہنا غلط ہے بلکہ ہمارا عقیدہ وہی ہے جو کہ آپ کا عقیدہ ہے جو کہ آپ کے ہاں درست وہ ہمارے ہاں بھی درست اور جو تمہارے ہاں ناجائز ہے اور غلط وہ ہمارے ہاں بھی غلط اور غیر صحیح ہے۔

۱۴ ارمارچ ۱۹۳۸ء کو مولوی محمد الیاس سلطان کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے جلالۃ الملک نے بہت اعزاز کے ساتھ مسند سے اتر کر استقبال کیا اور اپنے قریب ہی ہندی معزز مہمانوں کو بٹھایا۔ اس کے بعد بہت اعزاز کے ساتھ مسند سے اتر کر رخصت کیا۔"

(مختصر دینی دعوت ص ۱۰۰)

محمد الیاس صاحب کی دربار نجد سے خوشنودی کے پروانہ کے بعد ضابطہ کی کاروائی ملاحظہ ہو۔

مولوی احتشام الحسن نے مقاصد تبلیغ کو اختصار کے ساتھ نوٹ کر کے شیخ الاسلام رئیس القضاۃ (چیف جسٹس) عبداللہ بن حسن (جو کہ ابن عبدالوہاب نجدی کی اولاد ہیں) کے پیش کیا۔ مولانا (الیاس) اور مولوی احتشام صاحب ان کے ہاں خود بھی گئے انہوں نے بہت اعزاز واکرام کیا اور ہر بات کی خوب خوب تائید کی اور زبانی پوری ہمدردی واعانت کا وعدہ کیا۔

خط کشیدہ جملوں کو ملاحظہ فرمائیے تو حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) سلطان جلالۃ الملک کے روبرو مقاصد تبلیغ خود مولوی احتشام الحسن نے بنا کر پیش کیے غالباً یہ وہی مقاصد ہوں گے جن کا ذکر اوپر ہو گیا ہے۔

(۲) سلطان نے استقبال اور الوداع اپنے مسند سے اتر کر کیا اور انتہائی اعزاز و اکرام کیا۔

(۳) ہندی مہمانوں کے ہر نوٹ و مقصد کی بھرپور حمایت کی۔

(۴) تکمیل مقاصد میں پوری ہمدردی کا اظہار کیا۔

(۵) اور تبلیغی مقاصد کی سرانجام دہی کے لیے ہر طرح کی اعانت کا وعدہ کیا۔

ناظرین کرام! اصلاحی مقاصد خود بنا کر پیش کرتے ہوئے ان کی نجدی حکومت سے تائید اور ان کی تکمیل کے لیے مکمل وعدہ لینا اور سلطان کا اعزاز و اکرام اس طور پر کہ مسند سے اترنا اور محبت سے پیش آنا وغیرہ اگر دونوں کے عقیدوں اور تبلیغی مقاصد میں یکجہتی و اتحاد نہ ہوتا کیسے متصور ہوسکتا ہے کیونکہ اتحاد نہ ہونے کی صورت میں یہ احترام ناممکن ہے بلکہ وہ ہوتا جو کہ اہلسنّت والجماعت کے ساتھ ہوا۔

بہر صورت یہ امر واضح ہوگیا کہ جمعیۃ علماء ہند اور دیگر علماء دیوبند نجدی عقائد اور اعمال اور ان کی تحریک کے مخالف نہیں بلکہ قریباً قریباً ایک ہی معلوم ہوتے ہیں۔

جمعیۃ علماء ہند اور نجدی حکومت کا اعتقادی و عملی اتحاد

ناظرین کرام! آپ نے باور کرلیا ہوگا کہ جمعیۃ علماء ہند یعنی علماء دیوبند وغیرہ وہی حضرات ہیں جنہوں نے مولوی حسین احمد کے ذریعہ دربار نجد میں سپاس نامہ پیش کیا تھا جس میں یہ مذکور ہے کہ حکومت نجد کا یہ اقدام فاتحانہ حجاز مقدس کے لیے فال نیک اور مستحق مبارک باد ہے اور اصلاحی مقاصد نوٹ کرائے گئے اور مفید مشورے دیئے گئے وغیرہ وغیر...... ظاہر ہے کہ فال نیک اور مبارکباد جیسے الفاظ اسی جگہ استعمال کے لیے جاتے ہیں جہاں کوئی چیز قابل تعریف اور ہر طرح سے مستحسن ہو وہ کی جائے۔ رہی یہ بات کہ حجاز مقدس میں کیا ہوا اور فاتحانہ اقدار وغیرہ کی نوعیت کیا ہے سو وہ مختصر غالباً وہی ہے کہ نجدی فوج کی یلغار سے عہد رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے آثار شریفہ اور بابرکت یادگاریں مٹا دیں گئیں صحابہ او

اہلبیت کے مزارات پرانوار گرادیئے گئے حرمین طیبین کی تاریخی مساجد گرادی گئیں اور بلاوجہ حجاز مقدس کی اہلسنت والجماعت کی مسلمان آبادی کو مشرک قرار دے کر لاتعداد مسلمانوں کا خون بہادیا گیا جیسا کہ پہلے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد صاحب کے الشہاب سے نقل کیا گیا ہے۔

اس سے زیادہ وضاحت خلافت کمیٹی کے وفد کی رپورٹ سے ملتی ہے جس کے نمائندے حسب ذیل تھے۔ سید سلیمان ندوی، مولانا محمد عرفان، مولانا ظفر علی، سید خورشید حسن، مولانا عبدالماجد بدایونی، مسٹر شعیب قریشی کہ اس خلافت کمیٹی نے مکرر وفد بھیج کر حجاز مقدس کے حالات کی تحقیق کی تھی۔ اس رپورٹ میں یہ فاتحانہ اقدام کی پوری تفصیل درج ہے جس کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

بہرصورت سپاسنامہ میں جو مفید مشورے اور اصلاحی مقاصد کا ذکر ہے وہ یہی حالات تھے جو کہ اہلسنت والجماعت کے برخلاف رونما ہوئے کیونکہ اگر یہ مشورے اہلسنت اور حرمین طیبین کے موافق ہوتے تو حجاز میں یہ دلخراش کوائف پیدا نہ ہوتے نیز اہلسنت کے موافق یہ مشورے کیسے ہوسکتے تھے جب کہ سعودی حکومت اہلسنت کی سخت مخالف اور ان کے وجود کو ختم کررہی تھی۔ ایسے ہی نمائندہ بھیج کر جس اطمینان ومسرت کا اظہار کیا گیا وہ اور کیا ہوگا یہی ہوگا کہ نجدی حکومت نے جو کیا اور کررہی ہے وہ درست ہے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ادھر گڑبڑنہیں ہونے دیں گے۔

مختصر یہ کہ جمعیۃ علماء ہند بھی یوں ہی معلوم ہوئی ہے کہ نجدی حکومت کے ساتھ ہر طرح سے شریک کار ہے۔

ضروری نوٹ

حضرات! آپ کو معلوم ہے کہ یہی مولوی حسین احمد صاحب وغیرہ پہلے نجدی کردار واعتقاد کے سخت خلاف تھے جیسا کہ الشہاب کے حوالجات سے ظاہر ہے اسی طرح ان کے ہم

خیال بھی مخالف ہی ہوں گے اور بالخصوص جمعیۃ العلماء ہند کے افراد جن کی طرف سے مولوی حسین احمد نے دربار نجد میں سپاسنامہ پیش کیا وہ قطعی طور پر ان کے ساتھ ہوں گے مگر کس قدر رنج وافسوس کی بات ہے کہ جو ابھی ابھی عقائد فاسدہ وخیالات، کاسدہ وغیرہ تھے وہ سب اب فوراً درست بلکہ عین سنت وا سلام اور مستحق مبارک باد اور فال نیک ہوگئے۔ ان حضرات کو پلٹا کھاتے ذرا جھجک محسوس نہیں ہوئی کہ دنیا ہمیں کیا کہے گی اور ہمارے اس کارنامہ کو دنیا بار بار پڑھ کر کیا تاثر لے گی۔ (الی اللہ المشتکی)

پاک و ہند میں تفریق بین المسلمین اور تبلیغی جماعت

ناظرین حضرات! اوراق مذکورہ سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ دشمنانِ اسلام نے اسلامی اتحاد واتفاق کو توڑنے اور اہل اسلام میں باہمی تفریق ونفاق کا بیج بونے کے لیے مختلف اسباب و وسائل سے کام لیا اور ان کو ہمیشہ کے لیے دست وگریبان کرنے اور مختلف گروہوں کی صورت میں تتر بتر کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جس کا نتیجہ آج مسلم آبادی باوجودیکہ وہ کروڑوں کی تعداد میں موجود ہے غلامی وناکسی وغیرہ کا شکل میں خمیازہ بھگت رہی ہے۔ چنانچہ ایک اور نیا حربہ تبلیغی جماعت کا وجود ہے۔

تبلیغی جماعت بظاہر اسلامیات کی دعوت دیتی ہے اور ایمان اور اصلاح عمل کا نقشہ پیش کر رہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی تفریق بین المسلمین کی ایک شکل ہے اور اہلسنّت والجماعت کے خلاف پاک و ہند میں نجدی عقائد و اعمال کی تمہید اور تکمیل ہے۔ وجوہات حسب ذیل ہیں۔

وجہ اوّل: تبلیغی جماعت نے اپنے پالیسی، انداز اور تکمیلِ مقاصد کے لیے دو محاذ قائم کیے ہیں۔

تبلیغی جماعت کا مقصد وحید اور محاذ اوّل

اس جماعت کا مقصد اوّل اور محاذ اول یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے مولوی اشرف علی تھانوی حکیم الامت کی تعلیمات کو عام کیا جائے۔ چنانچہ مولوی محمد منظور نعمانی ملفوظات الیاس ص ۷ پر رقمطراز ہیں: ایک بار فرمایا حضرت مولانا تھانوی نے بہت بڑا کام کیا ہے بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔

مولانا الیاس نے فرمایا۔ حضرت تھانوی سے تعلق بڑھانے حضرات کی برکات سے استفادہ کرنے اور ساتھ ہی ترقی درجات کی کوششوں میں حصہ لینے اور حضرات کی روح کی مسرتوں کو بڑھانے کا سب سے اعلیٰ اور محکم ذریعہ ہے کہ حضرت کی تعلیمات حقہ اور ہدایات پر استقامت کی جائے اور انکی زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کی جائے۔

(ملفوظات ص ٦٧)

حضرت تھانوی سے منتفع ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی محبت ہو اور ان کے آدمیوں سے اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے منتفع ہوا جائے انکی کتابوں سے علم آئے گا اور ان کے آدمیوں سے عمل۔ (مکاتیب الیاس ص ۱۳۸)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے کیا ثابت ہوا؟

(۱) تبلیغی جماعت کا مقصد حقیقی خدا تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی تعلیمات کا پھیلانا نہیں بلکہ تھانوی صاحب کی تعلیمات کو عام کرنا مقصد ہے۔

(۲) اس جماعت کا مقصد صرف یہ ہے کہ تھانوی کی روح کو خوش کیا جائے۔

(۳) غیر اللہ یعنی تھانوی صاحب کی روحانی مسرتوں کا حصول انسانی زندگی کا نظریہ بنایا گیا ہے۔

ناظرین! اگرچہ یہ کوئی اعتراض والی بات نہیں کیونکہ ہر شخص اپنا مقصد اپنی پسند کا متعین کرتا ہے۔ لیکن دھوکا ایک اخلاقی جرم ضرور ہے نیز اس میں غیر اللہ کی رضا کو حاصل کرنا

اور درجات کی ترقی کے لیے غیر اللہ کو سبب بنایا گیا ہے جو کہ ان حضرات کے مشن کے خلاف ہے۔

نیز یہ بھی واضح ہوگیا کہ مولوی الیاس صاحب اور تھانوی صاحب کا باہمی کیا رابطہ ہے یعنی یہ کہ تھانوی صاحب کی تعلیمات کو عام کیا جائے۔

آپ نے تھانوی صاحب کی تعلیمات کا ذرا سا حصہ اوراق گذشتہ سے معلوم کرلیا ہے ذرا سا اور سن لیجئے تاکہ تھانوی تعلیم کی حقیقت اور اس کا پس منظر آپ کے سامنے آجائے۔

مولوی اشرف علی کے ملفوظات کے مرتب مولوی خواجہ عزالحسن لکھتے ہیں حضرت تھانوی نے احقر کو مخاطب کرکے فرمایا کہ دیکھئے کہ میرا مادہ تاریخی (تاریخی نام) مکر عظیم ٹھیک ہے یا نہیں میں آخر شیخ زادہ ہوں۔ شیخ زادے بڑے فطرتی ہوتے ہیں۔ مجھے بھی بہت فطرتیں آتی ہیں۔ حسن العزیز ص ۱۳

ظاہر ہے کہ مکر شرمناک عیب ہے تو پھر مکار اور فطرتی آدمی کی تعلیمات میں کتنا حسن و جمال ہوگا اور فرمایا کہ میں دعوت اور ہدیہ میں حلال وحرام کو زیادہ نہیں دیکھتا کیونکہ میں متقی نہیں ہوں۔ (کمالات اشرفیہ ص ۴۰۶)

آپ لکھتے ہیں کہ وہاں میں نے بدوں شرکت میلاد قیام کرنا قریب بمحال دیکھا اور منظور تھا وہاں رہنا۔ کیونکہ منفعت بھی ہے مدرسہ سے تنخواہ ملتی ہے۔

(سیف یمانی مرتبہ مولوی منظور نعمانی ص ۱۲۴)

مکالمۃ الصدرین ص ۱۱ پر شائع کردہ دیوبند مولانا شبیر احمد عثمانی کا یہ بیان منقول ہے کہ انہوں نے مولوی حفظ الرحمٰن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔'' دیکھئے حضرت مولانا ہمارے آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ ان کو چھ صد روپیہ ماہوار حکومت پنجاب سے دیئے جاتے تھے۔

ظاہر ہے حکومت برطانیہ تھانوی صاحب کی مرید نہ تھی تو پھر یہ ماہانہ کسی خاص غرض

کے لیے ہی حکومت دیتی ہوگی جو کہ اسلام کے خلاف ہوگی۔

آپ کا سوانح نگار لکھتا ہے کہ تھانوی صاحب جن دنوں مدرسہ جامع العلوم کانپور میں مدرس تھے انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ محلے کی کچھ عورتیں فاتحہ دلوانے کے لیے مٹھائی لے کر آئیں۔ تھانوی صاحب کے طلبہ نے فاتحہ کی بجائے مٹھائی لیکر خود کھالی۔ اس پر بڑا ہنگامہ ہوا۔ تھانوی صاحب کو خبر ہوئی تو وہ آئے اور انہوں نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لیے کچھ مت لایا کرو۔"

(اشرف السوانح ص ۴۵ ج ۱)

ناظرین کرام! ان حوالہ جات سے تھانوی تعلیم کی حقیقت روز روشن سے زیادہ واضح ہوگئی کہ وہ عقائد نجدیہ وہابیہ لکھنے کے ساتھ شیخ زادہ مجسمہ مکر عظیم حلال وحرام میں امتیاز سے بھی مستغنی ہیں دینوی فائدہ حاصل کرنے کے لیے اپنا دین و مذہب ترک کر دیتے ہیں۔ اپنی وہابی جماعت کے پیشوا بزرگ ہیں اور حکومت برطانیہ دشمن اسلام سے محض اس کے نظریوں کو پورا کرنے کے لیے ماہوار چھ سو روپے لیتے تھے اور فاتحہ اور نذر و نیاز وغیرہ کے سخت ترین مخالف تھے۔

میرے عزیز اور بزرگو! یہ ہے مولوی تھانوی صاحب کا نقشہ تعلیمات اور ان کا زہد اور تقوی جو کہ درحقیقت نجدی عقائد و اعمال کا دوسرا نام ہے جس کو تبلیغی جماعت پاک و ہند میں پھیلا دینا اپنا مقصد وحید تصور کرتی ہے۔ اب آپ حضرات خود اندازہ لگائیں کہ یہ کتاب و سنت کی تعلیم ہے کیا سلف سے خلف ابتک اسلام کی حقیقت یہی سمجھتے رہے؟ یہ فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کا مقصد وحید اور محاذ ثانی

میرے بزرگان ملت! اس جماعت کا دوسرا محاذ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے تجدیدی کارناموں کی تکمیل ہے۔ مولوی الیاس صاحب اپنے پیرومرشد مولوی رشید احمد

صاحب گنگوہی کی صفت وثناء میں تحریر فرماتے ہیں۔ حضرات اس دور کے قطب ارشاد اور مجدد تھے اور مجدد کے لیے یہ ضروری نہیں کہ سارا تجدیدی کام اسی کے ہاتھ پر ظاہر ہو بلکہ اس کے آدمیوں کے ذریعہ جو کام ہوگا وہ سب بھی بالواسطہ اسی کا ہے۔ (ملفوظات الیاس ص ۱۳۴)

ناظرین! تجدید کا لفظ ذہن نشین رکھیں مطلب اس کا یہ ہے کہ عقائد اہلسنت کی جگہ اور عقائد از سرنو لانا ہے۔ نیز اس عبارت سے امور ذیل ثابت ہوئے:

(۱) مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی الیاس صاحب کے پیر و مرشد اور بقول ان کے وقت کے مجدد و قطب ارشاد تھے۔ (۲) یہ کہ ان کا تجدیدی نقشہ نامکمل رہا ہے۔ (۳) مولوی الیاس ان کے خلیفہ اور مجدد وقت ہیں اور تجدیدی نقشہ کو مکمل کرنے والے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مولوی رشید احمد مجدد وقت کا تجدیدی کارنامہ ظاہر کیا جائے تاکہ تکمیل حصہ کی نوعیت معلوم ہو سکے۔

مولوی رشید احمد صاحب موصوف کا اعتقادی اور عملی نقشہ حیات کچھ تو آپ سن چکے کچھ اور سمجھ لیجئے۔

(۱) مولوی رشید احمد صاحب کا اعتقاد یہ ہے کہ رحمۃ اللعالمین ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ نہیں بلکہ یہ وصف اوروں کی بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ ''لفظ رحمت اللعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے۔ (حالانکہ کتاب وسنت سے یہی واضح ہے کہ یہ وصف آپ کا ہی خاصہ ہے) چنانچہ مولوی اشرف علی کو اس وصف سے یاد کیا گیا۔ مصنف اشرف السوانح تھانوی صاحب کے متعلق لکھتا ہے۔...... '' حضرت والا (تھانوی صاحب) کی سراپا رحمت شخصیت پر بلامبالغہ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْداً وہ لقب صادق آتا ہے جس سے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز نے شیخ العرب والعجم اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز (یعنی اپنے پیر و مرشد) کو بعد وفات حضرت حاجی ممدوح کو یاد فرمایا تھا یعنی بار بار فرماتے تھے ہائے رحمۃ اللعالمین ہائے رحمۃ اللعالمین۔ (اشرف السوانح ص ۱۵۳ ج ۳) اس عبارت میں مولوی اشرف علی پر اور گنگوہی صاحب کے پیر و مرشد حاجی

صاحب ہر دو پر رحمۃ اللعالمین کا اطلاق کیا گیا۔ مولوی رشید احمد صاحب کے اعتقاد میں کسی صحابی رسول پاک ﷺ کی تکفیر گناہ کبیرہ ضرور ہے مگر اس سے وہ اہلسنّت سے خارج نہیں ہوتا۔ عبارت یہ ہے جو شخص صحابہ کرامی میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے کبیرہ کے سبب اہلسنّت والجماعت سے خارج نہ ہوگا۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۴۱ ج ۲)

ظاہر ہے کہ جھوٹے شخص کو ملعون کہا جاتا ہے اور اس کی امامت بھی ناجائز مگر وہ مسلمان ضرور ہے تو گویا مطلب یہ ہوا کہ صحابہ کی تکفیر سے انسان مسلمان ہی رہتا ہے اور اس کی یہ تکفیر صحیح ہے تو مولوی گنگوہی کے نزدیک چھٹی ہوئی کہ جس کی چاہو تکفیر کرتے جاؤ تم بہرصورت مسلمان ہی رہو گے۔ کیونکہ جب صحابہ کی تکفیر سے اسلام باقی رہتا ہے تو کوئی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا بڑھ سکتا ہے۔ مولوی رشید احمد صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ اب نجات و ہدایت کا معیار صرف مولوی رشید احمد صاحب ہی ہیں اور کسی کی اتباع مفید نجات و ہدایت نہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ سن لو! حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۷)

اس عبارت میں مولوی صاحب نے اپنے آپ کو پیغمبر ﷺ کے مقام پر لا کھڑا کیا ہے کیونکہ نبی و پیغمبر کا وجود ہی ہدایت ونجات کا معیار و موقوف علیہ ہوتا ہے علماء کرام کا کام پیغمبرانہ احکام کی اتباع کرنا کروانا مقصود ہوتا ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص قبروں پر چادریں چڑھاتا ہو بزرگوں سے مدد مانگتا ہو یا بدعتی مثل جواز عرس رسوم وغیرہ ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ افعال اچھے ہیں تو ایسے شخص سے عقد نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جو شخص ایسے افعال کرتا ہے وہ قطعاً فاسق اور احتمال کفر کا ہے اس سے نکاح کرنا دختر مسلمہ کا اس واسطے ناجائز ہے کہ فساق سے ربط وضبط کرنا حرام ہے اور ایسے

شخص سے ابتدائی سلام درست نہیں اور اگر فساد اندیشہ ہو تو کرے اور عیادت اور جنازہ کے لیے بھی وہی حال ہے اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو کر لے ورنہ نہیں۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۴۳ ج ۲)

(دیکھئے تبلیغی جماعت کے ذریعہ مسلم معاشرہ میں باہمی مناقشات کا یہ زہر پھیلانا کہاں تک مفید اور بامقصد ہو سکتا ہے)

مولوی رشید احمد نے لکھا ہے سوال جس جگہ زاغ معروفہ (کوا) کو اکثر حرام جانتے ہیں اور کھانے والے کو برا کہتے ہیں تو اس جگہ اس کو کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب؟ جواب مرحمت فرمایا کہ ثواب ہوگا۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۳۰ ج ۲)

ناظرین! یہاں تو سب جگہ کوے کو حرام سمجھتے ہیں اور کھانے والے کو برا کہتے ہیں لہٰذا کوا کھانا کس قدر مفید ہوا اور موجب ثواب دیکھئے کیسی ترغیب ہے مگر افسوس تو یہ ہے کہ یہ لوگ خود بھی یہ کار ثواب کرتے نہیں دیکھے جاتے......" مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا درست نہیں اور داخل ربواء (سود) ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۲۸ ج ۲)

ملاحظہ فرمایئے کہ منی آرڈر کہاں پر جاری نہیں اور کونسا پرہیزگار اس سے محفوظ ہے تو یہ سب سود خوار اور مستحق عذاب ہوئے۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں عیدین میں معانقہ کرنا بدعت ہے اور ظاہر ہے کہ عیدین میں لوگ عموماً معانقہ کرتے ہیں اور مولوی صاحب کے ہاں یہ بدعت ہے اور بدعتی جہنمی ہے تو ایسا کرنے والے مسلمان عید کے روز عین بوقت خوشی معانقہ کرنے سے کیا ہوئے......؟

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ مسجد میں چارپائی بچھانا مقیم اور مسافر ہر دو کے لیے درست ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص ۸۹)

ملاظہ فرمایئے کہ جو مساجد کہ شرعاً محض اللہ کی عبادت کے لیے بنائی گئی تھیں ان میں سہولت کے لیے مقیم و مسافر ہر دو کو سونے کی اجازت مل گئی۔

ان عبارات مذکورہ سے کیا ثابت ہوا

یہ کہ مولوی رشید احمد صاحب وقت کے قطب ارشاد اور مجدد تھے۔ ان کے نزدیک رحمۃ اللعالمین کا لقب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ غیر پر بھی اس کا اطلاق کر سکتے ہیں۔ صحابہ کرام کی تکفیر سے انسان اہلسنت والجماعت بلکہ اسلام سے بھی خارج نہیں ہوتا۔ اس وقت ہدایت اور نجات کا حصول ان پر اور صرف ان پر حتمی طور پر موقف ہے۔ بوقت ضرورت خوف وغیرہ بدعتی کا جنازہ وغیرہ پڑھ سکتے ہیں۔ دیسی کوا کھانا جائز ہے بلکہ موجب اجر وثواب ہے اور اس کو یہاں ضرور کھانا چاہیے کہ یہاں پر اس کو کھانا لوگ برا سمجھتے ہیں۔ بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا سود و بیاج ہے۔ عیدین میں بعد نماز بغلگیر ہونا معانقہ کرنا ناجائز اور بدعت ہے۔ موجب عتاب وعذاب ہے۔ مسجدوں میں مسافر اور مقیم ہر دو کے لیے بلا عذر چارپائی بچھانی جائز ہے وغیرہ

ناظرین کرام! مولوی رشید احمد صاحب کے وہ نظریات جو کہ پہلے گزر چکے ہیں اور یہ جواب آپ پڑھ رہے ہیں یہ وہ خاکہ تجدیدی ہے جس کی تکمیل کے لیے تبلیغی جماعت شب و روز مارے مارے پھرتی اور سرگرداں مختلف روپ بدلتی رہتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ تبلیغی جماعت کا مقصد حیات اور جس کے لیے یہ معرض وجود میں آئی ہے یہ دو اور صرف دو محاذ ہیں۔

محاذ اوّل مولوی اشرف علی تھانوی کی تعلیمات مذکورہ کو ہر جگہ ہر اعتبار سے پہنچانا اور پھیلانا اور ان پر ہر ممکن امداد سے عملدرآمد کرنا اور کروانا اور محاذ دوم مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی قطب وقت اور مجدد زماں کے مذکورہ تجدیدی کارناموں کی تعمیل اور تکمیل کرنا اور کراونا۔

مذکورہ محاذوں سے کیا ثابت ہوا

میرے بزرگوں اور عزیزو! اوراق مذکورہ سے یہ امر واضح ہو گیا کہ یہ ہر دو محاذ درحقیقت عقائد نجدیہ وہابیہ کی مکمل تعلیم اور تکمیل ہے اور انہی حالات کے پیدا کرنے کے لیے

ہے جو کہ نجدی پروگرام کا اصلی مقصد اور حقیقی پس منظر ہے۔ آپ ان ہر دو محاذوں کا بار بار جائزہ لیں اور غور کریں کہ ان میں اور نجدی اعمال وعقائد میں کیا فرق ہے۔ آیا یہ دونوں ایک ہیں یا غیر یقینی طور پر آپ جب کہ اس کے ساتھ ان کا اِقرار وہابی ہونا بھی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور نجدی دربار سے اس کی تائید کا ملاحظہ فرمائیں گے تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ ہر دو محاذ اور نجدی نظریات ایک ہیں جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ تبلیغی جماعت دیوبندی نجدی، وہابی جماعت ہے۔ ہذا ہوالمراد۔

وجہ دوم: تبلیغی جماعت کے نجدی وہابی ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے۔

جمشید پور سے ایک سوال مورخہ ۱۵ رفروری ۱۹۵۴ء کو آیا کہ تبلیغی جماعت کے نام سے ایک نیا گروہ چند سال سے پیدا ہوا ہے جس کے بانی مولانا محمد الیاس تھے۔ اور آجکل انکی جگہ پر انکے بیٹے مولوی محمد یوسف امیر جماعت کام کر رہے ہیں۔ آپ اس جماعت کے مذہبی عقیدوں سے واقف ہوں گے۔ ازراہِ کرم صحیح حالات سے مطلع فرمائیں مختصر۔

خواجہ حسن نظامی نے ۲۵ رفروری ۱۹۵۴ء کو جواب دیا کہ تبلیغی جماعت کے سب لوگ درگاہوں اور عرسوں اور نذر ونیاز کے مخالف ہیں اور جب سے مولوی محمد یوسف نے جماعت بندی کی ہے ہر جمعرات کو بہ کثرت ایسے لوگ آتے ہیں جو درگاہوں کے مخالف ہیں۔ چنانچہ ایک سال میں اس جماعت کے نو آدمی روضہ شریف کے اندر جوتیاں لیکر چلے گئے اس پر لڑائی ہوئی اور فریقین کے زخمی مردوں عورتوں کو پولیس میرے پاس لے آئی اور میں نے دونوں میں صلح کرادی ورنہ دونوں جیل جاتے۔ بہر حال اس خاندان کا شاگرد ہوں مگر ان کے عقائد کے خلاف ہوں۔ (ناظرین آپ ملاحظہ فرمائیں کیا نجدی کردار اور اس میں کچھ فرق ہے؟)

جنرل سیکرٹری جماعت نظامیہ درگاہ نظام الدین دہلی کا جواب ملاحظہ ہو...... ''گرامی نامہ شرف صدور لایا۔ آپ نے جس جماعت کے متعلق استفادہ فرمایا ہے وہ ہمارے صوفیاء کرام کے عقائد کی منکر ہے اور مزارات اولیاء کے انہدام کو ثواب اور نذر و نیاز فاتحہ میلاد

شریف عرس وغیرہ کو حرام سمجھتی ہے اس جماعت سے علیحدہ رہنا ضروری ہے ورنہ عقائد خراب کرنا اور لوگوں کو تبلیغ اسلام کے نام پر بدمذہب اور گمراہ کرنا انکا اول اصول و فرض ہے۔"

دعا گو سید ظہور حسین نظامی عزیزی

تبلیغی جماعت کی مستند درسگاہ مدرسہ امینیہ دہلی کے دارالافتاء سے ایک خط کا جواب سنیئے:

"تقویت الایمان، بہشتی زیور وغیرہ مذکورہ کتابیں مستند اور صحیح ہیں ان کے لکھنے والے متدین عالم تھے جو ان کی کتابوں کو باطل کہتا ہے وہ گمراہ ہے یہ بات غلط ہے کہ مولانا...... محمد الیاس مرحوم اور مولوی محمد یوسف ان کتابوں کے خلاف ہیں۔ گیارہویں تیجہ وغیرہ کو یہ ناجائز ہی سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں حضرات مولوی اسماعیل شہید مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولانا تھانوی کے ماننے والے ہیں۔" (محمد ضیاق الحق دہلوی مدرسہ امینیہ دہلی)

ان عبارات اور جوابات سے کیا ثابت ہوا؟

(۱) ان کا کردار بعینہ نجدی کردار ہے۔ (۲) یہ جماعت تبلیغ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر عقائد صحیحہ سے ہٹا کر عقائد فاسدہ باطلہ کی تعلیم کے ذریعہ گمراہی کا سبق دیتی ہے۔ (۳) اس جماعت سے علیحدہ رہنا نہایت ضروری ہے۔ (۴) وہابیہ نجدیہ کے عقائد اور اعمال کی تعمیل ضروری اور فرض سمجھتی ہے۔ (۵) تقویت الایمان وغیرہ جو کہ نجدی عقائد کی صحیح ترجمان ہیں بڑی مستند اور قابل عمل کتابیں ہیں کہ ان کے خلاف چلنا محض گمراہی اور جہالت ہے اور مولوی الیاس اور ان کے بیٹے مولوی محمد یوسف کا معمول یہی کتابیں ہیں اور یہ اور مولوی اسماعیل و اشرفعلی وغیرہ سب ہم عقیدہ ہیں۔

مولوی عامر عثمانی دیوبندی تجلی مارچ ۱۹۵۷ء میں لکھتے ہیں۔:"میں نے دیکھا کہ شاہ اسماعیل شہید نے تقویت الایمان میں فصل فی الاجتناب عن الاشراک کے ذیل میں لکھا ہے...... "ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔" کیا اس کا صاف اور بدیہی مطلب یہ نہیں ہے کہ اولیاء اور صحابہ رضی اللہ عنہ تو ایک طرف رہے تمام

انبیاء ورسل اور خاتم النبیین ﷺ بھی اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔

کیسا خطرناک انداز بیان ہے۔ تن کو لرزا دینے والے الفاظ ہیں (اور یہ صحیح ہے کہ مولوی اسماعیل نے خود اس تیزی اور الفاظ کی خطرناکی کو تسلیم کیا ہے) چنانچہ مشہور ہے کہ جب مولوی اسماعیل نے تقویت الایمان کو لکھا تو احباب کے روبرو اس کو پیش کیا اور یہ کہا کہ اس میں تیزی اور افراط وتفریط ہوگئی ہے...... اور لکھتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے (جن سے مسلمان کافر نہیں ہوتا) شرک جلی لکھ دیا گیا ہے یعنی اسلام سے خارج کرنے والے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اسکی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔''

ناظرین! مصنف تقویت خود اقرار کر رہا ہے کہ اس میں الفاظ تیز اور غیر شرک کو شرک یعنی غیر کفر کو کفر لکھ دیا ہے اور اس سے ضرور شورش ہوگی (کیونکہ یہ عقائد حقہ کے خلاف اور عقائد نجدیہ کا عکس ہے) اور اس کی اصلاح نہیں کی گئی اور نہ ہی کوئی دوسرا ہے جو اس کی اصلاح کر دیتا۔

کس قدر افسوس ہے کہ ایک اپنے کو مسلمان کہتا ہوا کیسی کتاب لکھ رہا ہے جو کہ سواد اعظم کے خلاف ہے اور جس میں غیر کفر کو کفر کہا جا رہا ہے اور یہ کہ وہ امت مرحومہ میں ایک زہریلا انقلاب پیدا کر دے گی۔ تشتت اور افتراق کا دروازہ کھول دے گی کتنوں کو بے ایمان اور گمراہ بنا دے گی اور ستم بالا ستم یہ کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اٹھ کھری ہوئی جو کہ اس کتاب کو بر طریق توجیہہ القول بِمَالا یَرضی بہ قائلہ بعینہ کتاب وسنت کی حامل اور ان کا عکس بتا رہی ہے جب کہ اس کا مصنف اور اسکے ہم نوا اقرار ہیں کہ اس میں تشدد وغلو غیر شرک کو شرک وغیرہ سب کچھ لکھ دیا گیا ہے اور اس سے ایک بے پناہ شورش اور انقلاب پیدا ہو جائے گا کیونکہ یہ کتاب وسنت اور جمہور اہلسنت کے خلاف ہے۔ اس کا پڑھنا لکھنا رکھنا ضروری اور اس کی تبلیغ حقیقی اسلام قرار دے رہی ہے۔ مصنف کے خلاف تشریح کر رہی

ہے...... بہرنیج ان فتاویٰ جات اور حوالجات سے اتنا ضرور واضح ہوگیا کہ تبلیغی جماعت اور اس کے ہم خیال حضرات کے عقائد و اعمال اور نجدی عقائد و اعمال ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں دونوں میں کچھ فرق نہیں اور ستم بالاستم یہ کہ وہابی عقائد و اعمال رکھنے کے باوجود اپنے کو اہلسنت و جماعت اور حنفی مقلد ظاہر کرتے ہیں اور اقرار وہابی ہونے کے ساتھ جب ان کو وہابی کہا جائے تو سخت چڑتے اور انتہائی طور پر برا مناتے ہیں حالانکہ بات واضح ہے کہ حنفی کو محض اس وجہ سے حنفی کہا جاتا ہے کہ اس کے معمولات حنفی مسلک پر ہیں تو جب مسلک انکا وہابی ہوا اور اس کا ان کو اقرار و اعتراف بھی ہے تو پھر وہابی کہنے پر چڑنے کا کیا مطلب؟

بہرنیج ان حوالجات سے ثابت ہوا کہ جماعت تبلیغی اور نجدی حضرات کے عقائد و اعمال میں چونکہ اتحاد اور توافق ہے لہٰذا تبلیغی جماعت بھی نجدی ہے۔

وجہ سوم: تیسری وجہ تبلیغی جماعت کے نجدی ہونے کی یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کی دعوت اور نجدی دعوت کی نوعیت ایک معلوم ہوتی ہے مثلاً نجدی تحریک کا ابتدائی انداز یہ تھا کہ اس میں پہلے کلمہ کا پرچار کیا گیا۔ پھر اعمال و اخلاق کی اصلاحی صورتیں اختیار کی گئیں۔ پھر اجتماعی طور پر چلت پھرت کا دور چلا اور توحید اور اخلاص پر زور دیا گیا اور پھر جب اکثریت ہوگئی تو بعض خارجی وسائل کے تعاون سے یہی دعوت جبر و قہر کی صورت اختیار کر گئی اور حصول اقتدار و حکومت پر منتج ہوئی۔ چنانچہ مسعود عالم ندوی محمد ابن عبد الوہاب نامی کتاب مین شیخ نجد کی زندگی کی تاریخ لکھتے ہوئے ان کی ابتدائی دعوت و تبلیغ کا حال یوں لکھتا ہے...... ''حریملا کی واپسی کے بعد انہوں نے بدعات کے استیصال اور توحید و اخلاق کے عام کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ دعوت کی بنیاد توحید پر رکھی لاالہ الا اللہ کا بول بالا'' ...... ان کا شعار تھا (محمد بن عبد الوہاب ص ۲۳) اور شیخ محمد ابن عبد الوہاب کے اپنے الفاظ یوں ہیں۔ ان الذی اناقمت بہ و دعوت الیہ کلمۃ لاالہ الا اللہ وارکان الاسلام والامر بالمعروف والنھی عن المنکر (ترجمہ) ''یہ جس کی میں محمد ابن عبد الوہاب دعوت دے رہا ہوں۔ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ اور ارکان اسلام اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔''

درعیہ ایک نامی قصبہ ہے شیخ نجد کے تبلیغی مرکز کے قیام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ ''شیخ کی تشریف آوری سے پہلے درعیہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جہاں جہالت کی گرم بازاری تھی۔ شیخ نے سب سے پہلے وعظ اور اس کے حلقے قائم کیے اور خود صبح و شام تک آنے والوں کو کتاب وسنت کی تعلیم دیتے اور اپنی دعوت (دعوت توحید) اخلاص، فی عبادۃ اللہ کی اہم اور ضروری چیزیں ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتے۔'' ص ۳۴

حلقوں کی وسعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔''اب تک شیخ کی دعوت نجد کے اضلاع تک محدود تھی لیکن یہ دعوت عالم تھی۔ اصلاح کی ضرورت صرف نجد میں نہ تھی بلکہ تمام اسلامی دنیا انحاط کے عالم میں تھی۔ اصلاح کی ابتدا گھر سے ہوتی ہے۔ اس لیے قدرتی طور پر عینیہ اور حریملا درعیہ عارض کے دوسرے قصبے شیخ کی دعوت کے اولین مرکز بنے لیکن جونہی ان علاقوں میں زندگی کی علامتیں ظاہر ہوئیں شیخ نے اپنی دعوت کا حلقہ وسیع کیا اور دور دور شہروں کے علماء امراء قضاۃ کے پاس تبلیغی خطوط بھیجے اور ان میں اپنی دعوت کے قبول کرنے پر آمادہ کرنے لگے۔'' ص ۳۷ ایسے ہی یہ حلقے بڑھتے گئے حتی کہ جب اکثریت حاصل ہوئی تو ایک لخت یہ سب کچھ جبری وقہری شکل میں بدل گیا اور حصول اقتدار وحکومت کا ذریعہ بن گئے۔

بہرصورت اسی طرح بعینہ تبلیغی جماعت کا یہی مشن ہے کہ تحریک کو تحریک ایمانی سے شروع کیا ہے اور کلمہ، نماز تسبیح تکبیر کی تبلیغ اور جماعتی اور انفرادی گشت اور چلت وپھرت کے لیے سفر وغیرہ کی آج جس طرف دیکھئے کہ یہ جماعت پھیلتی جارہی ہے اور اہلسنّت والجماعت کے شعائر ومعمولات وغیرہ سے ہٹائی جارہی ہے حتی کہ جب بکثرت اس کا وجود ہو جائے گا تو نجدی حکومت کی طرح یک لخت حاصل کردہ وسائل کی اعانت سے یہ جبر وقہر وتشدد کی صورت اختیار کرلے گی اور حکومت واقتدار حاصل کرے گی اور نجدی حکومت کا ہاتھ بٹا کر دنیاوی مقاصد سے مستفید ہوگی اور غالباً یہی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ تحریک ایمانی گو اصولی طور پر اول ہے اور تحقیق اعمال کا معیار حقیقی ہے کہ ایمان وعقیدہ صحیح نہ ہو تو سب عمل بیکار

ہوجاتے ہیں لیکن اس سے عوام کو زیادہ متاثر نہیں کیا جاسکتا بلکہ اظہار عقیدہ سے سربستہ راز فاش ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور تحریک کی کامیابی زیادہ دیر تک خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ بہر صورت اس دعوٰی اتحاد و اتفاق سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغی جماعت اور نجدی جماعت دونوں ایک ہی چیز سے عبارت ہیں۔

وجہ چہارم: چوتھی وجہ جماعت تبلیغی کے نجدی حکومت کے ساتھ متحد ہونے کی یہ ہے کہ نجدی حکومت کی ابتداء یوں ہے کہ محمد ابن عبدالوہاب نے کلمہ نماز اصلاح اعمال توحید وغیرہ کو بڑے زور سے رواج دیا اور ان کی توجہ کو شعائر اہلسنت اور عقائد صحیحہ سے تدریجاً پھیرا۔ پھر جب اکثریت ہوگئی تو وہ آیات اور احادیث جو کہ کافروں اور مشرکوں کے متعلق وارد ہوئی تھیں ان کو اہلسنت والجماعت اہل حجاز کے عقائد و اعمال پر اپنے نامحمود اور ناقابل تعریف انداز سے منطبق کیا اور پھر اس بنا پر انکو مشرک اور کافر قرار دیا۔ پھر ان سے مشرکین کا سا سلوک اور ان کا قتل و قتال شروع کر دیا اور ان کے تمام مقبوضات اور مملوکات کو مال غنیمت سمجھ کر اپنی خواہشات میں صرف کیا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ نجدی نے اہل حجاز کو یوں خطاب کیا...... ''اے باشندگان حجاز! تم ہامان اور فرعون سے بھی بڑھ کر ہو ہم تمہارے ساتھ اسی طرح قتال کریں گے جس طرح کفار سے کیا جاتا ہے۔ تم امیر حمزہ اور عبدالقادر (جیلانی) کے پجاری ہو۔'' ...... اور دشمنان اسلام کے تعاون و مدد سے خوف قتل و غارت کی اور حکومت قائم کر لی اور اعداء دین کو خوش کرتے ہوئے مسلمانوں میں باہمی تفریق کا ہمیشہ کے لیے بیج بو دیا تو گویا کلمہ نماز اصلاح اعمال۔ اتباع کتاب وسنت کو حصول اقتدار کا ذریعہ بنایا گیا اور یہ ممکن ہے جیسا کہ جماعت مرزائیہ نے حکومت برطانیہ کے وجود و بقا کے لیے اور اس کے مفاد کے پیش نظر عالم اسلام میں تبلیغ اسلام کو آلہ بنایا اور مولوی ابوالاعلیٰ مودودی نے اسلامی نظام کو کسی اپنی غرض حصول اقتدار یا سرمایہ دارانہ نظام وغیرہ کے لیے آلہ بنایا اور غیر مقلدوں نے پرچار توحید کو آلہ بنایا اور اہل اسلام کو کیا سے کیا کہہ دیا۔ بناء علیہ معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغی جماعت نے بھی تحریک ایمان کو اولاً اور تحریک اصلاح عمل کو ثانیاً حصول اقتدار کے لیے آلہ بنا رکھا ہے۔ دیکھئے محمد علی

جوہر نے حجاز سے واپسی پر جو تاثر جامع مسجد دہلی میں ایک عظیم اجتماع کے روبرو حلفیہ طور پر ظاہر کیا وہ حسب ذیل ہے:...... "سلطان ابن سعود اور ارکان حکومت بار بار کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی رٹ لگاتے تھے لیکن میں نے تو یہ پایا کہ انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو دنیا کمانے کے لیے آلہ بنا رکھا ہے جو لوگ ڈاکے ڈالتے ہیں چوری کرتے ہیں برا کرتے ہیں لیکن جو لوگ قرآن وحدیث کو آڑ بنا کر دنیاوی حکومت حاصل کرتے ہیں چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی برا کرتے ہیں۔" (مقالات محمد علی ص ۹۵ و ۹۶ ج ۱)

لہٰذا عین ممکن ہے کہ تبلیغی جماعت نے بھی کلمہ نماز توحید وغیرہ کو آلہ بنا رکھا ہو اور مطلب حصول اقتدار ہو کہ جب کثرت حاصل ہو جائے تو یہ سب تواضع و مدارات جبر وقہر کی صورت میں بدل جائے اور حجاز مقدس کے سے حالات پیدا کر دیئے جائیں یعنی دوسروں کے اعمال کو شرک اور کفر قرار دے کر وہی نجدیانہ طریق کار اختیار کر لیا جائے۔

ناظرین کرام حقیقت یہ ہے کہ تبلیغی جماعت اب اخلاصی تحریک نہیں رہی بلکہ وہ آہستہ آہستہ ایک نئے دین میں تبدیل ہو رہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جماعت تبلیغی والے اپنے علاوہ سب کو کافر و مرتد تصور کرنے لگے ہیں۔ جیسا کہ آگے ذکر کیا جائے گا کیونکہ تبلیغی جماعت کے مرکز پر ایمان لانا اب اسلام کا چھٹا رکن بن گیا ہے۔ چنانچہ مولوی عبد الرحیم دیوبندی رکن تبلیغی جماعت فرماتے ہیں...... "میں حیران ہوں کیا کہوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا پتہ نہیں کب سے تبلیغی جماعت کا مرکز بھی ایمانیات میں داخل ہو گیا ہے اور اسکا منکر کافر قرار پاتا ہے۔" (چشمہ آفتاب ص ۶۱)

نیز آپ فرماتے ہیں...... "ہمارے میوات والے ماشاء اللہ عرب وعجم میں مسلمان بناتے بناتے اکتا گئے ہیں جی بھر گیا ہے اس لیے میوات کے بعض سرگرم مبلغین اور علماء نے مسلمانوں کو مرتد و کافر بنانا شروع کر دیا ہے۔" ص ۶۱ "اگر ذرا بھی طاقت حاصل ہو جائے اور جو کہ مرکز نہ آئے تو اسے تو بالکل مرتد کے درجہ میں سمجھتے ہیں۔" (نور محمد چندینی ص ۶۰)

ناظرین! ملاحظہ فرمائیں کہ نجدیوں کی طرح اوروں کو بلکہ اب خود اپنوں کو بھی

کافر او رمرتد سمجھا جائے گا۔ اور اب صرف جبری اور قہری قوت کی ضرورت ہے تاکہ وہی خاکہ نجدیت یہاں بھی دہرادیا جائے۔

روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ تبلیغی جماعت میں کلی اتحاد ہے اور دونوں کا منصوبہ ایک لہٰذا دونوں کی شرعی حیثیت ایک، دونوں کی جزا و سزا ایک بہرصورت ان چار وجہوں سے ثابت ہوا کہ تبلیغی جماعت اور نجدی گروہ کا عقیدہ اور کیفیت عمل اور ہر دو کا پس منظر ایک ہے اور صرف ایک اور دونوں ہی کا شفاعت میں انکار ایک.......... ہذا ہو المراد

تبلیغی جماعت کا نقشہ حیات

حضرات! اب ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ یہ تبلیغی جماعت شب و روز نیک اعمال اور اصلاح حالات کی دوسرے لوگوں کو تبلیغ کرتی رہتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ خود اس کے اپنے عملی اور نظری تاثرات کیا کچھ ہیں۔

مولوی عبدالرحیم دیوبندی فرماتے ہیں..... ''خیال کیجئے جو تحریک علماء اور عوام میں ربط پیدا کرنے کے لیے شروع کی گئی تھی وہی تحریک آج علماء و مدرسین سے بعد و دوری کا سبب بنی جارہی ہے کچھ عجیب سی بات ہے جو تبلیغی جماعت سے جتنا قریب ہوتا ہے وہ اتنا ہی دوسرے علماء سے بعید تر ہوتا چلا جارہا ہے آخر ایسا کیوں؟ اور جس نے دو چار چلے دیدیئے تو پھر اس کی ترقی درجات کا کیا کہنا پھر تو وہ علماء کی کوئی حقیقت اپنے سامنے نہیں رکھتا۔'' (ص ۵ چشمہ آفتاب)......... فرماتے ہیں۔ ''البتہ یہ تو میں بھی سن رہا ہوں کہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے بعض خلفا اور خواص اس تبلیغی جماعت کو پسند نہیں کرتے۔'' (چشمہ آفتاب ص ۱۱)

آپ فرماتے ہیں۔ ''اب آپ حضرات سے ہی دریافت کرتا ہوں کہ ایک طرف تو عاجزی اور انکساری کی نمائش دوسری طرف استغناء و برتری کا یہ عالم..... آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ اس عاجزی میں کتنا اخلاص ہے۔'' (چشمہ آفتاب ص ٦٠)

آپ فرماتے ہیں۔ ''ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی کردوں علماء کرام کے ذہن میں یہ آتا

ہے کہ چلو دین کا تھوڑا بہت کام ہو رہا ہے ہوتا رہے، غلطیاں کہاں نہیں ہوتیں میں سمجھتا ہوں کہ کچھ غور سے کام نہیں لیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بے نمازی عملی قصور ہے اور علماء مدارس کا استخفاف اور افضل کو غیر افضل یا غیر سنت (بدعت) کو سنت سمجھنا اعتقادی قصور ہے۔ میں یہ سمجھنے میں قاصر ہوں کہ چند اعمال کی اصلاح کے پیش نظر عقائد میں قصور کو نظر انداز کر دینا کہاں تک شرعی نقطہ نظر سے درست ہے۔ صحیح عقائد مدار نجات ہیں۔ اعمال مدار نجات نہیں۔"

(چشمہ آفتاب ص۵۴۔۵۲۔۵۶)

مولوی احتشام الحق کاندھلوی (بقول خود) اس تحریک کے بانیوں سے ہیں انہوں نے حال ہی میں تبلیغی جماعت پر سخت تنقید کرتے ہوئے ان کو گمراہی کی طرف دعوت دینے والی جماعت قرار دیا ہے۔" (چشمہ آفتاب ص۳)

آپ نے واضح طور پر یہ نہیں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ العزیز کی وفات سے کتنے عرصہ بعد میں یہ تبلیغ بدعت حسنہ سے خارج ہو کر بدعت ضلالت اور ملت کی تباہی کا ذریعہ بن گئی تھی کیا مصلا ہی ایسا ہوا؟ (چشمہ آفتاب ص۶)

جہاں پر بھی تبلیغی جماعت کا اقتدار ہے ائمہ مدرسین کو مخالف قرار دے کر فوراً ان کو علیحدہ کر دیا جاتا ہے خواہ وہ کیسی تعلیمی صلاحیت رکھتا ہو۔ میں اسکی تفصیل بھی پیش کر سکتا ہوں۔

(اصول دعوت و تبلیغ ص ۴۸)

"کیونکہ جب ان نابالغ مقتداؤں (تبلیغی جماعت کے جاہل مبلغین) نے خطاب عام شروع کر دیئے ہیں جن کی شرعاً ان کو اجازت نہیں اور انہوں نے اس کام کی افضیلت پر حد سے تجاوز کیا اور دوسرے دینی شعبوں کی کھل کھلا تخفیف (تحقیر) شروع کر دی۔"

(اصول دعوت و تبلیغ ص۴۴،۵۲)

مولوی عبد الرحیم صاحب دیوبندی نے مزیدان حالات پر روشنی ڈالی جو فی زمانہ کچھ ناعاقبت اندیش مصنوعی دین کا درد رکھنے والوں (تبلیغی جماعت والے) کی جانب سے رونما ہو رہے ہیں میوات کا علاقہ خاص طور پر انکا شکار ہے۔ حیرات کا مقام ہے کہ جو کام اہل

علم کا ہے وہ ایسے لوگ سرانجام دینا چاہتے ہیں جو نہ صرف دین سے ناآشنا ہیں بلکہ اپنی سفاہت اور جہالت اور اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے معاشرہ میں بھی کسی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے یہ تو ایسا سمجھئے کہ

اذا کان الغرابُ دلیلَ قوم سَیَھْدِیھم طریق الھالِکِیْنَ

جب کوئی قوم اپنی رہنمائی کے لیے کوے کا انتخاب کرے تو عنقریب وہ ان کو ہلاکت کے کوئیں میں ڈال دے گا میں ہر جمعہ کو مولانا محمد یوسف کی خدمت میں برابر حاضر ہوتا تھا اور جماعت کے بے ضابطہ مقررین کی شکایت عرض کرتا رہا کہ میں بہت سے موقعوں پر خود سن چکا ہوں کہ یہ لوگ علماء کرام اور مدارس کا مختلف انداز سے استخفاف کرتے ہیں یعنی تحقیر کرتے ہیں آپ حضرات کو جلد از جلد اس کی شدت سے روک تھام کرنی چاہئے۔ علماء کرام کو سخت شکایات ہیں۔'' (اصول دعوت و تبلیغ ص ۴۳)

''اگر حق تعالیٰ کسی سے کام لینا نہیں چاہتے تو چاہے ابنیاء بھی کتنی کوشش کریں تب بھی ذرہ نہیں ہل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے نہ ہو سکے۔'' (مکاتیب الیاس ص ۱۰۷)

''غور کا مقام ہے کہ کوئی شخص بغیر سند کے کمپوڈر تک نہیں ہو سکتا۔ مگر ان لوگوں نے دین کو اتنا آسان سمجھ لیا ہے کہ جس کا بھی جی چاہے وعظ و تقریر کرنے کھڑا ہو جائے کسی سند کی ضرورت نہیں۔ ایسے ہی موقع پر یہ مثال یہ خوب صادق آتی ہے۔ نیم حکیم خطرہ جاں نیم ملاں خطرہ ایمان۔'' (اصول دعوت و تبلیغ ص ۵۴)

مولوی عبد الرحیم صاحب دیو بندی فرماتے ہیں۔ میرے بزرگو! جب ناواقف اور نااہل لوگ مسند خطاب پر فائز ہوں گے تو وہ اپنے مبلغ علم کے مطابق ہی نہیں بولیں گے بلکہ اپنے علم سے آگے نکتے پیدا کریں گے۔ ان کو اتنی جرأت ہوگئی ہے کہ وہ لوگ اپنے خطاب میں علماء پر تنبیہات فرماتے ہیں۔

ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب شیخ جامعہ ملیہ حال صدر جمہوریہ مدت سے مولوی

الیاس کی خدمت میں رہے اور اس تحریک کے مؤید نے ایک خط کلکتہ سے ایک خاتون کے نام لکھا تھا جو کہ انگریزی اخبار انڈین ایکسپریس میں چھپا تھا۔ موصوف لکھتے ہیں......

''ہندوستان میں ایک ایسی پرستش گاہ کی ضرورت ہے جہاں مختلف مذہبوں کے لوگ جاجا کر اپنے خدا کی عبادت کریں۔ مختلف مذاہب تو بس ایک ہی حقیقت کبریٰ (منزل مقصود) کے لیے مختلف راستے ہیں۔ ہم بہت بڑا کام کر ڈالیں گے اگر کوئی ایسا راستہ نکالیں جس سے اس سوچ کی عادت ختم ہو جائے کہ ایک ہی متعین سڑک اور راستہ ہے۔''

(انڈین ایکسپریس ۸/ کتوبر ۱۹۶۸ء)

ملاحظہ فرمایئے کہ یہ ہے ذہن اس مبلغ دین کا جو کہ عرصہ دراز تک مولانا الیاس صاحب اور ان کی تبلیغی جماعت کے فیضان سے بہرہ مند ہو چکا ہے۔ دینی زندگی کی بات الگ رہی۔ اس کو اس بنیادی قرار داد کا بھی انکار ہے کہ صرف اسلام ہی خدا کا سچا دین اور سیدھا راستہ ہے۔ بتایئے جماعت کے ایسے تاثرات کی کونسی جگہ ہے؟

ان عبارات اور حوالجات سے کیا ثابت ہوا۔ تبلیغی جماعت چند چلوں کے بعد عمل کو عقیدہ اور ایمان پر ترجیح دیتی ہے بلکہ اس ظاہری اور محدود عمل کی وجہ سے علماء و مدرسین اور مدارس کی استخفاف اور تحقیر کرتی ہے اور داؤ چلے تو ان کو خدمات سے الگ کر دیتی ہے اور گو وہ کتنے لائق ہوں وہ منصب خود سنبھال لیتی ہے جو اس میں داخل ہوتا ہے وہ چند روز کے بعد علماء و مدرسین سے دور ہو جاتا ہے۔ یہ جماعت بجائے ایمان کے عمل کو معیار نجات تصور کرتی ہے اس کے ایک طرف تو فروتنی اور انکسار ہے دوسری طرف استکبار و انانیت ہے۔ سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت قرار دیتی ہے۔ گمراہی کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ بدعت حسنہ سے بدعت سیئہ بن گئی ہے اس کو وعظ کا حق نہیں بوجہ جہالت یہ نا قابل توجہ ہے۔ یہ جماعت دین سے نا آشنا ہے اپنی بدکرداری کی وجہ سے معاشرہ میں اس کی کوئی جگہ نہیں۔ اس کے بعض ذمہ دار افراد ایسے ہیں جو کہ اسلام اور صرف اسلام کو ذریعہ نجات تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اس کے بعض مبلغ نہ صرف جاہل ہیں اور بے دین بلکہ اپنی بدکرداری کی وجہ سے معاشرہ میں

کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ رہنمائی کے لائق نہیں جو کام انبیاء سے بصد کوشش نہ ہو سکے وہ اللہ چاہے تو ان کے ادنیٰ سے کرالے۔ اس کے مبلغ بلا سند وعظ کرتے ہیں۔ اپنے مبلغ علم سے بڑھ کر علماء پر تنبیہات کرنے سے نہیں چوکتے۔ اپنے عمل پر اتراتے ہوئے دوسروں کو ذرا سی غلطی پر کافر اور مرتد کہنے لگتے ہیں بلکہ وہ اپنے علاوہ کسی کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے اور بعض ان میں ایسے ہیں کہاں کو ابھی تک یہی باور نہیں ہو سکا کہ نجات اخروی کے لیے صحیح راستہ صرف اسلام ہی ہے۔ وغیرہ وغیرہ

عقیدہ کی شرعی اہمیت

شریعت مطہرہ میں نیک اعمال اور پاکیزہ اخلاق انتہائی طور پر مرغوب اور محبوب ہیں۔ حصول برکات اور نزول انوار کا بہترین ذریعہ ہے۔ دنیا وآخرت میں ایک مستحسن امر ہے لیکن عقیدہ کو ایک بنیادی اور معیاری حیثیت حاصل ہے کہ اس کے نہ ہونے یا قابل تعریف نہ ہونے کی صورت میں نجات خطرہ میں پڑ جاتی ہے اور اعمال سب کے سب بے اثر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ثبوت ملاحظہ فرمائیے۔

''تجلی'' دیوبند میں مولانا عامر دیوبندی لکھتے ہیں...... عقیدہ و خیال کی ایک خرابی بھی بعض موقعہ ایسی شدید ہوتی ہے کہ تمام اعمال خیر فاسد ہو جاتے ہیں مثلاً کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان نہ رکھتا ہو یا صحابہ کرام کی عزت اس کے دل میں نہ ہو یا احادیث صحیحہ کو تاریخ سے زیادہ حیثیت و وقعت نہ دیتا ہو۔ تو ان میں سے ہر بات بجائے خود اتنی قبیح ہے کہ اس کی قباحت کو حسن اعمال کا پورا دفتر بھی کم نہیں کر سکتا۔ جہاں یہ قباحت پائی جائے گی وہاں اگر نیکوکاری کے پہاڑ بھی کھڑے ہوں تو بھی یہی کہا جائے گا کہ انکا کوئی اعتبار نہیں۔'' (تجلی دیوبند جون ۱۹۵۸ء ص ۱۹)

''یہ سب اعمال واقوال ہیں۔ عقائد ان سے جداگانہ چیز ہے صحت عقائد کے ساتھ فساد اعمال واحوال اور فساد عقائد کے ساتھ صحت اعمال واحوال جمع ہو سکتی ہے۔''

(حکیم الامۃ ص ۴۷۶)

''بددین آدمی اگر دین کی بھی باتیں کرتا ہے تو ان پر ظلمت لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کی تحریر کے نقوش میں بھی ایک گونہ ظلمت لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ اس لیے بے دینوں کی صحبت اور بے دینوں کی کتابوں کا مطالعہ ہرگز نہ کرنا چاہئے۔'' (کمالات اشرفیہ ص ۵۵)

مولوی عبدالرحیم دیوبندی فرماتے ہیں...... ''میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ چند اعمال کی اصلاح کے پیش نظر عقائد میں قصور کو نظر انداز کر دینا کہاں تک شرعی نقطہ نظر سے درست ہے۔ صحیح عقائد مدار نجات ہیں اعمال مدار نجات نہیں۔'' (چشمہ آفتاب ص ۱۶)

''ہمارا تبلیغی کام صرف عمل صالح کے لیے نہیں ہے بلکہ اول یہ ایمانی تحریک ہے اور بعد میں اعمال صالح کی تحریک ہے۔''

(قلمی مکتوب محمد عاشق الٰہی مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین دہلی)

ناظرین کرام! ان حوالجات سے عقیدہ کی اہمیت شرعی نقطہ نظر سے واضح ہوگئی کہ عقیدہ کی اولیت اور اس کی صحت ایک بنیادی اور معیاری حقیقت ہے کہ اعمال کم ہوں یا زائد ان کی صحت و بقا اور موجب اجر و ثواب ہونا عقیدہ پر موقوف ہے اگر عقیدہ نہ ہو یا اس میں کسی طرح کا فساد اور نقص ہو تو اعمال کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی لیے کفار میں چونکہ ایمان و عقیدہ مفقود ہے اور منافقین میں عقیدہ فاسد ہے ان کے سب اعمال باطل اور وہ کسی اجر و ثواب کے موجب نہ ہوں گے۔ ثابت ہوا کہ عقیدہ کی کمزوری کے ہوتے ہوئے اعمال پر اترانا فخر کرنا یا کسی کی تحقیر و ذلیل کرنا یا اعمال ہی کو نجات و فلاح کا ذریعہ خیال کرنا محض جہالت اور نادانی ہے اور عذاب دائمی کا پیش خیمہ تیار کرنا ہے۔

تبلیغی جماعت کی پالیسی میں انقلاب موضوع

ناظرین کرام! اوراق گذشتہ سے آپ کو معلوم ہوگیا ہے کہ شریعت میں ایمان و عقیدہ کو اولیت حاصل ہے حتی کہ تبلیغی جماعت کے امیر مولوی محمد یوسف صاحب نے بھی اس

کوتسلیم کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔" ہمارا تبلیغی کام صرف عمل صالح کے لیے نہیں ہے بلکہ اول یہ ایمانی تحریک ہے بعد میں اعمال صالح کی تحریک ہے۔

(بندہ محمد یوسف عفی عنہ بقلم محمد عاشق الٰہی عطاء اللہ مدرسہ کاشف العلوم)

نظام الدین دہلی

امیر جماعت نے ایمان کی اوّلیت کو تسلیم کیا ہے کہ ایمان اوّل ہے اور عمل بعد میں لہذا پہلے ایمان کی اصلاح کی جائے گی یعنی عقیدہ کی اصلاح...... کی جائے گی کہ یہ عقیدہ شرک ہے یہ بدعت ہے، یہ جائز ہے یہ ناجائز ہے۔ یہ مکروہ ہے یہ حرام، یہ موجب ثواب ہے اور یہ موجب عذاب۔ یہ عقیدہ صحیح ہے، جنت و دوزخ موجود ہیں یہ عقیدہ درست ہے۔ ایماندار ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ یہ عقیدہ واقع کے مطابق ہے۔ رویۃ باری قیامت میں ہوگی۔ یہ عقیدہ ایک حقیقت ہے وغیرہ کیونکہ ایمان یہی ہے کہ دل سے کسی امر کا اعتراف کرنا اور تصدیق کرنا لیکن افسوس کہ تبلیغی جماعت نے تحریک ایمانی کو چھوڑ دیا ہے اس کی اولیت کو ختم کر دیا ہے اور اب اس کا سروکار صرف تحریک اعمال صالح سے متعلق رہ گیا ہے حتی کہ تبلیغی جماعت کے بعض مولوی صاحبان اور مبلغین کرام یہ کہے جا رہے ہیں کہ ہم لوگ صرف اخلاق وعمل کی اصلاح کے لیے کھڑے ہوئے ہیں۔ ایمان وعقیدہ سے ہمیں کوئی مطلب نہیں تو گویا اب اعمال صالح کو اولیت حاصل ہوگئی اور یہی قلب موضوع ہے کہ جو اوّل تھا اسکو پیچھے کر دیا اور جو پیچھے تھا اس کو آگے کر دیا...... چنانچہ اسی طرح کی امیر جماعت مولوی محمد یوسف سے تصریح موجود ہے۔ اب تک ۲۰۔۲۵ سال کے تجربہ سے یہی معلوم ہوا کہ رسموں اور گناہوں کے چھیڑنے سے لوگ رسموں اور گناہوں کو چھوڑتے نہیں ہیں۔ (مولوی محمد یوسف امیر جماعت)

مطلب یہ کہ اگر ہم تحریک ایمانی پر زور دین اور اس کی اصلاح کریں کہ یہ میلاد فاتحہ عرس صلوٰۃ سلام کا عقیدہ چھوڑ دو۔ یہ عقیدہ شرک یا گناہ ہے یا تیجہ ساتواں، نذر و نیاز کا عقیدہ غلط ہے اور ایسا کرنا گناہ ہے۔ غیر اللہ سے مدد بزرگوں کا توشہ وغیرہ کی رسم شرکیہ عقیدہ

ہے اس کو چھوڑ دو کیونکہ وہابیہ کے ہاں اہلسنت و الجماعت کی یہ باتیں اور اعمال یہی بری رسمیں اور گناہ و شرک و بدعت کی چیزیں ہیں جن کو وہ مٹانے کی دھن میں لگے ہوئے ہیں تو اہلسنت عوام ان کو بالکل ترک نہیں کریں گے بلکہ اور زیادہ چڑیں گے اور کبھی باز نہیں آئیں گے لہٰذا ہم نے تحریک ایمان کو ترک کر دیا ہے اور پہلے اعمال کی اصلاح شروع کر دی ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ان کا ذہن عملی کیفیت سے متاثر ہو کر خود بخود رسوم مذکورہ سے تائب ہو جائے گا اور پھر اس پر پورا جادو چل جائے گا ہم جو کہیں گے وہ مان جائیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اہلسنت اور عقائد صحیحہ اہلسنت سے نکل کر ہمارے ہم عقیدہ ہو جائیں گے............ کس قدر صاف ہے کہ ہم نے تحریک ایمانی کی اولیت کو اس معلومات کی وجہ سے ختم کر دیا ہے۔ اور اب ہمارا نظریہ صرف تحریک اعمال صالح ہے۔

ناظرین کرام! آپ اس سے یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ جماعت انفرادی اور اجتماعی طور پر گشت اور قریہ بہ قریہ گاؤں بہ گاؤں چلت و پھرت کی جو دوڑ لگاتی پھرتی ہے اس کا مقصد و مدعی صرف ہے کہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کا شکار کرنے کے لیے ان کو ایک ساز گار ماحول میں پہنچا دیا جائے جہاں سے ان کے مذہب کو بدلنا آسان تر ہو جائے...... نیز یہ بھی واضح ہوگیا کہ ان کا یہ کہنا کہ ہمارا کام تحریک ایمانی اور تحریک عملی دونوں کا مجموعہ ہے قطعاً غلط ہے اور صریح دھوکہ ہے اور فریب و مکاری کیونکہ یہ تحریک ایمانی زیر بحث اور ایمانی اصلاح کر ہی نہیں سکتے کیونکہ ایمانی تحریک جب بھی کریں گے تو اس کی یہی ایک صورت ہے کہ صحیح العقیدہ مسلمانان اہلسنت کو یہی کہیں گے کہ یہ عقیدہ شرک، یہ عقیدہ بدعت ہے، یہ جائز اور یہ ناجائز تو مسلمان صحیح العقیدہ اسی وقت بدک جائے گا اور فوراً ان سے علیحدہ ہو جائے گا۔ جیسا کہ امیر جماعت مولوی محمد یوسف نے اس کو تسلیم کیا ہے کہ ''رسموں اور گناہوں کو چھیڑنے سے لوگ رسموں اور گناہوں کو چھوڑتے نہیں۔'' کیونکہ چھیڑنے کا یہی مطلب ہے کہ عوام کو یوں کہا جائے کہ یہ عقیدہ شرک اور یہ بدعت ہے گیارہویں بدعت ہے یا رسول اللہ کہنا عقیدہ شرکیہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین معاف فرمائیے! تو ایسے علماء اور مفتیوں کا کس قدر قبیح اور غیر مستحسن فعل ہے کہ کسی کے ایمان کو تباہ کرنے کے لیے مکر اور فریب جیسے کریہہ طریقے استعمال کریں اور قلب موضوع جیسی رذیل حرکات کا ارتکاب کریں۔

تبلیغی جماعت کے ظاہری پر فریب تصنع کا انکشاف

ناظرین حضرات! آپ جب یہ دیکھتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کی عملی کیفیت قابل تعریف ہے۔ قرآن پڑھتی ہے، اسلام و ایمان کے تاثرات سے آراستہ ہے۔ صوم وصلوٰۃ کی شدت سے پابند ہے۔ حضر وسفر میں پابند شریعت ہے۔ خود عامل ہے دوسروں کو نیک ہونے کی ترغیب دیتی ہے مکروہ حرام سے اجتناب کرتی ہے۔ شرعی احکام کی تبلیغ کے لیے دور دور کی مشکلات کو برداشت کرتی ہے۔ تو اگر ایسی جماعت بے دین ہے تو پھر دیندار کونسی جماعت ہوگی؟ لہٰذا اس کی مخالفت ایک مکروہ فعل ہے تو اس اشکال کا حل یہ ہے کہ اسی طرح کی کش مکش ایک نوجوان کو قتل کرنے کے حکم پر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیدا ہوئی کہ اس کے خشوع و خضوع اور پابندی نماز وغیرہ کو دیکھ کر حضور علیہ السلام نے جو اس کو قتل کرے کا حکم دیا تھا۔ اس کی تعمیل نہ ہوسکی اور واپس آگئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہوا کہ اس کو تم قتل کرو۔ مگر جب آپ گئے وہ نماز پڑھ کر جاچکا تھا یہاں پر ملاحظہ فرمائیں کہ تعمیل حکم میں فرق محض اس نوجوان کی پابندی صلوٰۃ اور اخلاص کی وجہ سے آیا تو ثابت ہوا کہ پابندی صوم وصلوٰۃ نجات و ایمان کے لیے کافی نہیں بلکہ کوئی اور چیز بھی ازبس ضروری ہوتی ہے اور وہ صحت عقیدہ اور استحکام ایقان ہے۔

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آنے والی ایک ایسی جماعت کی خبر دی تھی کہ وہ یقرؤن القران الخ یعنی وہ قرآں کے قاری ہوں گے مگر یہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا اور ایسے صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوں گے کہ اس کی مثل نہیں ہوگی وغیرہ مگر وہ سب دین سے بے بہرہ ہوں گے تو ثابت ہوا کہ اس پابندی کے ساتھ

صحت عقیدہ از بس ضروری ہے۔ اس کے بغیر عمل ایک بے معنی حقیقت ہے۔ اور اگر دل میں یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ آخر نیکی کے لیے یہی علامتیں ہوتی ہیں کہ پابند شرع ہے ورنہ اندر گھس کر کون دیکھتا ہے کہ نیک ہے یا بد تو فرق پھر کیسے ہوگا کہ یہ نیک ہے اور یہ بد تو اس شبہ کا ازالہ یوں ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دریافت کیا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس جماعت کی علامات کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ **سیماھم التحلیق** ترجمہ ''ان کی علامت سر منڈوانا ہے۔'' خلاصہ یہ کہ جو اوصاف تبلیغی جماعت میں مثلاً صوم وصلوٰۃ کی پابندی اور احکام کی تلقین وترغیب وغیرہ ہیں۔ ایسی علامتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آئندہ آنے والی ایک جماعت کی بتائیں ہیں اسی لیے ذہن ادھر جاتا ہے اور شبہ واقع ہوتا ہے کہ شاید یہ وہی جماعت جس کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے اور اگر بالفرض تبلیغی جماعت اس کا صحیح مصداق نہیں ہے تو پھر بتائیے کہ کونسی جماعت اس کا صحیح مصداق ہے اور وہ کہاں رہتی ہے۔ بہرصورت آپ تبلیغی جماعت کی خوبیاں اور اوصاف نہ دیکھئے بلکہ حدیث سے بے دین ومکار جماعت کی علامتوں کے آئینہ میں تبلیغی جماعت کو ملاحظہ فرمائیے، روزہ، نماز، دینی دعوت وغیرہ اوصاف ان علامتوں کا جو کہ آنے والی جماعت میں ہوں گی ایک حصہ ہے تصویر کے دونوں رخ دیکھئے ایک رخ سے پورا پتہ نہیں چلتا۔

ناظرین کرام: ''تبلیغی جماعت'' اپنے ان مذکورہ خط وخال کی وجہ سے ہرگز ہرگز صراط مستقیم پر نہیں ہے لہٰذا آپ ''سنی تبلیغی جماعت'' جو کہ حضرت محمد سعید احمد صاحب خطیب جامع مسجد داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں چل رہی ہے اس کی طرف رجوع فرمائیں۔

مسئلہ شفاعت اور مولوی ثناء اللہ امرتسری

ناظرین کرام! غیر مقلدوں اور اہلحدیث سے ایک وہ گروہ ہے جو کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری سے تعلق وواسطہ رکھتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان کے پیروکار حضرات کا شفاعت سے متعلق نظریہ بیان کردیں......

مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان کے معتقدین کا مسئلہ شفاعت سے تعلق معلوم کرنے کے لیے صرف اتنا بیان کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ اربعین مؤلفہ مولوی عبدالحق غزنوی شاگرد رشید مولی عبداللہ غزنوی اہلحدیث کے ذریعہ ان کا تعارف کرایا جائے۔ مولوی عبدالحق صاحب اپنے اس رسالہ میں مولوی صاحب کا تعارف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ **الحمد لله على طبع الرسالة المسماة بالاربعين فى ان ثناء الله ليس على مذهب المحدثين بلو هو من المحدثين فى الدين الجهمية والمعتزله و القدرية المحرفين.**

ترجمہ: ''رسالہ میں چالیس دلائل واضح ہیں۔ اس بات کے ثبوت کے واسطے کہ ثناء اللہ امرتسری محدثین کے مذہب پرنہیں بلکہ وہ محدثین (یعنی بدعتی فرقوں میں سے) ہے مثل دیگر فرق ضالہ جھمیة اور معتزلہ اور قدریہ وغیرہ کے جو کہ (دین میں) تحریف وتبدیل کرنے والے ہیں اور اس پر پاک و ہند کے مفتیاں کرام اور علماء عظام کی تصدیقات ثبت کرائی ہیں تو جس طرح بدعتی فرقے جھمیہ معتزلہ وغیرہ شفاعت کے منکر ہیں اسی طرح یہ ثنائی پارٹی بھی شفاعت کی منکر ہے۔

مسئلہ شفاعت اور پرویزی جماعت

ناظرین! پرویزی جماعت حدیث اور اجماع و قیاس اور صوفیائے کرام اور علماء مجتہدین کے نظریات کے مقابلہ میں نئے نظریات کی قائل ہے۔ معتقدین ومتاخرین کی فہم و فراست کو ایک محدود چیز اور موجود ماحول کے موافق خیال نہیں کرتی اور عبداللہ چکڑالوی کی طرح صرف قرآن کو محل استدلال سمجھتی ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز کو درخور اعتناء اور وقتی تقاضوں کے لیے غیر مفید باور کرتی ہے اور قرآن مجید کی تفسیر وہ کرتی ہے جو کہ اس کی اپنی افتاد طبع ہے۔ دوسری ہر تاویل وتفسیر ان کے لیے جائے اعتراض ہے اور مسئلہ شفاعت چونکہ علماء، معتقدین اور تاخرین کا معمول بہا ہے تو جب یہ سب کچھ قابل اعتراض ٹھہرا تو ثابت ہوگیا کہ

تیرھواں وعظ

تارک الصلوٰۃ کا انجام

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّہَوٰتِ فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ غَیًّا۔ اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّۃَ وَلَا یُظۡلَمُوۡنَ شَیۡئًا۔

پس ان کے بعد ان کے جانشین وہ ناخلف بنے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفسانی کی پیروی کی پس وہ عنقریب اپنی نافرمانی کی وجہ سے جہنم کی (اس) وادی کو پائیں گے (جس سے دوزخ کی باقی وادیاں پناہ مانگتی ہیں) بجز ان کے جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس سے ماقبل آیت میں اللہ تعالیٰ کے مقبول جلیل القدر بندوں کے مناقب اور محامد بیان کیے گئے ہیں جو اپنے بلند مدارج کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بندگی کو ہی اپنے لیے سرمایہ افتخار سمجھتے تھے جب آیات خداوندی کی تلاوت ہوتی تو ان کے دل پسیج جاتے۔ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ آتا اور اظہار عبودیت کے لیے وہ بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہو جاتے۔ اور ہر لحظہ جلال خداوندی سے ترساں اور لرزاں رہتے اور ان کی آنکھیں اشک افشاں رہتیں۔ لیکن ان کے بعد کچھ ایسے جانشین مقرر ہوئے جنہوں نے اپنے اسلاف کرام کے طریقہ کو بالکل فراموش کر دیا مستحبات و مندوبات کی پابندی تو کجا

نماز اور زکوٰۃ جیسے فرائض کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا، یا تو سرے سے ہی وہ ان کی فرضیت کے قائل نہ رہے یا فرضیت کا انکار تو نہ کیا لیکن انہیں ادا کرنے کی زحمت گوارا نہ کی یا انہیں ادا تو کیا لیکن ان کے حقوق اور آداب و شرائط کو نظر انداز کر دیا اور ارشادات الٰہی کی بجا آوری کی بجائے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگ گئے وہ یاد رکھیں کہ انہیں اپنے کیے کی سزا ضرور بھگتنی پڑے گی۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں ہم ان لوگوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کریں گے جو نماز جیسے اہم فریضہ کو نظر انداز کرتے رہے اور خواہشات نفس کی پیروی میں ایسے منہمک ہوئے کہ انہیں نہ تو خدا یاد رہا اور نہ ہی اس کے احکام کی پیروی کا دل میں خیال پیدا ہوا حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے نماز کی اتنی اہمیت بیان فرمائی کہ اسے دین کا ستون کہا جس نے اس کو منہدم کیا اس نے سارے دین کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں اور جس نے نماز کے حقوق کا خیال رکھا اس نے دین کی بنیادوں کو مستحکم اور مضبوط کیا اور جو پابندی سے نماز ادا کرتے رہتے ہیں وہ دنیاوی اور اخروی بے شمار انعامات سے نوازے جاتے ہیں اور جو اس کی ادائیگی میں لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو ان کا انجام سوائے ناکامی اور نامرادی کے اور کچھ نہیں ہوتا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّنِجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُوْرًا وَّ بُرْهَانًا وَّنِجَاةً وَّكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَاُبَيِّ ابْنِ خَلَفٍ (رواہ احمد والطبرانی)

جو آدمی پابندی سے نماز ادا کرے گا تو وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگی اور اس کے ایمان کی واضح دلیل ہوگی اور عذاب آخرت سے نجات کا باعث ہوگی۔ اور جس نے نماز پر پابندی نہ کی قیامت کے دن نہ اس کے پاس نور ہوگا اور نہ ہی ایمان کی کوئی دلیل اور نہ ہی بخشش کا کوئی وسیلہ ہوگا اس کا حشر

قارون، فرعون، ہامان اور ابی ابن خلف جیسے سرکشوں کے ساتھ ہوگا۔

مذکورہ بالا آیات طیبات میں نماز کو ضائع کرنے والوں اور خواہشات نفس کی پیروی کرنے والوں کا انجام اور ان کی سزا ذکر کی گئی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے بالکل غافل اور خواہشات نفس کی اتباع میں سرگرداں رہتے تھے شراب نوشی، باپ کی طرف سے بہن کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دینا گناہوں میں منہمک ہونا بلند و بالا محلات کی تعمیر میں مصروف رہنا، عمدہ گھوڑوں کی سواری پر فخر کرنا اور قیمتی لباس زیب تن کرنا ان کو مرغوب تھا اس لیے وہ اس کی شدید ترین سزا کے مستحق ہوں گے۔ وہ جنت کا راستہ بھول جائیں گے جہنم کی اتھاہ گہرائی ان کا ٹھکانہ ہوگی اور ان کے برعکس وہ لوگ جو اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوئے، ندامت کے آنسو بہائے، سچے دل سے توبہ کی، اللہ کی وحدانیت اور احکام شریعت کی تصدیق کی اور نیک اعمال کرنے میں اپنی زندگیاں وقف کردیں وہ جنت کی ابدی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور ان کے اجر و ثواب میں نہ تو سابقہ گناہ کمی کا باعث ہوں گے اور نہ ہی سابقہ کفر سے انکا اجر ضائع ہوگا۔

اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ.

آیت طیبہ کے اس حصہ کی مفسرین کرام نے مختلف انداز میں تفسیر بیان فرمائی ہے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں اس کا یہ معنی لکھتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز کی فرضیت کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے اور اسے غیر اہم سمجھ کر ترک کردیتے تھے اور نہ ہی اس کی پابندی کا انہیں کوئی احساس تھا اور انہوں نے اپنی عبادت گاہوں کو یا تو بالکل غیر آباد کردیا تھا یا انہیں ویران کرنے میں بھرپور کوشش کرتے تھے یا نماز کی ادائیگی میں ریاکاری کا مظاہرہ کرتے اور کھلے بندوں لوگوں کی غیبت کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ نماز کا اجر ضائع کردیتے تھے۔ اور نہ ہی نماز کے ارکان اور اس کی شرائط کا انہیں کوئی لحاظ تھا اس لیے وہ دوزخ کے عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

غیّ

اس کی بھی مفسرین نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں وہب ابن منبہ فرماتے ہیں کہ غیؓ جہنم میں ایک نہر کا نام ہے جو بہت ہی زیادہ گہری ہے اس کا پانی شدید گرم اور ذائقہ بدمزہ اور خبیث ہے اگر اس کے پانی کا ایک قطرہ اس دنیا میں گر پڑے تو تمام اہل دنیا ہلاک ہو جائیں۔

2۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ جہنم میں ایک ایسی وادی ہے جس کی شدت تپش کی وجہ سے جہنم کی باقی وادیاں اسؔ سے اللہ کی پناہ طلب کرتی ہیں اور اس وادی میں بے نماز اور جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کرنے والوں کو پھینکا جائے گا۔

3۔ عطاء کے نزدیک یہ جہنم کی ایسی وادی ہے جس سے خون اور پیپ بہتا رہتا ہے۔

4۔ کعب الاحبار کہتے ہیں کہ جہنم میں بہت ہی گہری اور شدید ترین گرمی والی وادی کا نام ہے اور اس وادی میں ایک ایسا کنواں ہے جس کو ہبہب کہتے ہیں جب جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کی شدت میں کچھ کمی ہوتی ہے تو اس کنواں کا منہ کھول دیا جاتا ہے جس سے جہنم کی آگ شعلہ زن ہو جاتی ہے اور بھڑک اٹھتی ہے۔

5۔ ضحاک کے نزدیک اس سے مراد زبردست خسارہ اور ہلاکت ہے تو مطلب یہ ہوگا نماز کو ترک کرنے والے اور اس کی ادائیگی میں غفلت اور سستی کا مظاہرہ کرنے والے جہنم کی اس وادی میں پھینک دیئے جائیں گے جس کو غیؔ کہا جاتا ہے۔

تارک الصلوٰۃ کی سنگت سے شیطان کا فرار

سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ ایک آدمی جنگل میں سفر کر رہا تھا تو ایک دن شیطان اس کے ہم سفر ہو گیا اور وہ چوبیس گھنٹے اس کی معیت میں رہا اس آدمی نے دانستہ بغیر کسی شرعی عذر کے پانچ وقت کی نماز ادا نہ کی رات کے وقت جب وہ سونے لگا تو شیطان وہاں سے بھاگ نکلا۔ اس نے شیطان کو آواز دی اور کہا کہ اے میرے دن کے ساتھی اب مجھے اکیلے چھوڑ کر کیوں بھاگ رہے ہو۔ اس لعین نے جواب دیا کہ میں نے

پوری زندگی میں ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو مجھے راندۂ درگاہ کر دیا گیا اور رحمت کے دروازے تاابد میرے لیے بند کر دیئے گئے اور لعنت کا سزاوار قرار دیا گیا اے ابن آدم! تو نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی پانچ وقت نافرمانی کی اور نماز ادا نہ کی تو میں ڈر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر غضبناک ہوگا اور تجھے سخت سزا دی جائے گی تیری اس نافرمانی کی وجہ سے مجھے بھی مزید سزا کا مستحق قرار دیا جائے گا۔

یہ تو اس آدمی کی نحوست تھی جس نے اکیلے نماز ادا نہ کی اور اس سے شیطان مردود بھی دہشت زدہ ہو کر بھاگ نکلا لیکن جو لوگ دانستہ باجماعت نماز ادا نہیں کرتے انہیں کس قسم کی شدید آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑے گا ذیل میں اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

اسلام دین فطرت ہے اجتماعیت کا درس دیتا ہے الفت ومحبت کی تلقین کرتا ہے اور وہ کام کرنے کی ترغیب دیتا ہے جن میں لوگوں کا باہمی میل جول ہو اور ایک دوسرے کے حالات سے باخبر ہوں خوشی اور غمی میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہوں اور جو آدمی اس میں لاپرواہی کرتا ہے تو اسے سزا کا مستحق قرار دیا جاتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو آدمی بغیر شرعی عذر کے نماز باجماعت ادا کرنے میں غفلت کا مرتکب ہوتا ہے وہ بارہ مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تین مصیبتیں دنیا میں اور تین موت کے وقت اور تین قبر میں اور تین قیامت کے دن ہوں گی۔

دنیاوی مصیبتیں

1۔ اللہ تعالیٰ اس کے رزق اور کمائی سے برکت اٹھا لیتا ہے۔ 2۔ اسے اس نور سے محروم کر دیا جاتا ہے جو صالحین کو عطا کیا جاتا ہے۔ 3۔ مومنین کے دلوں میں اس کی نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اسے از حد ناپسند کرتے ہیں۔

موت کے وقت کی مصیبتیں

1۔ وقت نزع وہ اتنی شدید پیاس محسوس کرے گا کہ اگر اسے دنیا کی تمام نہروں کا پانی

بھی پلا دیا جائے تو اس کی پیاس نہیں بجھے گی۔2۔اس کی روح قبض کرنے میں بہت شدت اختیار کی جائے گی۔3۔اس کی دولت ایمان لٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

قبر کی مصیبتیں

1۔قبر میں منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دینا اس کے لیے مشکل ہو جائے گا۔2۔اس کی قبر میں گھپ اندھیرا ہوگا۔3۔اس کی قبر اتنی تنگ ہوگی کہ اس کی پسلیاں آپس میں پیوست ہو جائیں گی۔

قیامت کے دن کی مصیبتیں

1۔اس کا شدید ترین محاسبہ ہوگا۔2۔اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔3۔جہنم کی آگ کا مستحق ہوگا۔(نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ) ان آزمائشوں کو برداشت کرنے کی کس کے اندر ہمت ہے؟ (کنز الاخبار)

جو آدمی باجماعت نماز ادا نہیں کرتا اس کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زبردست زجر وتوبیخ فرمائی ہے۔فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کو اگر سلام دینا پڑے تو انہیں سلام دو لیکن میری امت کے یہودیوں کو سلام مت دو ان کے متعلق پوچھنے پر آپ نے فرمایا وہ وہ ہیں جو اذان اور اقامت سنتے ہیں اور نماز باجماعت ادا نہیں کرتے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک نابینا صحابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے محبوب! میں قوت بصارت سے محروم ہوں اور میری قیادت کرنے والا کوئی ایسا آدمی نہیں جو مجھے مسجد تک پہنچائے آپ مجھے اجازت فرمائیں کہ میں اپنے گھر میں ہی نماز ادا کر لیا کروں پہلے تو آپ نے اسے اجازت دے دی لیکن جب واپس جانے لگا تو فرمایا: کیا اذان سنتے ہو تو اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا نماز باجماعت ادا کیا کرو کیونکہ آپ مسجد کے پڑوسی ہو اور مسجد کے پڑوسی کو مسجد میں ہی نماز ادا کرنی چاہیے۔باجماعت نماز ادا کرنے والوں کو بشارت دیتے

ہوئے فرمایا کہ جو آدمی تاریک راتوں میں چل کر آتا ہے اور مسجد میں باجماعت نماز ادا کرتا ہے تو اسے کامل ترین نور عطا فرمایا جائے گا۔ (زبدۃ الواعظین)

پوری نسل آدم کا نقصان

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تارک الصلوٰۃ کی سزا اور نقصان صرف اس کے گھر تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے اردگرد بسنے والے ستر آدمی بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں۔ بلکہ موجودہ زمانہ میں تو اس کا نقصان آدم علیہ السلام تک پہنچ جاتا ہے کیونکہ نمازی جب تشہد پڑھنے کے لیے بیٹھتا ہے تو وہ اس میں اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ بھی پڑھتا ہے اور یہ دعا صرف موجودین تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ تمام مومنین کی ارواح بھی اس سے لطف اندوز ہوتی ہیں اور بے نمازی اس ثواب سے لوگوں کو محروم کر دیتا ہے جس کی وجہ سے تمام مسلمین اس نقصان سے دوچار ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ کہ بھلائی سے روکنے والا حد سے تجاوز کرنے والا گناہ گار ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جو آدمی نماز ادا نہیں کرتا وہ تمام مومنین کو بھلائی سے محروم کر رہا ہے اس لیے اس کا اثر موجودین اور غیر موجودین سب کو شامل ہوگا۔

مسئلہ

مذکورہ بالا روایات کی وجہ سے علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جو آدمی اذان کی آواز سنتا ہے اور اس کو کوئی شرعی عذر نہیں ہوتا تو اسے نماز باجماعت ادا نہ کرنے کی رخصت نہیں کیونکہ یہ سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کا تارک گناہ گار ہوتا ہے اگر کسی بستی کے رہنے والے نماز باجماعت ادا نہ کریں تو ان کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہے کیونکہ نماز باجماعت ادا کرنا اسلام کے پہچاننے کی ایک نشانی ہے اس لیے شرعی عذر کے بغیر باجماعت نماز ادا نہ کرنے والا سزا کا مستحق ہے اور اس کی شرعی طور پر شہادت بھی مقبول نہیں ہوگی اور جو امام یا مؤذن اس کی اس غفلت پر خاموش رہے اور اسے زجر و توبیخ نہ کرے تو اسے تین کوڑوں کی سزا دی جانی

چاہیے۔ خلاصہ الفتاویٰ میں لکھا ہوا ہے کہ اگر قاضی یا حاکم مناسب سمجھے تو اس کا مال چھین لے اور اسے کوڑوں کی سزا نہ دے بشرطیکہ یہ اس کے لیے مؤثر ہو۔

جماعت کی رخصت کے شرعی عذر

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے ہر کام میں آسانی پسند فرماتا ہے اور انہیں مشقت میں مبتلا نہیں کرتا اور نہ ہی انہیں ایسے احکام کا مکلف بناتا ہے جن پر عمل پیرا ہونا اس کے لیے مشکلات کا باعث بنتا ہو اس لیے اللہ تعالیٰ نے بعض وجوہات کی بنا پر باجماعت نماز ادا نہ کرنے کی رخصت دی ہے۔ اور اس کی صورتیں یہ ہیں۔

اگر کوئی آدمی تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہو اور وہ جماعت میں شریک نہ ہو سکے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا بشرطیکہ ترک جماعت کا عادی نہ ہو اور نہ ہی سستی اور غفلت کا مظاہرہ کرنے والا ہو رفاہ عامہ کے کاموں میں مشغول ہونا، بیمار ہونا، بارش کا برسنا، سردی کا سخت ہونا، شدید تاریکی ہونا اور دشمنوں کے حملہ کا خدشہ ہونا وغیرہ تو ان تمام صورتوں میں اگر کوئی آدمی نماز باجماعت ادا نہ کرے تو شرعی طور پر اس پر کوئی گرفت نہیں۔

اگر ان مذکورہ بالا اعذار کے علاوہ کوئی آدمی دانستہ نماز باجماعت ادا نہیں کرتا تو اس کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ تمام آسمانی کتابوں میں لعنتی لکھا گیا ہے اور ایسا آدمی جب زمین پر چلتا ہے تو وہ اس پر لعنت کرتی ہے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے اور ملائکہ اس سے نفرت کرتے ہیں غرضیکہ زمین و آسمان کی تمام چیزیں جنت کے فرشتے اور سمندر کی مچھلیاں بھی اس پر لعنت کرتی ہیں۔ (درۃ الناصحین)

سعادتوں سے محرومی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو آدمی پانچ اعمال کو دانستہ غیر اہم سمجھتے ہوئے ترک کرتا ہے تو اسے پانچ سعادتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے 1۔ جو دعا کے لیے ہاتھ نہیں اٹھاتا تو اسے دعا کی قبولیت سے محروم کر دیا جاتا ہے 2۔ جو صدقہ نہیں دیتا وہ شفا سے محروم ہو جاتا ہے 3 جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کا مال محفوظ نہیں رہتا 4۔ جو عشر ادا نہیں کرتا اس کی کمائی

سے برکت اٹھالی جاتی ہے5۔ جو نماز با جماعت ادا نہیں کرتا اسے موت کے وقت کلمہ شہادت پڑھنے سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

مزید حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل اور میکائیل نے بتایا کہ جو جماعت کا تارک ہوگا وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہوگا حالانکہ اس کی خوشبو اتنی منتشر ہوگی کہ پانچ سو سال کی مسافت سے بھی مشام جاں کو معطر کر دے گی اگرچہ اس آدمی کے اعمال تمام اہل زمین سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں اور وہ آدمی دنیا وآخرت میں لعنتی ہوگا۔

مقام غور ہے کہ جب تارک جماعت کی یہ سزا ہے تو تارک صلوٰۃ کا انجام کیا ہوگا۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے دریافت کیا کہ جو آدمی دن کو روزہ رکھے رات کو قیام کرے لیکن جمعہ کی نماز کی شمولیت اور باجماعت نماز ادا کرنے سے باز رہا ہے تو اس کو اسی حالت میں موت آجائے تو اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا تو آپ نے فرمایا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بے شمار معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے حضرت عقیل روایت کرتے ہیں کہ میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شریک سفر تھا دوران سفر ایک اونٹ دوڑ کر آپ کی بارگاہ میں پہنچا اور آپ سے پناہ طلب کرنے لگا تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ ایک اعرابی تلوار سونتے ہوئے آپ کے پاس آیا تو آپ نے اس سے پوچھا تیرا اس اونٹ کے ساتھ کیا معاملہ ہے تو اس نے عرض کیا میں نے اسے بڑی گراں قیمت دے کر خریدا ہے اور یہ اب میری اطاعت نہیں کرتا میں اسے ذبح کر کے اس کے گوشت سے نفع حاصل کرنا چاہتا ہوں آپ نے اونٹ کو فرمایا کہ تو اپنے آقا کی نافرمانی کیوں کرتا ہے تو اس نے فصیح عربی زبان میں جواب دیا کہ میں اس کی خدمت کرنے سے انکاری نہیں ہوں لیکن اس کی اطاعت نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا قبیلہ ایک بہت بڑے گناہ اور اللہ کی نافرمانی کا مرتکب ہے اور یہ انہیں اس سے منع نہیں کرتا وہ عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جاتے ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کرتے ہیں اگر یہ پابندی سے نماز ادا کرنے کا وعدہ کرے تو میں

اس کی نافرمانی نہیں کروں گا کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی نافرمانی کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو اور میں بھی اس میں مبتلا کر دیا جاؤں تو وہ اعرابی شرمندہ ہوا۔ اور پابندی سے نماز ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ تو آپ نے اونٹ اس کے حوالہ کر دیا۔ اور وہ خوشی خوشی اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ گیا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

تو نہ پیچد گردن ز حکم خدا

نہ پیچد پیچ گردن از حکم ترا

اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی گردن نہ پھیرے جہان کی کوئی چیز بھی تیرے حکم سے گردن نہیں پھیرے گی۔

ایک بے نماز کی وجہ سے پوری بستی کا تباہ ہونا

حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ عیسیٰ علیہ السلام سفر کر رہے تھے آپ ایک بستی کے پاس سے گزرے جس کے رہنے والے اللہ کی عبادت میں بڑی سنجیدگی سے مصروف تھے خوب عاجزی و انکساری کر رہے تھے عالیشان محلات میں رہائش پذیر تھے آپ انہیں سلام کہہ کر ان کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے ان کے پاس بہت لذیذ کھانے دیکھے مختلف قسم کے پھل اور خالص شراب ملاحظہ کی ان کی اولاد بڑی ہی خوبصورت اور ان کی بیویاں حسن و جمال کا پیکر تھیں۔ اور وہ ہر قسم کی زینت سے آراستہ تھیں آپ یہ خوبصورت منظر دیکھ کر وہاں سے آگے تشریف لے گئے کچھ عرصہ کے بعد آپ کا دوبارہ اس بستی سے گزر ہوا تو آپ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تمام اہل بستی بمع اولاد و ازواج ہلاک ہو چکے ہیں اور وہ بستی صفحہ ہستی سے مٹ چکی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اس حالت پر بہت متعجب ہوئے اور از حد افسوس کیا اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! انہیں یہ سزا کس گناہ کی وجہ سے دی گئی ہے کیا انہوں نے تیری اطاعت ترک کر دی تھی تارک الصلوٰۃ ہو گئے تھے یا کسی ایسے گناہ کے مرتکب ہوئے جس سے تو ناراض ہو گیا اور انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے روح اللہ! ایسا نہیں بلکہ ایک نماز کا تارک ان کے

پاس سے گزرا اس نے ان کے چشموں سے پانی لے کر اپنا منہ دھویا اور اس کا مستعمل پانی ان کی زمینوں اور گھروں پر واقع ہوا جس کی نحوست سے یہ اس اندوہناک تباہی سے دوچار ہو گئے۔ غور کریں کہ ایک بے نماز آدمی کی نحوست کیا تباہی مچاتی ہے۔ (انیس المجالس)

بہجۃ الانوار میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے ایک عربی نوجوان مسجد کے دروازے پر آیا زار و قطار رونے لگا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے پوچھا کہ اے نوجوان اس آہ وزاری کا کیا سبب ہے تو وہ لب کشا ہوا عرض کیا میرا والد فوت ہو گیا ہے اس کی تجہیز و تکفین کا میرے پاس کوئی سامان نہیں جس کے ساتھ میں اسے دفن کر سکوں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ جائیں اور میت کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کریں انہوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور اس کے ساتھ چل دیئے انہوں نے اس کے باپ کی میت کو دیکھا جس کی شکل بگڑ چکی تھی اور وہ سیاہ خنزیر کی مانند ہو چکا تھا وہ دونوں گھبرا گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس المناک واقع کی خبر دی آپ یہ سن کر بذات خود وہاں تشریف لے گئے تاکہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی مغفرت کی التجا کی جو قبول ہوئی اس میت کی شکل درست ہو گئی آپ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی اس کے لڑکے سے پوچھا کہ اس کا اتنا گھناؤنا کیا عمل تھا تو اس نے جواب دیا کہ یہ نماز ادا نہیں کرتا تھا۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم نے بے نمازی کی حالت کو دیکھا جو سیاہ خنزیر کی شکل میں بدل چکا تھا اور اللہ تعالیٰ نے میری دعا کے صدقے اس کا گناہ بخش دیا لیکن قیامت کے دن یہ اسی بدلی ہوئی شکل کے ساتھ اٹھے گا۔ (العیاذ باللہ)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ.

چودھواں وعظ

زکوٰۃ کی اہمیت اور ادا نہ کرنے والوں کی سزا کا بیان

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو۔ اور جو تم اپنے لیے نیکی سے آگے بھیجو گے تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر اور عظیم شکل میں پاؤ گے بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں نماز کے ساتھ جس عبادت کا ذکر کیا گیا ہے وہ زکوٰۃ ہے چونکہ اس کی وجہ سے سرمایہ داروں اور غریبوں کے درمیان توازن پیدا ہوتا ہے اور ارتکازِ زر میں کمی کا باعث بنتا ہے دولت گردش میں رہتی ہے مسلمانوں کے درمیان ہمدردی، باہمی امداد اور یگانگت پیدا ہوتی ہے اور اس کا اہم ترین فائدہ نظام جماعت کے قیام کے لیے سرمایہ بہم پہنچایا جاتا ہے غریبوں اور مسکینوں پر مال خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے دل سے حب دنیا اور حرص کی مرض دور کرنے کا علاج ہوتا ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا مال کی پاکیزگی اور طہارت کا باعث بنتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا

آپ ان کے مالوں سے صدقہ وصول کر کے ان کو پاک کریں اور اس کے ساتھ ان کا تزکیہ کریں۔

غرور و تکبر، سرکشی اور فسق و فجور جو مال کی کثرت اور اس کی زیادتی سے پیدا ہوتے ہیں ان کا یا تو بالکل خاتمہ ہو جاتا ہے یا ان میں کمی آجاتی ہے اس سے ایک انسان کی دوسرے انسان پر شفقت کا اظہار ہوتا ہے اور آمدنی کے وسائل نہ رکھنے والوں کی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے غریب، یتیم، مسکین اور نادار طلباء کی کفالت کا باعث بنتی ہے اور اس قسم کی بیشمار حکمتیں ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی بہت ہی اہمیت بیان فرمائی ہے اور نماز اور زکوٰۃ کو مربوط انداز میں ذکر فرمایا ہے اور اس کی ادائیگی کو قرضہ حسنہ کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ اور قرآن کریم میں اس کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے بتیس دفعہ صراحتاً زکوٰۃ کا لفظ ذکر فرمایا ہے کیونکہ اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا یکساں خیال رکھا جاتا ہے اس لیے زکوٰۃ، جو کہ حقوق العباد سے تعلق رکھتی ہے، دینے والوں کی تعریف اور توصیف بیان فرمائی ہے اور نہ دینے والوں کی سخت مذمت اور شدید عذاب کی وعید کا تذکرہ کیا ہے۔ احادیث طیبہ میں بھی نماز کے بعد زکوٰۃ کا ذکر کرنا اس کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے تو گویا ایمان جو اصل الاعمال ہے اور نماز جو دین کا ستون ہے ان کے بعد فوراً زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا جو اسلام کا تیسرا رکن اور قنطرۃ الاسلام یعنی اسلام کا پل ہے اور اس واقعہ سے بھی اس کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ سن 9 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا:

فَلْيَكُنْ اَوَّلُ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَى اَنْ يُّوَحِّدُوا اللّٰهَ فَاِذَا عَرَفُوْا ذَالِكَ فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوٰتٍ فِىْ يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ فَاِذَا صَلُّوْا فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكٰوةً فِىْٓ اَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ غَنِيِّهِمْ

فَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَاءِهِمْ. (بخاری شریف، ج12ص109)

پس سب سے پہلی وہ بات جس کی طرف آپ انہیں دعوت دیں وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کو وحدہ لاشریک مانیں تو اس کا جب اعتراف کرلیں تو انہیں آگاہ فرمائیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں پس جب وہ نماز پڑھیں تو انہیں آگاہ فرمائیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں میں ان پر زکوٰۃ فرض فرمائی ہے جو ان کے دولت مندوں سے لی جائی گی اور ان کے فقیروں میں تقسیم کی جائے گی۔

زکوٰۃ کی فرضیت کی تاریخ میں کچھ اختلاف ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ سن 2 ہجری میں جب صدقہ فطر مدینہ طیبہ میں فرض ہوا تو زکوٰۃ کی باقی مدات بھی اسی سال فرض ہوئیں۔ لیکن قابل اعتماد قول یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت اجمالاً مکہ مکرمہ میں ہو چکی تھی کیونکہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعثت کے پانچویں سال دوسرے صحابہ کرام کی معیت میں جب ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے تو کفار مکہ کی پیش کش پر کہ انہیں ملک حبشہ سے نکال دیا جائے تو شاہ حبش نجاشی نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دربار میں بلا کر اسلام کی حقیقت اور اس کی تعلیمات کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔

اَمَرَنَا بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ وَالصِّیَامِ.

(مسند امام احمد، ج1ص202)

کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھنے زکوٰۃ ادا کرنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح سن 2 ہجری میں ابو سفیان، جو ابھی تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوا تھا، کو ہرقل بادشاہ کے دربار میں اس وقت بلایا گیا جب اس کے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گرامی نامہ پہنچا تھا تو اس نے قریش مکہ کے سردار ابوسفیان کو اپنے دربار میں بلایا اور اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیغام اور آپ کی تعلیمات کے متعلق پوچھا تو اسے بھی یہ

کہنا پڑا کہ

اِنَّهٗ یَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ.

(مسلم شریف، ج2 ص98)

کہ وہ ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں۔

یہ دونوں واقعات مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت سے پہلے وقوع پذیر ہوئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجمالی طور پر زکوٰۃ آغاز اسلام میں ہی فرض ہو چکی تھی اور اس کی تفصیلات مدینہ طیبہ میں فرض کی گئیں۔ زکوٰۃ کی اس اہمیت کی وجہ سے اس کے ادا کرنے کو اللہ تعالیٰ نے مال کی پاکیزگی نفس کی طہارت، اجر عظیم اور قرضہ حسنہ قرار دیا ہے اور جو آدمی اس اہم فریضہ کو ادا نہیں کرتا اس کو سخت سزا کا مستحق قرار دیا ہے اس لیے اب ہم ان لوگوں کی سزا کا ذکر کرتے ہیں جو اسے ادا نہیں کرتے۔ ہوسکتا ہے کسی کے لیے یہ عبرت کا باعث بن جائے اور وہ جہنم کی اس سزا سے محفوظ ہو جائے جس کا تذکرہ درج ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی سزا

وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ یَّوْمَ یُحْمٰى عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

اور جو لوگ سونا اور چاندی جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اسے خرچ نہیں کرتے (تو اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے جس دن وہ سونا اور چاندی جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیاں ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتیں داغی جائیں گی (اور انہیں بتایا جائے گا) کہ یہ وہ ہے جو تم نے (اپنے نفع اور عزت کے

لیے) جمع کر رکھا تھا پس جو تم جمع کرتے تھے اب اس کی سزا چکھو۔

اس مذکورہ بالا آیت طیبہ میں بھی زکوٰۃ اور مالی حق ادا نہ کرنے والوں کی شدید ترین سزا بیان کی گئی ہے بعض مفسرین نے اس آیت کا مصداق یہود کے علماء اور عیسائیوں کے پادری قرار دیئے ہیں کیونکہ وہ جائز اور ناجائز ذرائع سے مال جمع کرنے کے بڑے حریص تھے اور اس کو خرچ کرنے میں بہت ہی بخیل تھے۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس میں اہل کتاب اور مسلمان، تمام کو خطاب ہے جو بھی مال اکٹھا کرے اسے جمع کرے اور اس کا حق ادا نہ کرے تو وہ اسی قسم کی سزا کا مستحق ہوگا اس کو ماقبل کلام میں اہل کتاب سے رشوت لینے والوں کے ساتھ اس لیے متصل بعد ذکر کیا ہے کہ اس گھناؤنے جرم کی شدت اور سخت عذاب کی وضاحت ہو جائے۔

احادیث طیبہ میں بھی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی سزا بیان فرمائی گئی ہے مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا وَّلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ مَالُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ.

کہ وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ مال عطا کرے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل اختیار کرلے گا۔

گنجے سانپ سے مراد وہ سانپ ہے جس کی زہر کی شدت کی وجہ سے اس کے سر پر بال نہیں ہوتے۔ اور اس کی دونوں آنکھوں کے اوپر دو سیاہ رنگ کے نقطے ہوتے ہیں اور وہ سانپ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے آدمی کی گردن میں طوق کی طرح لٹک جائے گا۔

فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا

تو وہ اسے شدید ترین عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

وَيَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ الَّذِىْ كَنَزْتَهٗ فِى الدُّنْيَا وَلَمْ تُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ

وہ کہے گا میں تیرا وہ مال ہوں جو تو نے دنیا میں جمع کر رکھا تھا اور تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں

کرتا تھا۔ (مسلم شریف)

اور اللہ کا یہ ارشاد گرامی بھی اسی کی وضاحت کر رہا ہے فرمایا:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

وہ لوگ جو اس مال میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے یہ گمان نہ کریں کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنا ان کے لیے بہتر ہے بلکہ وہ تو ان کے لیے سراپا شر ہے عنقریب قیامت کے دن جس چیز میں وہ بخل کرتے رہے تھے اسی کے طوق ان کو پہنائے جائیں گے۔

وہ روایت جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے وہ بھی معنوی اعتبار سے اس ماقبل میں بیان کردہ حدیث کی تائید کرتی ہے اگرچہ الفاظ میں کچھ اختلاف ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا وَّلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِحَتْ لَهٗ صَفَائِحُ مِنَ النَّارِ فَاُحْمِيَ عَلَيْهَا نَارُ جَهَنَّمَ فَتُحْرَقُ بِهَا

جس کو اللہ تعالیٰ مال عطا فرمائے وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس کے لیے دوزخ کی آگ سے تختیاں بنائی جائیں گی پھر انہیں جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔ جس کے ساتھ یعنی ان کے اموال کے ساتھ اس کی پیشانی اور اس کے پہلوؤں اور پشت کو جلایا جائے گا جب بھی وہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی انہیں دوبارہ گرم کر لیا جائے گا اور یہ سب کچھ اس دن ہوگا جس دن کی مقدار ہزار سال ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ.

تیرے رب کے نزدیک وہ دن اس ایک ہزار سال کی مانند ہوگا جسے تم شمار کرتے ہو۔

پہنچا جاسکتے۔

وسیلہ کا معنی

وسیلہ کا معنی یہ ہے کہ کسی مشکل سے نجات حاصل کرنے کے لیے یا کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے یا کسی چیز کو برقرار رکھنے کے لیے کسی چیز کو واسطہ بنایا جائے اور یہ وسیلہ تین طرح پر ہوسکتا ہے۔

وسیلہ کے اقسام

ایک یہ کہ ذات اور متعلقات ذات کا وسیلہ دوسرا اعمال کا وسیلہ تیسرا یہ کہ دعا و ندا کا وسیلہ۔ وسیلہ ذات اور متعلقات کا مطلب یہ ہے کہ کسی مطلب اور مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کسی ذات اور متعلقات ذات کو وسیلہ بنایا جائے اور وسیلہ اعمال کا مطلب ی ہے کہ کسی نیک عمل کو حصول مطلب کے لیے واسطہ بنایا جائے اور وسیلہ دعا اور ندا کا مطلب یہ ہے کہ دعا وندا کو حصول مقصد کے لیے واسطہ بنایا جائے۔

وسیلہ نمبر اوّل کبھی استدعا اور طلب کرنے کی صورت میں ہوتا ہے اور کبھی بغیر استدعا و طلب کے اور یہ قسم اول یوں بھی عام ہے کہ واسطہ ذات نبی علیہ السلام ہو یا ذات ولی اور دنیا میں ہو یا قبر و قیامت میں اسی طرح عام ہے کہ ذی روح ہو یا بغیر روح اور متعلقات ذات کا مطلب یہ ہے کہ ذات کے ساتھ اس کو نسبت ہو جیسا کہ کپڑا، ناخن یا بال وغیرہ۔

اب ہم وسیلہ کی ہر سہ اقسام کو قرآن اور حدیث اور اثار صحابہ اور اقوال علماء کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔ آپ بغور ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید سے وسیلہ کا ثبوت

(۱) وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ترجمہ ”ہم نے آپ کو سب جہانوں کے واسطے محض رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“ دیکھئے حضور علیہ السلام کیواسطہ سے سب

جہانوں پر رحمت الٰہی کی بارش ہو رہی ہے۔

(۲) مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ.
ترجمہ: ''آپ کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں کرے گا اور نہ ہی استغفار کرنے کی صورت میں ان کو مبتلا، مصیبت کرے گا۔'' یہاں آپ کے اور استغفار کے واسطے سے عذاب کو ٹالنے کا وعدہ فرمایا۔

(۳) وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا. ترجمہ ''اور اہل کتاب حضور علیہ السلام کے معبوث ہونے سے پہلے آپ کے وجود کے واسطے سے کافروں پر مدد چاہتے تھے کہ اے اللہ نبی آخرالزماں کے واسطہ سے ہمیں کافروں پر کامیاب فرما۔''

(۴) ...... يحللهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ. ترجمہ: ''حضور علیہ السلام نے اہل کتاب کے لیے طیبات کو حلال اور خبیث اشیاء کو حرام کر دیا اور ان کے ناقابل برداشت بوجھ اتار دیئے یعنی آپ کے واسطے یہ سب سہولتیں مہیا کر دیں۔''

(۵) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ. ترجمہ ''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور حصول قرب الٰہی کے لیے اس کے دربار میں واسطہ اور وسیلہ لاؤ۔''
اور یہ وسیلہ عام ہے ذات ہو یا متعلقات ذات یا اعمال وغیرہ۔

(۶) اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ. ترجمہ ''طالوت کی صداقت واستحقاق پر دلیل ہے کہ وہ تمہارے پاس ایک صندوق لائے گا جس میں تمہارے لیے سکون قلب اور آل موسیٰ اور آل ہارون کے چھوڑے ہوئے بعض آثار ہیں۔''
بنی اسرائیل اس صندوق کو کافروں پر کامیابی کے لیے میدان جنگ میں بھی لیجایا کرتے تھے اور اس کے واسطے سے دعا نصرت مانگا کرتے تھے۔ تفسیروں میں ہے کہ اس

صندوق میں سکون و قرار قلب کا سامان تھا اور کچھ آثار متروکہ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی نعلین پاک اور آپ کا عصا مبارک اور ہارون علیہ السلام کی دستار مبارک اور انجیر کی کچھ مقدار اور اس میں انبیاء علیہم السلام کی قدرتی تصویریں تھیں۔ یہ صندوق آدم علیہ السلام پر اترا اور نسلاً بعد نسلٍ ان تک پہنچ گیا اور پھر ان کی بعض کوتاہیوں کی وجہ سے قوم عمالقہ کے قبضہ میں آ گیا۔ بنو اسرائیل اس کو جہاد وغیرہ میں حصول فتح کے لیے آگے رکھ لیتے تھے اور اس واسطہ سے وہ کامیاب ہو جاتے۔

(۷) **لولادفع الله الناس بعضهم ببعض.** ترجمہ ''اگر اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے واسطے سے نہ روکے تو زمین میں فساد ہو جائے۔''

(۸) **لوتزیلوا لعذبنا الذین کفروا منهم عذاباً الیماo** ترجمہ'' اگر ایماندار کافروں سے الگ ہوتے تو ہم کفار کو سخت عذاب کرتے۔

(۹) **وَاتقوا الله الذی تساء لون به والارحام** ترجمہ''اس اللہ سے ڈرو جس کے سبب سوال کرتے ہو اور قرابت داری کے ساتھ بدسلوکی سے ڈرو کہ جس کے واسطہ سے تم التجا کرتے ہو۔''

(۱۰) **یاایهاالذین امنوا اتقوا الله وابتغوا الیه الوسیلة.** ترجمہ'' اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے دربار میں کوئی وسیلہ لے کر آ و'' عام ازیں کہ ذات کا ہو یا متعلقات ذات وغیرہ کا (تلک عشرۃ کاملہ)

ناظرین کرام! ان حوالجات سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی حاجت کے لیے کسی چیز کو دربار الٰہی میں وسیلہ پیش کیا جاسکتا ہے اور یہ عقلاً و شرعاً جائز ہے۔

حدیث شریف سے وسیلہ کا ثبوت

حدیث شریف میں ہے **الابدال فی امتی ثلثون رجلابهم تقوم الارض وبهم تمطرون و بهم تنصرون (الحدیث).** ترجمہ''میری امت میں قریباً تیس مرد

ابدال ہیں جن کے وسیلہ سے زمین قائم ہے اور انہی کے واسطے بارش ہوتی ہے اور مدد ہوتی ہے۔" دیکھئے اس حدیث پاک میں ابدال کو قیام ارض اور بارش اور مدد کامیابی کے لیے ذریعہ اور وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: **اللھم ایّدہ بروح القدس** "اے اللہ (حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جبرئیل کے وسیلہ سے مدد کر۔

حدیث میں ہے۔ **اذا انفلتت دابة احدکم فی ارض فلاة فلینا دیاعباد اللہ عینونی اعینونی.** (الحدیث) ترجمہ "تم میں سے کسی کا جانور جنگل میں بے قابو ہو جائے تو اللہ کے بندوں کا وسیلہ لائے اور یوں کہے یا عباد اللہ الخ (ہدیہ المہدی ص ۲۷)

مسند امام احمد میں ہے کہ شام میں چالیس ابدال ہیں جن کی حیثیت یہ ہے کہ ان کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔

ابوداؤد شریف میں ہے کہ مجھ کو ضعیفوں میں طلب کرو کیونکہ تم کو رزق یا مدد ضعیفوں کے واسطہ سے ملتی ہے اور فقراء مہاجرین کے واسطے سے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مکی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے قلائد میں روایت کی ہے کہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کی قبر سے تبرک حاصل کرتا ہوں اور جب مجھ کو کوئی حاجت پڑتی ہے تو آپ کی قبر کے پاس آتا ہوں اور دو رکعت نماز ادا کرتا ہوں اور آپ کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں تو اس واسطہ سے میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔"

واقدی نے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا شہداء احد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں حاضر ہوتیں اور دعا کرتیں تو اس واسطہ سے دعا قبول ہو جاتی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجۃ الوداع میں خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اپنی اولاد جب تک تم ان کے واسطہ سے عملدرآمد کرتے رہو گے کبھی کمزور نہ ہو گے۔

سفر خیبر میں عامر بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اشعار سناؤ۔ تو انہوں نے سنائے جس پر آپ ﷺ نے انہیں دعا رحمت کرتے ہوئے سرفراز فرمایا۔ واللہ لو لاانت ماا ھتدینا. ولا تصدقنا ولا صلینا. ترجمہ" بخدا اگر آپ کا واسطہ نہ ہوتا تو ہمیں نہ ہدایت ہوتی اور نہ ہی صوم وصلوٰۃ کی نعمت ملتی۔ یعنی آپ ہی کے واسطہ سے پیدا ہوئے پھر عالم راواح میں، پھر عالم ناسوت میں، پھر عالم برزخ میں، پھر قیامت میں پھر دخول جنت اور ابدی نعمتوں سے بازیابی محض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے ہوگی۔

حضرت علیہ السلام کے پاس ایک نابینا آیا اور نابینائی کی شکایت کی۔ آپ نے اس کو حسب ذیل دعا سکھائی کی دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد پڑھے۔ اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمّد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھت بک الیٰ ربی فی حاجتی ھذہٖ لتقضی لی اللّٰھم فشغلہ فی. ترجمہ" اے اللہ میں تیرے نبی مجسمہ رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوں اور سوال کرتا ہوں یا محمد ﷺ میں آپ کے واسطہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں کہ یہ میری حاجت پوری ہو۔ اے اللہ آپ کی سفارش میرے حق میں قبول فرما اور یہ طریق وسیلہ تا قیامت جاری ہے۔

حدیث میں ہے کہ ابو طالب نے حضور علیہ السلام کا بحالت شیر خوارگی ازالہ قحط میں وسیلہ طلب کیا۔ فرماتے ہیں ابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل آپ کے چہرہ مبارک کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے اور آپ بیوگان اور یتیموں کی پناہ گاہ ہیں۔

حدیث میں ہے کہ ستاروں کے واسطہ سے آسمان محفوظ ہے اور میرے وسیلہ سے صحابہ کرام محفوظ ہیں اور میرے صحابہ کے وسیلہ سے میری امت محفوظ ہے۔ (احمد و مسلم) مختصر

حدیث میں ہے اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب خاصۃ. ترجمہ:" اے اللہ حضرت عمر بن الخطاب کے خاص وسیلہ سے اسلام کو عزت دے۔ (حاکم بیہقی)

حدیث میں ہے لولاشیوخ رکع و صبیان دضع وبھائم رتع لصب

علیکم العذاب صبا ترجمہ "اگر بوڑھے رکوع کرنے والے اور شیر خوار بچے اور چرنے والے جانور نہ ہوتے تو تم کو شدید ترین عذاب کا سامنا کرنا پڑتا۔" یعنی ان کے وسیلہ سے یہ عذاب ٹل گیا۔

قال الجوزی فی الحصن فی آداب الدعاء ومنها ان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائہ و الصالحین مِن عبادہ. "ترجمہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور اس کے نیک بندوں کا وسیلہ لایا جائے۔

ناظرین کرام! ان حوالجات سے ثابت ہوا کہ کسی کی ذات کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں قضا حاجت کے لیے وسیلہ لانا درست ہے اور صحیح۔

مدینہ منورہ میں قحط پڑ گیا۔ جس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی قبر مبارک اور آسمان کے درمیان پردہ اٹھا دو (تو آپ کی قبر شریف کے وسیلہ سے) بارش ہوئی۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قسطنطنیہ میں مزار پاک مرجع خواص وعوام ہے یعنی اس کے وسیلہ سے مطلب براری ہوتی ہے۔

حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کی دعا میں یہ مذکور ہے **یا رب اسئلک بحق محمد** ﷺ (حاکم۔ طبرانی۔ بیہقی) ترجمہ: "اے میرے رب میں محمد (ﷺ) کے حق کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ (ابن المنذر)

حدیث میں ہے **اللھم انی اسئلک بجاہ محمد عندک و کرامۃ علیک.** ترجمہ "اے اللہ میں محمد (ﷺ) کے اس حق اور کرامت کے وسیلہ سے جو کہ تیرے دربار میں ان کو حاصل ہے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔"

قال السبکی یحسن التوسل والا ستعانۃ والتشفع زاد القسطلانی والتضرع والتجوہ بالنبی الیٰ ربہ ولم نیکو ذالک احد من السلف و الخلف. (ہدیہ المہدی ص ۸۴)

ترجمہ: ''امام سبکی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں قضا حاجت کے لیے نبی کریم ﷺ کو وسیلہ شفیع وغیرہ بنانا بالاتفاق جائز ہے۔

بخاری شریف میں تین مسافروں کا قصہ مذکور ہے جو بارش میں گھر جانے کی وجہ سے ایک غار میں پناہ گزین ہوئے کہ غار کے منہ پر ایک پتھر گرا جس سے غار کا منہ بند ہو گیا۔ پھر وہ اپنے مخلصانہ اعمال کی وجہ سے باہر نکلے اللہ تعالیٰ نے ان کے کردار صالح کے وسیلہ سے انہیں نجات دی۔

مولوی اسحاق صاحب مأۃ مسائل میں لکھتے ہیں۔ **یجوذالدعاء مِنَ اللہ بان یقول یا اللہ اقض حاجتی بحرمت فلاں وقدروی فی دعاء الاستفتاح بحرمة الشهرالحرام والمشبعر العظام و قبرنبیکَ علیه السّلام.** (ترجمہ) ''اللہ سے یوں دعا جائز ہے کہ اے اللہ فلاں شخص کی حرمت وعزت کے واسطہ سے اور شہر حرام اور مشعر عظام کی حرمت کے وسیلہ سے اور آپ کی قبر شریف کی بدولت میری حاجت کو پورا کر دے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے یوں دعا مانگی۔ **اسئلک بحق السائلین علیک و بحق ممشای هذا الیک.** (ابن ماجہ) ترجمہ ''اے اللہ میں تجھ سے سائلین کے اس حق اور عزت جو ان کو تیرے ہاں حاصل ہے اور اس تیری طرف چلنے کے حق کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔''

حدیث میں ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد فوت ہوئیں تو ان کے دفن کے بعد آپ نے یہ دعا مانگی ''اے اللہ میری چچی کو بخش اور اس پر اس کی قبر کو میرے حق اور مجھ سے پہلے نبیوں کے حق کے واسطے سے کشادہ کر کیونکہ تو ارحم الراحمین ہے۔ (طبرانی ابن حبان حاکم)

دلائل الخیرات میں ہے **اللهم بالاسماء المکتوبة حول العرش وبالاسماء التی حول الکرسی الخ.** ترجمہ ''اے اللہ ان ناموں کے وسیلہ سے جو کہ کرسی اور عرش کے ارد گرد لکھے ہوئے ہیں۔ (میری دعا قبول کر)

مشہور بات ہے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ٹوپی میں حضور علیہ السلام کا بال مبارک رکھا ہوا تھا جس کے وسیلہ سے روم شام ایران وغیرہ ممالک میں فتوحات ہوئیں۔

ناظرین حضرات! قرآن وحدیث وغیرہ کے ان حوالجات میں حقوق وقبر شہر حرام مشعر حرام، عبادت کے لیے چلنا انبیاء علیہم السلام کرسی وعرش کے اسماء مکتوبہ بال مبارک وغیرہ کا وسیلہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس کا سلف وخلف سے کسی نے انکار نہیں کیا تو روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہوگیا کہ کسی نوعیت کے جائز وسیلہ وواسطہ کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے اختیار کرنے میں شرعی اور عقلی طور پر کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ امر مندوب ومستحسن ہے۔

حدیث میں وارد ہے۔ **من بنیٰ الله مسجداً بنی الله له بیتا فی الجنة مثلهٗ او کمال قال.** ترجمہ ”جو اللہ کے لیے مسجد بنائے اللہ اس کی بدولت اس جیسا اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔“

حدیث میں ہے۔ **اذامات الانسان انقطع عمله الامن بنی مسجداً او ترک ولداً صالحاً یدعوله او علما ینتفع به.** ترجمہ ”جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا سلسلہ عمل ختم ہوجاتا ہے مگر جو مسجد بنائے یا نیک اولاد چھوڑ جائے جو اس کے لیے دعا خیر کرے یا علم پڑھا جائے جس سے لوگوں کو نفع ہو (تو اس کا عمل جاری رہے گا) ہدیۃ المہدی ص ۴ پر ہے۔ **ولیت شعری اذاجاز التوسل الی الله بالاعمال الصالحة بنص من الکتاب والسنة یقاس عَلَیْها التوسل بالصالحین...... والتوسل الی الله تعالیٰ باهل الفضل والعلم هوفی الحقیقة توسل باعمالهم الصالحة ومزایا هم الفاضلة.** ترجمہ ”جب کہ اعمال صالحہ کے ساتھ کتاب وسنت سے توسل جائز ثابت ہوا تو صالحین کو اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ صالحین کے ساتھ توسل اصل میں ان کے اعمال صالحہ اور صفات حمیدہ کے ساتھ توسل ہے۔“ نیز ان حوالجات میں غور کرنے سے ذات اور متعلقات ذات اور اعمال کے ساتھ وسیلہ لینا ثابت اور واضح ہوگیا صرف دعا وندا کے ساتھ توسل باقی رہ

گیا اور نسبۃً اس میں نزاع زیادہ ہے۔ لہٰذا اس پر مختصر طور پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

دعا و ندا کے ساتھ وسیلہ

دعا اصل میں دعا یدعو سے ہے بمعنی بلانا یا پکارنا اور قرآن میں دعا کو تقریباً پانچ معنوں میں استعمال کیا گیا ہے

(ا) پکارنا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ **ادعوهم لابائهم هو اقسط عندالله.** ترجمہ ''ان کو ان کے باپوں کا نام لے کر بلاؤ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مناسب ہے۔'' **والرسول یدعوکم فی اخرٰکم** اور رسول تم کو پیچھے سے پکارتے ہیں۔ (ﷺ) ان جیسی آیات میں پکارنا مراد ہے مگر یہ پکارنا کئی طرح پر ہوتا ہے۔

(الف) مخلوق کو سبب اور ذریعہ سمجھ کر پکارنا جیسے **یارب اسئلک بحق محمدٍ. یاعباد الله اعینونی. یا محمد انصر. یارسول الله یا علی یا غوث وا محمداه. یا عمراه** قبلۂ دین مدد دے کعبہ ایمان مدد دے۔ قاضی شوکانی مدد دے۔ ابن قیم مدد دے۔

(ب) قریب کو پکارنا یا اللہ اور یا زید وغیرہ جب کہ قریب ہو عام ازیں کہ ذی شعور ہو یا غیر ذی شعور یا جبال یا ارض یا حجر وغیرہ۔

(ج) بعید کو پکارنا کہ وہ بقدرت الٰہی خود سن لیتا ہے یا اس کو کسی واسطہ سے سن لیتا ہے۔ نظر آتا ہو یا نہ آتا ہو جیسا کہ قوت قدسیہ والے پکارتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا ساریۃ الجبل علاقہ نہاوند میں تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنا کر بحکم الٰہی تمام قریب و بعید لوگوں کو پکارا جس کو تمام روحوں نے جو کہ تا قیامت تک پیدا ہونے والی تھیں سب نے سن لیا جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے آج ہر نماز نماز میں **السلام علیک ایهاالنبی** بصورت خطاب پڑھتا ہے۔ شرق میں ہو یا غرب میں جنوب میں ہو یا شمال میں

تو اگر دور سے پکارنا شرک ہو تو غازی نماز سے فارغ ہونے سے قبل مشرک اور کافر ہو جائے۔

یہ عقلاً بھی جائز ہے۔ دیکھئے ریڈیو کے ذریعہ آج کتنی دور تک آواز پہنچائی جاتی ہے اور وجہ اس کی یہی ہے کہ ریڈیو میں بجلی کی قوت سبب ہے تو اسی طرح جائز ہے کہ نور نبوت کی قوت سبب ہو اور سبب سے یہ آواز دور تک سنائی جا سکے اور اسی طرح نور ولایت و فراست کی قوت اور سبب سے دور تک آواز سنائی جا سکتی ہے۔

(د) مردوں کو پکارنا کہ وہ سنتے ہیں جیسا کہ ہر نمازی نماز میں حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کو پکارتا ہے۔ السلام علیک ایھا النبی۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ قبرستان میں جا کر اہل قبور کو یوں خطاب کریں۔ **السلام علیکم دار قوم من المسلمین**. ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذبح کی ہوئی چیزوں کو پکارا اور انہوں نے سن کر تعمیل حکم کی۔ **ثم ادعھن یاتینک سعیاً** ترجمہ "پھر ان کو بلائیے وہ آپ کی طرف دوڑتی ہوئی آئیں گی۔ **حضرت صالح علیہ السلام** نے اپنی قوم کو ان کی ہلاکت کے بعد ان کو پکارا۔ **فتولیٰ عنھم وقال یقوم لقد ابلغتکم رسالۃ ربی**. حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو ان کی ہلاکت کے بعد پکار۔ **فتولی عنھم وقال یقوم لقد ابلغتکم رسالات ربی**.

حضور پر نور ﷺ نے خود بدر کے روز مردہ کافروں ابو جہل، ابولہب، امیہ بن خلف وغیرہ کو پکار کر خطاب کیا اور حضرت عمرؓ کے عرض کرنے پر فرمایا کہ تم ان مردوں سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے متعدد مردوں کو پکارا اور وہ قبروں سے باہر نکل آئے۔ حضور علیہ السلام نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وقت جب کہ ان کا قبر میں حساب شروع ہوا اور وہ گھبرا گئیں اوپر سے تلقین کی کہ آپ یوں کہو نبی ابن اخی محمد ﷺ اسی طرح سینکڑوں نہیں ہزاروں واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کو دور ہوں یا نزدیک خطاب کرنا درست ہے اور وہ سنتے اور حتی الوسع تعمیل حکم بھی کرتے ہیں۔

ذ: کسی کو پکارنا کہ وہ سنتے ہیں اور مشکل کشائی بھی کرتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے۔ واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا أجعلنا من دون الرحمٰن الھة یعبدون. ترجمہ "اے پیارے محبوب ان رسولوں سے پوچھو جو ہم نے آپ سے پہلے بھیجے کہ ہم نے اپنے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جن کی عبادت کی جائے۔"

ظاہر ہے کہ باقی انبیاء علیہم السلام آپ سے پہلے گزر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سب گذشتہ رسولوں سے پوچھ لو کہ خدا کے علاوہ کوئی اور معبود ہے اور پوچھا اسی سے جاتا ہے جو سنے اور سنکر جواب دے۔

معراج شریف کی رات سب گذشتہ انبیاء کرام نے حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی اور حجۃ الوداع میں سب نبیوں نے شرکت کی اور حج ادا کیا۔ یاعباداللہ اعینونی. یا محمد انصر قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایمان مددے وغیرہ۔

ر: دور سے پکارنا وہ دیکھتے اور سنتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ قالت نملة یا ایّھا النمل ادخلوا مساکنکم لایحطمنکم سلیمان وجنودہ وھم لایشعرون فتبسّم ضاحکامن قولھا. ایک چیونٹی بولی کہ اے چیونٹیو اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں بے خبری کی وجہ سے سلیمان اور اس کا لشکر جس پر سلیمان علیہ السلام سنکر مسکرائے۔ تفاسیر میں ہے. کہ یہ لشکر تین میل کے فاصلہ پر تھا ظاہر ہے کہ چیونٹی کے قدم کی آواز کس قدر دھیمی اور باریک ہوتی ہے کہ قریب کھڑے نہیں سن سکتے مگر سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے سن لی۔ معلوم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام کی قوت سامعہ زبردست تھی۔ قرآن مجید میں ہے ولما فصلت العیر قال ابوھم انی لاجدریح یوسف لولا ان تفندون. ترجمہ "قافلہ جب مصر سے جدا ہوا تو یہاں یعنی کنعان میں ان کے باپ نے کہا کہ بیشک مجھ کو یوسف کی خوشبو آ رہی ہے اگر تم مجھے سٹھا ہوا نہ کہو۔"

ملاحظہ ہو یعقوب علیہ السلام کنعان میں ہیں اور یوسف علیہ السلام کی قمیص مصر

سے چلی ہے جس کی خوشبو آپ کو یہاں محسوس ہو رہی ہے۔ دیکھئے کتنی دور سے احساس فرمایا اور کہا۔

قال الذی عنده علم من الکتاب انا آتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک:

ترجمہ: ''جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا کہ نہیں آپ کے پاس اس کو حاضر کروں گا آپ کے پل مارنے سے پہلے۔'' ملاحظہ ہو کہ یہ لانے والے آصف بن برخیا شام میں ہیں اور بلقیس کا تخت یمن میں اور فوراً لانے کی خبر دے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کا لانا بغیر دیکھے اندازہ لگانے مقدور ہونے بالکل ناممکن ہے ثابت ہوا کہ ان کی قوت رویت بڑی تیز تھی۔''

وانبئکم بماتاکلون وتدخرون فی بیوتکم. ترجمہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں تم کو ان تمام چیزوں کی خبر دیتا ہوں جن کو تم کھاتے اور گھروں میں جمع کرتے ہو۔ دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چشم پاک اپنی جگہ سے ان تمام چیزوں کو دیکھ رہی ہے جو وہ کھاتے اور گھروں میں جمع کرتے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ آپ میں اور ان چیزوں میں سینکڑوں حجاب ہوں گے مگر سب کا مشاہدہ ہو رہا ہے اور اطلاع دی جارہی ہے۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے حواس میں بے پناہ قوت ودیعت فرماتا ہے۔

ز: کسی کو امور خارقہ یا فوق الاسباب طریق پر پکارنا اور مدد کا لینا و دینا۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ پاک سے حضرت ساریہ کو علاقہ نہاوند میں جو کہ مدینہ پاک سے تقریباً پندرہ سو میل دور ہے برسر منبر پکارا اور ان کو دشمن کی خفیہ تدبیر پر مطلع فرما کر ان کی مدد کی حتی کہ اسلام کو فتح ہوگئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے دور سے اپنے والد یعقوب علیہ السلام کی مدد فرما دی اور بطریق خرق عادت اور مافوق الاسباب طور پر بحکم الٰہی اپنی قمیص سے انکی آنکھیں روشن

کر دیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطریق مافوق الاسباب وفات کے بعد ہماری مدد کی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کروا دیں۔ مختصر یہ کہ جملہ معجزات اور کرامات جو کہ مافوق الاسباب اورخرق عادت کے طور پر ہیں سب شرعاً صحیح و درست ہیں کیونکہ مافوق الاسباب کا اورخرق عادت کا معنی یہی ہے کہ قدرت نے کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کو کسی سبب پر موقوف کہا جیسے روشنی سورج اور چاندنی چاند پر دیکھنا آنکھ کے کھولنے اور کھانا منہ پر اور سننا کان پر موقوف کیا ہے۔ کسی ایسی چیز کو قدرتی طور پر بظاہر سبب کے بغیر پیدا کر دیا جائے۔ مثلاً روشنی سورج کے بغیر دیکھنا آنکھ کے بغیر اولاد والدین کے بغیر ظاہر کر دی جائے۔ بہرصورت مافوق الاسباب کے طور پر غیر اللہ سے مدد دینا اور لینا شرعاً جائز ہے۔

س: خدا کا مقابل سمجھ کر پکارنا یعنی غیر اللہ کو خدا اور مستقل بالذات اور مستحق عبادت سمجھ کر پکارنا۔ قرآن میں ہے ان الذین تدعون من دون اللہ عبادامثالکم جن کو خدا کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں۔ ان المساجد للہ فلاتد عوامع اللہ احداً. بیشک مسجدیں اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پوجو۔ ان جیسی تمام وہ آیات جن میں غیر خدا کی دعا کو شرک و کفر کہا لیا ہے یا اس پر جھڑکا گیا ہے ان سب میں دعا کا معنی عبادت ہے اور یدعون کا معنی پوجتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہر آیت میں دعا کا معنی عبادت نہیں بلکہ بعض جگہ عبادت کا معنی ہے اور بعض جگہ کوئی اور معنی اسی وجہ سے علماء کرام نے دعا بمعنی عبادت کے کچھ قرائن بیان فرمائے ہیں جن کے ذریعہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں پر دعا بمعنی عبادت ہے مثلاً دعا کے ساتھ عبادت یا الہ کا لفظ آ جائے۔

قرآن میں ہے قل انی نھیت ان اعبد الذین تدعون من دون اللہ اس آیت میں ان اعبد سے معلوم ہو گیا کہ مراد تدعون سے تعبدون ہے۔ وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین. یہاں پر

بھی بقرینہ عبادت دعا سے پکارنا مراد نہیں بلکہ عبادت کرنا مراد ہے۔ اسی طرح جب دعا کے بعد دشمن خدا کا ذکر ہو یا دعا کا فاعل کافر ہو یا دعا پر اللہ تعالٰی کی ناراضگی کا اظہار ہو یا دعا کرنے والوں کو خدا پاک نے کافر مشرک گمراہ فرمایا ہو تو دعا سے مراد عبادت و پوجنا مراد ہوگا نہ صرف پکارنا۔

بہر صورت دعا کا معنی ہر جگہ عبادت نہیں کر سکتے کیونکہ عربی زبان ایک وسیع زبان ہے عموماً الفاظ کے معنی بیان کرنے میں سیاق و سباق اور قرائن حالیہ مقالہ وغیرہ کا لحاظ کرنا از بس ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً اگر دعا لہ کہا جائے تو معنی یہ ہے کہ اس کے لیے دعا کی اور دعا علیہ کہا جائے تو اس کا معنی ہے اس پر بد دعا کی۔ لہٰذا لازمی طور پر دعا کے معنوں میں غور کرنا ضروری ہے ورنہ معنی صحیح نہ ہوں گے۔ مثلاً دیکھئے کہ اگر دعا کا معنی ہر وجہ سے پکارنا ہی ہو تو ان آیات کے ساتھ جن میں دعا کو عبادت کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے تعارض اور تخالف لازم آئے گا لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ دعا کا معنی پکارنا اور عبادت ہر دونوں ہیں۔ جن آیات میں عبادت ہے وہاں پر دعا کا معنی پکارنا ہے اور جہاں پر ممانعت ہے وہاں پر دعا کا معنی عبادت ہوگا یا یوں کہیے کہ پکارنے کی دو قسم ہیں۔ ایک یہ کہ کسی کی پکارا جائے مگر اس کو خدا نہ سمجھا جائے اور دوسرا یہ کہ کسی کو مستقل اور خدا سمجھ کر پکارا جائے۔ لہٰذا جن میں ممانعت ہے ان میں کسی کو خدا سمجھ کر پکارنا مراد ہے۔ کیونکہ عبادت خدا کے سوا اور کسی کو نہیں ہو سکتی نتیجہ یہ کہ کسی دوسرے کو پکارنا جب کہ اس کو خدا نہ سمجھا جائے جائز ہے زندہ ہو یا مردہ نبی ہو یا غیر، پتھر ہو یا لکڑی فرق صرف یہ ہے مرنے کے بعد نبیوں اور ولیوں کے علاوہ اوروں کو اگر ان کی قبر پر جا کر پکارا جائے تو سنتے ہیں ورنہ نہیں جیسا کہ سوئے ہوئے کہ روح جہاں چاہے سیر کرتی ہے مگر سنتی جب ہے کہ پاس آ کر آواز دیں۔ اسی طرح قبر کے پاس سے سنتی ہے دور سے نہیں بخلاف انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام کے کہ وہ جیسے دنیا میں دور سے سنتے تھے بعد وفات بھی دور سے سنتے ہیں۔

ش: شوق اور محبت کی وجہ سے کسی کو پکارنا۔ اگر کوئی مال محبت اور عشق سے کسی کو پکارے

تو یہ جائز ہے لہٰذا اسی نیت سے یا رسول یا غوث یا علی کہنا جائز ہے کہ یہ محض محبت سے پکارنا ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں۔ اس میں (یعنی ندائے غیر اللہ میں) تحقیق یہ ہے کہ ندا سے مقاصد و اغراض مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی محض اظہار شوق کبھی تحسر کبھی منادی کو سنانا اور کبھی اسکو پیغام پہنچانا سو مخلوق غائب کو پکارنا۔ اگر واسطے محض تذکرہ اور شوق وصال اور حسرت فراق کے ہے جیسے عاشق اپنے محبوب کا نام لیا کرتا ہے اور اپنے دل کو تسلی دیا کرتا ہے اس میں تو کوئی گناہ نہیں۔ ایسی ندا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بکثرت روایات میں منقول ہے اور اگر مخاطب کا اسماع یعنی سننا مقصود ہے تو اگر تصفیہ باطن سے منادی کو مشاہدہ کر رہا ہے تو بھی جائز ہے اور اگر مشاہدہ نہیں کرتا لیکن سمجھتا ہے کہ فلاں ذریعہ سے اس کو یہ خبر پہنچ جائے گی اور وہ ذریعہ ثابت بالدلیل ہو تب بھی جائز ہے مثلاً ملائکہ کا درود شریف حضور اقدس میں پہنچانا احادیث سے ثابت ہے۔ اس اعتقاد سے اگر کوئی الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہے کچھ مضائقہ نہیں اور اگر منادی مشہود نہ ہو نہ پیغام پہنچانا مقصود ہی ہو نہ کوئی ذریعہ مدلل ہو تو ندا ممنوع ہے مگر مصلحت یوں ہے کہ ندا کرنے والا سمجھ دار ہو تو اس پر حسن ظن کیا جائے اور اگر عامی جاہل ہو تو اس کی اصلاح کر دی جائے اور اصل عمل سے نہ روکا جائے (ملتقط) اسی طرح ہدیۃ المہدی میں بھی ہے۔

(۲) دعا کا معنی بلانا۔ وادعوا شهداء کم من دون الله. ترجمہ ''اپنے معبودوں کو بلاؤ جو اللہ کے سوا ہوں۔''

(۳) دعا کا معنی مانگنا۔ هنالک دعا زکریا ربه ''حضرت زکریا علیہ السلام نے وہاں اپنے رب سے مانگا۔''

(۴) دعا کا معنی آرزو کرنا۔ ولکم فيها ماتشتهی انفسکم ولکم فيها ماتدّعون، ''جنت میں تمہارے واسطے وہ ہے جو تم چاہو گے اور اس میں وہ ہر چیز ہوگی جو کہ تم طلب کرو گے۔''

(۵) دعا کا معنی شرک وکفر کرنا: ان المساجد للّٰہ فلاتدعوا مع اللّٰہ احداً۔ ''بلاشبہ مساجد اللہ کے لیے ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرتے ہوئے شرک و کفر نہ ہو۔''

نداقریب وبعید کی بحث وتنقیح

بعض حضرات اس پر اڑ جاتے ہیں کہ ندا بعید کو ہی کی جاسکتی ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ قریب کے لیے ہے بعید کے لیے نہیں، اور کوئی کہتا ہے کہ نداقریب و بعید ہر دو کے لیے ہے۔ لہٰذا ایک مخصوص انداز پر روشنی ڈالی جاتی ہے جس سے مذکورۃ الصدر مطالب کی مزید وضاحت بھی ہو جائے گی۔

(۱) دعا اور ندا کا لغت میں ایک ہی معنی ہے یعنی پکارنا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ندا اس پکارنے کو کہتے ہیں جس سے دوسرے کو سنانا مقصود ہوتا ہے اور دعا صرف پکارنے کو کہتے ہیں کوئی سنے یا نہ سنے مگر اصطلاحی اور شرعی طور پر دعا کا معنی عبادت ہے لہٰذا معنی اوّل کی رو سے ندا و دعا اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوق کو بھی کی جاسکتی ہے۔

ہدیۃ المہدی ص ۲۳ پر ہے۔ **الدعا الشرعی عبادۃ کالصلوۃ فلایجوزمن غیر اللّٰہ وھی المراد فی الایات الّتی ورد فیھا لفظ الدعاء اما الدعا اللغوی بمعنی النداء فیجُوز لغیر اللّٰہ تعالیٰ مطلقاً سواء کان حیاً او میتًا.** ترجمہ'' دعا شرعاً عبادت کے معنی میں ہے نماز کی طرح لہٰذا غیر اللہ کے لیے جائز نہیں اور جن آیات میں دعا وارد ہے وہاں بمعنی عبادت ہے اور دعا بمعنی لغوی وہ ندا کے معنی میں ہے جو غیر اللہ کے لیے جائز ہے۔ عام ازیں زندہ ہو یا مردہ۔

(۲) یہ کہ نداقریب اور بعید ہر دو کے لیے جائز ہے۔ حیات میں ہو یا ممات میں ذی شعور ہو یا غیر شعور موجود ہو یا متخیل ہر ایک کے لیے جائز ہے نحو میر میں ہے دیا عام است یعنی برائے دور ونزدیک مستعمل شود یعنی یا قریب و بعید دونوں کے لیے

ہے۔ علامہ جار اللہ زمحشری گفتہ کو یا نیز برائے دوراست واین قول مرجوع است چہ شائع است یارب یا اللہ و نیز ظاہر است کہ خداوند کریم اقرب است از شہ رگ گردنکہ مایہ حیات است۔ ترجمہ ''کہ یا دور کے لیے ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے کیونکہ مشہور ہے کہ یا رب یا اللہ کہا جاتا ہے اور خداوند کریم شاہ رگ سے بھی قریب ہے جو کہ معیار حیات ہے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے ص۳۹ **ویاوضع لنداء البعید وقد ینادی به القریب تنزیلا منزلة البعید اما لعظمته کقول الداعی یا رب یا الله و هو اقرب الیه من حبل الورید** الخ اور یا بعید کے لیے ہے اور کبھی قریب میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ بنابرعظمت جیسے داعی یہ کہتا ہے یارب یا اللہ اگر بعید ہی کے لیے ہو تو اللہ تو شہ رگ سے بھی قریب ہے۔

ہدایۃ النحو میں ہے ویالہما اور یا قریب و بعید ہر دو کے لیے ہے شرح جامی میں ہے **یااعمهما استعمالا لانها تستعمل لنداء القریب والبعید** یا دونوں سے عام ہے کیونکہ یہ قریب و بعید ہر دو کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اسی طرح تکملہ میں ہے۔

ہدیۃ المہدی ص۲۴ پر ہے۔ (ترجمہ) کہ اس سے واضح ہوا کہ عام لوگ جو یوں کہتے ہیں یارسول اللہ یا غوث، یا علی وغیرہ چونکہ محض ندا ہے لہٰذا جائز ہے اسی طرح جو قتلی بدر پر آپ نے یا فلاں بن فلاں اور حدیث عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حنیف میں جو یا محمد ﷺ الخ آیا ہے سب جائز ہے۔ اسی میں ص۲۳۔۲۵ پر ہے (ترجمہ) اگر کوئی یہ گمان کرے کہ حضور علیہ السلام کا سماع یا علی یا اور اولیاء کا سماع عوام الناس کے سماع سے اس قدر زاید ہے کہ باقی اقطار ارض کو شامل ہے تو یہ شرک نہیں کیونکہ اللہ نے بعض ملائکہ کرام کو بلکہ بعض حیوانات کو اس حد تک سماعت و بصارت عطا کی ہے کہ وہ عوام الناس کی سماعت اور بصارت سے بہت زیادہ ہے اور دیلمی نے مسند الفردوس اور ابویعلی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ حضور ﷺ کی قبر پر مقرر کر رکھا ہے کہ جب کبھی میری امت سے کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ

فرشتہ کہتا ہے یا محمد فلاں بن فلاں نے آپ پر درود پڑھا ہے اور عقیلی اور بخاری نے اپنی تاریخ میں مرفوعاً بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو دنیا بھر کی آوازوں کو سننے کے لیے برابر کان دیئے ہیں۔ ثابت ہوا کہ ندا قریب وبعید کے علاوہ حیات وممات ہیں بلکہ حیوانات وغیرہ میں یہ ندا وسماع صحیح ودرست ہے۔ قرآن مجید میں ہے یاجبال اوبی۔ یاسماء اقلعی۔ یاارض ابلعی۔ یاحسرۃ علی العباد۔ یاایھاالناس۔ یا ایھاالمزمل حدیث میں ہے یا محمد انی اتوجہ الخ یا عباد اللہ اعینونی۔ یا محماہ۔ یا عمراہ یا حجر۔ ثابت ہوا کہ جمادات اور متخیل ومتصور امور کو اور بعث معیت مقربان الٰہی وغیرہ کو زندہ ہوں یا فوت شدہ دور ہوں یا قریب معیت بری ہو یا چھوٹی دن ہو یا رات اور وہ ذی شعور ہو یا غیر ذی شعور ابنائے جنس ہوں یا غیر ندا دینا پکارنا جائز اور صحیح ہے۔

(۳) غیر اللہ کو پکارنا ندا دینا اس کی کئی صورتیں ہیں۔ (۱) یہ کہ غیر اللہ کو کسے باشد مظہر عون الٰہی سمجھ کر اور یہ کہ ان کو اللہ نے عالم اسباب میں از قبیلہ اسباب بنایا ہے (۲) یہ کہ وہ غیر اللہ مستقل بالذات ہیں۔ کہ اپنی ذاتی قوت سے حاجت روائی کرتے ہیں۔ (۳) یہ کہ وہ غیر اللہ مستقل بالذات تو نہیں لیکن ان کو اللہ تعالیٰ کی استقلالیت میں دخل اور شرکت ہے کہ دونوں قوتوں کے مجموعہ سے سائل کی مراد پوری ہوتی ہے (۴) یہ کہ وہ غیر اللہ مستقل بالذات تو نہیں لیکن اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مستقل طور پر قوت تصرف وایجاد تسلیم وتفویض کر دی گئی ہو کہ وہ اس تفویضی قوت سے جو چاہے کرے اللہ تعالیٰ کی قوت کو اس میں کوئی دخل نہیں گویا اللہ تعالیٰ کا نظام عالم کے وجود وبقا سے کوئی تعلق نہیں صرف غیر اللہ ہی کی تفویضی قوت اور اس کے اختیار سے سلسلۂ کائنات قائم ودائم ہے۔ یہ چار احتمال ہیں جن سے بعض صحیح اور بعض غیر صحیح اور ناجائز ہیں۔ مثلاً دوسرا اور تیسرا احتمال تو صریح شرک وکفر ہے۔ کوئی ایماندار اور فطرت سلیمہ کا مالک اس کا معتقد نہیں ہو سکتا اور نقلاً وعقلاً یہ اعتقاد باطل ہے۔ اسی طرح چوتھا خیال بھی باطل اور غیر صحیح ہے کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا تعطل لازم اور بیکار ہونا لازمی آتا ہے جو کہ غلط ہے کیونکہ صریح قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن میں ہے۔ کل احذبنا صبتھا

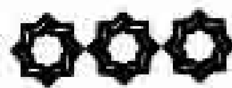
من یکلؤکم باللیل والنھار. بیدہ ملکوت کل شیٔ. تلک الایام نداولھا بین الناس. ترجمہ ''ہر ایک اسی کے قبضہ میں ہے۔ دن رات تمہاری حفاظت کرتا ہے۔ ہر چیز کی حکومت اس کے ہاتھ میں ہے اور زمانہ میں انقلاب پیدا کرنا ہمارا کام ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کائنات کا ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کرسکتا اور یہ عالم بحیثیت ممکن ہونے کے اپنے وجود و بقا میں ہر آن اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہے نیز اس وجہ سے بھی کہ نظام عالم نفس الامر اور واقع میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے چل رہا ہے۔ اب اگر غیر اللہ بھی مستقل طور پر گوتفویضی قوت سے ہی سہی عالم میں متصرف مان لیں تو تعارض واختلاف رونما ہوکر یا تو دونوں میں سے ایک کا تصرف باطل ہو جائے گا یا نظام عالم کا وجود و بقا خطرہ میں پڑ جائے گا۔''

اور درحقیقت یہ اعتقاد ہندوچین و یونان وغیرہ کے کافروں کا بلکہ اسلامی فرقوں سے معتزلہ کے بعض افراد کا ہے جیسا کہ ہدایۃ المہدی ص ۱۳ حاشیہ پر مذکور ہے۔ قال امامنا جعفر بن محمد علیه و علی الله السلام لاجبرولاتفویض ولکن امربین امرین هذا ردعلی المعتزلة حیث شهروا انفسم بانکارلکن عظیم من الذین وهو کون الحوادث بقدرة الله تعالیٰ و قضائه و زعموا ان العبد قبل ان یقع منه الفعل مستطیع تام یعنی لابتوقف فعله علی تجدد فعل من افعاله تعالیٰ و هذا معنی التفویض یعنی ان الله فوّض الیهم افعالهم فمن فهم هذا المعنی لمخلوق من مخلوقات الله تعالیٰ فقد ضل و اضل و مشرکوا الهند البراهمة.

مشرکوا الیونان والصین کانوا یزعمون الله فی روح و ریحان وراحة و نوم و قدنوض الامورالی برهما و یشن و شانتی ومهادیووغیرهم فهم یعملون کیف یشاؤن و لذالک جعلوهم الهة و عبدوهم بانواع العمادات التی لاتلیق الا بحضرة الالوهة خابوا وخسروا وضلوا واضلوا.

ترجمہ: ''اور ہمارے امام جعفر بن محمد علیہ السلام نے فرمایا کہ نہ جبر ہے اور نہ ہی تفویض بلکہ

معاملہ ان کے بین بین ہے اور یہ معتزلہ پر رد ہے کہ انہوں نے اپنی تشہیر کا ذریعہ دین کے ایک عظیم ترین رکن کا انکار بنا رکھا ہے اور وہ یہ کہ اہل اسلام کے ہاں یہ مسلم ہے کہ جملہ حوادثات عالم اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قضا سے معرض وجود میں آئے ہیں مگر معتزلہ اس کے منکر ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بندہ اپنے فعل پر کرنے سے قبل قدرت کامل کا مالک ہے اب اس فعل کی ایجاد میں قدرت الٰہی کی قطعاً ضرورت نہیں۔ گویا یہ فعل صرف بندے کی قدرت کا تاثر متصور ہوگا۔ اور تفویض قدرت کا یہی مطلب ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے بندوں کو اپنے افعال کرنے کی قدرت تفویض و تسلیم کر دی ہے (کہ اللہ کی قدرت کو اس میں کوئی دخل نہیں) پس جس شخص نے کسی مخلوق کے لیے یہ تفویضی معنی سمجھ لیا کہ بندہ اپنی تفویضی قدرت سے اپنا فعل کرتا ہے تو وہ بنفس خود گمراہ ہوا اور دوسروں کو گمراہ کرے گا اور ہند کے مشرکین براہمہ جن کو برہمن کہتے ہیں اور یونان اور چین کے مشرکین یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بڑی راحت و آرام اور چین و نیند میں خوش وخرم ہے (اور کوئی کام نہیں کرتا بلکہ) کائنات عالم کے تمام کاروبار کا سلسلہ برہما، بشن، شانتی۔ مہادیو وغیرہ کو سپرد کر دیا ہے کہ تم جو چاہو کرو پس وہ جو چاہتے ہیں اور جیسا چاہتے ہیں عالم کائنات میں کرتے ہیں اور اسی واسطے برہما وغیرہ کو انہوں نے اپنا خدا بنا رکھا تھا اور ایسی صورتوں میں ان کی عبادت کرتے تھے جو کہ صرف خداوند کریم خالق کائنات کا ہی حق ہے اور اسی کو سزاوار ہے پس وہ انتہائی خسارہ اور گھاٹے میں پڑے خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا العیاض باللہ ثم العیاذ باللہ۔



ان عبارات سے کیا ثابت ہوا

(۱) یا قریب و بعید ہر دو کے لئے آتا ہے (۲) ندا ہر شخص ہر چیز کو زندہ ہو یا مردہ موجود ہو یا متخیل وغیرہ سب جائز ہے (۳) ندا بمعنی عبادت غیر اللہ کو ناجائز ہے۔ (۴) غیر اللہ کو کسی امر میں مستقل سمجھنا ذاتی قدرت سے یا تفویضی قوت سے حرام کفر و شرک ہے۔ (۵) تفویضی قوت کا اعتقاد پہلے ہند یونان چین کے مشرکین کا تھا۔ (۶) بعد میں معتزلہ نے بھی تفویضی قوۃ کا اعتقاد کر لیا اور گمراہ ہوئے۔ (۷) تقویت الایمان میں جو یہ ذکر کیا گیا ہے کہ چاہے وہ اپنی قوت سے ہو یا خدا کی دی ہوئی قوت سے ہو ہر طرح سے شرک لازم آتا ہے۔ وہ مشرکین ہند، یونان، چین اور معتزلہ کے اعتقاد سے کیا گیا۔ گویا تقویت الایمان کا ماخذ معتزلہ کا مذہب ہے۔ جیسا کہ معتزلہ کے اعتقاد کا اصل مشرکین یونان وغیرہ کا اعتقاد ہے۔ (۸) ندا استمداد وغیرہ کا رد معتزلہ کے مذہب کی روشنی میں کیا گیا ہے جیسا کہ اور امور مثلاً خلف وعید امکان کذب وغیرہ میں معتزلہ سے استناد کیا گیا ہے حالانکہ مذہب معتزلہ کا بذات خود باطل ہے اور پھر طرہ یہ کہ کسی مسلمان کا عقیدہ ایسے مسائل میں تفویضی قوت نہیں ہے۔[۱] زبردستی بنا فاسد علی الفاسد کے طور پر مسلمانوں پر تفویضی قوت کی نوعیت کو تھوپ دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ اس قسم کے مسائل میں غیر اللہ کی طرف نسبت محض سبب ہونے کے لحاظ سے اور مجازی طور پر۔ (۹) تقویت الایمان میں معتزلہ کے عقائد کی بنا پر تردید کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ صاحب تقویت الایمان اور اس کے پیروکاروں کا عقیدہ اہلسنّت کا عقیدہ نہیں بلکہ معتزلہ کا عقیدہ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ گو عملاً حنفی کہلاتے ہیں مگر عقیدہ سنی حنفی نہیں ہے بلکہ وہابی معتزلی۔ (۱۰) تقویت الایمان میں بہتان تراشی اور خلاف واقع حالات سے کام لیا گیا

۱؎ کیونکہ بندہ ممکن ہے اور ممکن ہر آن میں اپنے مرتبہ ذات میں غیر کا محتاج ہے اسی طرح اہل حق اہل سنت کے نزدیک بندہ اپنے افعال میں گو کاسب تسلیم کیا گیا ہے لیکن فاعل اللہ تعالیٰ ہی ہے جب بندہ کوئی فعل کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو پیدا کرتا ہے ثابت ہوا کہ بندے کے فعل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دخل ہے اور تفویض میں یہ بات نہیں ہوتی۔ فلا تغفل

ہے۔ (۱۱) تقویت الایمان کو باوجود ایسے ناجائز اور غلو آمیز اور بہتان صریح پر مشتمل ہونے کے پھر بھی دیوبندی حضرات اس تقویت کی تعریف میں ہمہ تن رطب اللسان ہیں اوراس کو ماننا پڑھنا پڑھانا عین اسلام اور محض ایمان بتلاتے ہیں اور اس کو نہ ماننے والوں کوگمراہ اللہ سبحانہ رحم کرے۔ اور ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

وسیلہ کی نوعیت

ناظرین! قضا حاجات میں کسی وسیلہ کو اختیار کرنا گو یہ ثابت ہو چکا ہے مگر یہ نہیں معلوم ہوا کہ اس وسیلہ کی نوعیت کیا ہے کیونکہ وسیلہ اور واسطہ کا ایک ہی معنی ہے اور واسطہ کی کئی قسمیں ہیں۔ نہ معلوم کہ یہاں پر کونسا واسطہ مراد ہے لہٰذا ضروری ہے کہ واسطہ کی مختصری تشریح اوراس کی تعیین کر دی جائے؟

عرف میں واسطہ یہ ہے کہ ایک امر کو دو چیزوں کے درمیان اعتبار کیا جائے جس کو عموماً ہر آدمی جانتا ہے۔ مگر علمی اصطلاح میں اس کی تین قسمیں ہیں واسطہ فی الثبوت اور یہ دوق قسم ہے۔ قسم اول یہ ہے کہ واسطہ اور ذو واسطہ ہر دو حکم کے ساتھ حقیقۃ متصف ہوں جیسا کہ ہاتھ کے واسطہ سے کنجی کی حرکت اس میں ہاتھ واسطہ اور کنجی ذو واسطہ ہے اور حرکت حکم ہے جس کے ساتھ ہاتھ اور کنجی ہر دو حقیقی طور پر متصف ہیں کیونکہ ہاتھ اور کنجی دونوں میں اختلاف وضع ونسبت ماحول میں تبدیلی واقع ہوئی ہے اور یہی حرکت کی حقیقت ہے اور قسم دوم یہ ہے کہ واسطہ اس میں سفیر محض ہوتا ہے اوراس کے لیے حکم ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ رنگریز کے واسطے سے کپڑے کا رنگ کہ رنگریز کپڑے اور رنگ میں واسطہ ہے مگر رنگ صرف کپڑے میں ہے رنگریز میں نہیں کیونکہ رنگریز حیوان ناطق ہے اگر اس کو رنگ چڑھے تو دنیا بھر کے حیوان ناطق ورنگ چڑھے گا کہ کلی کا حکم اس کے سب افراد میں جائے گا اور واسطہ فی العروض یہ ہوتا ہے کہ اس میں حکم کے ساتھ واسطہ حقیقۃ متصف ہوتا ہے اور ذوواسطہ صرف مجازی طور پر جیسا کہ گاڑی میں حرکت کرنے والا اس میں حرکت حکم ہے جو کہ واسطہ یعنی گاڑی میں حقیقۃ پائی

جاتی ہے اور حرکت کرنے والے مسافر میں یہ حرکت صرف مجازی طور پر ہے یعنی گاڑی میں بیٹھا ہے اور گاڑی متحرک ہے لہٰذا اس کی حرکت کو مجازی طور پر مسافر کی طرف منسوب کر دیا گیا اور حقیقت میں وہ متحرک نہیں ہے کیونکہ یہ ایک جگہ بیٹھا ہوا ہے جس میں اس کا ماحول بالکل نہیں بدلا۔ اور واسطہ فی الاثبات یہ ہوتا ہے کہ دو جملوں میں جو ایک چیز مکرر واقع ہو اس کے ذریعہ ایک حکم (یعنی اکبر) کو دوسرے چیز (یعنی اصغر) کے لیے ثابت کیا جائے یہ چیز مکرر حد اوسط اور واسطہ کہلاتی ہے اس کے ذریعہ حکم دوسری چیز کے لیے ثابت ہو جاتا ہے مگر اس کے لیے حکم ثابت نہیں بلکہ اثبات حکم کے بعد یہ خود درمیان سے ساقط ہو جاتی ہے جیسے العالم متغیر ایک جملہ ہے وکل متغیر حادث دوسرا جملہ ہے ان میں لفظ متغیر مکرر ہے یہ حد اوسط اور واسطہ ہے کہ اس کے واسطہ سے حادث کو عالم کے لیے ثابت کیا گیا ہے وسیلہ کی ہر سہ اقسام کے واضح ہونے کے بعد ایک اور چیز بھی ذہن نشین کر لینے کی از بس ضرورت ہے اور وہ وجود نسبت و اسناد ہے۔

نسبت واسناد کی نوعیت اتصاف

نسبت واسناد یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز کی طرف منسوب کیا جائے اور یہ اسناد حقیقی ہوتی ہے اور کبھی مجازی حقیقی یہ ہے کہ مسند الیہ اور چیز حقیقۃً متصف ہو اور مجازی یہ ہے کہ وہ حقیقۃً متصف نہ ہو بلکہ مجازاً جیسے کہا جائے زید قائم تو قیام کے ساتھ زید حقیقۃً متصف ہے اور یہ اسکی ذاتی اور اپنی وصف ہے اور کہا جائے جالس السفینۃ متحرک۔ اس میں تحرک کشتی میں بیٹھنے والے کی حقیقی وصف نہیں ہے بلکہ یہ وصف کشتی کی ہے مجازی طور پر بیٹھنے کی وجہ سے جالس کی وصف ہوگئی ہے یا کہیں نہر جاری ہے تو اس میں نہر کو جاری کہنا مجازی طور پر ہے۔ حقیقت میں پانی کی وصف ہے کہ پانی جاری ہے نہ کہ نہر ہاں نہر میں پانی جاری ہونے کی وجہ سے نہر کو بھی مجازاً جاری کہہ دیا گیا۔ یا کہیں اللہ علیم زید علیم پہلی مثال میں علم اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفت ہے کہ علم اللہ تعالیٰ کی ذات میں متحقق وثابت ہے اور یہ اسکی وصف ذاتی ہے کسی سے مانگی ہوئی نہیں

اور نہ ہی مجازی ہے کہ اللہ تعالیٰ میں وصف علم نہ ہو (معاذ اللہ) اور کسی کے علم کو اللہ کی طرف منسوب کردیا ہو اور اتصاف حقیقی کا مطلب بھی یہی ہے کہ وصف اپنی ہو مانگی ہوئی نہ ہو اور اتصاف مجازی کا مطلب یہ ہے کہ یہ وصف اس میں اپنی نہیں ہے بلکہ کسی کی وصف مجازاً ادھر منسوب کردی گئی ہے اور اتصاف کا معنی ایجاد نہیں ہے کہ حقیقۃً متصف ہونے کا معنی کیا جائے وہ اس کو پیدا کرنے والا ہے جیسے زید قام یا زید قائم کہ اس میں زید قیام کے ساتھ حقیقۃً یعنی یہ وصف اس میں خود موجود ہے مانگی ہوئی نہیں یہ معنی نہیں کہ زید اس کے ساتھ حقیقت میں متصف ہے یعنی زید نے وصف قیام کو پیدا کیا ہے۔

اسی طرح اتصاف ذاتی یہ ہے کہ یہ وصف اسکی ذاتی ہے اپنی ہے از خود ہے کسی اور شے سے حاصل کی ہوئی نہیں جیسا اللہ علیم کہ اللہ تعالیٰ کا علم اپنا ذاتی ہے از خود ہے کسی سے مستفاد نہیں اور اتصاف غیر ذاتی یہ ہے کہ یہ وصف گو اس میں حقیقۃً ثابت و متحقق ہے مجازی طور پر کسی کی وصف کو ادھر منسوب نہیں کیا گیا لیکن یہ وصف اس کی ذاتی اور از خود نہیں بلکہ کسی سے مستفاد و مستعار ہے جیسا زید علیم کہ اس میں وصف علم کے ساتھ گو زید حقیقت متصف ہے اور علم اس میں ثابت ہو متحقق ہے لیکن یہ اپنی ذاتی اور از خود نہیں ہے بلکہ کسی سے مانگی ہوئی اور اس کو حقیقی عطائی بھی کہہ دیتے ہیں۔ حقیقی اس لیے کہ یہ وصف اس میں حقیقۃً موجود ہے اور عطائی اس وجہ سے کہ یہ غیر کی عطا ہے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ حقیقی کا معنی ذاتی اور از خود لینا یا حقیقی عطائی کو مستقل و ذاتی سمجھنا یا اس کو موہم شرک خیال کرنا درست نہیں ورنہ انسان وغیرہ پر بصیر، علم، رؤف، رحیم، حکیم، سمیع وغیرہ کا اطلاق درست نہیں رہے گا حالانکہ یہ شرعاً جائز ہے کیونکہ بصیر علیم وغیرہ کا غیر اللہ پر اطلاق و حکم محض اس وجہ سے ہے کہ ان میں یہ اوصاف ثابت ہیں اور حقیقۃً متحقق لیکن ذاتی اور از خود نہیں بلکہ بعطا الٰہی ہیں اور یہ اطلاق محض اشتراک اسمی کے طور پر ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ بھی موجود ہے اور حقیقۃً موجود ہے اور ہم بھی حقیقۃً موجود ہیں۔ لیکن ہر دو اطلاق میں فرق ہے اللہ تعالیٰ اپنے حقیقی اور ذاتی وجود کے ساتھ موجود اور غیر اللہ عطائی وجود اور مستعار اور ظلی وجود کے ساتھ موجود۔

اسی طرح لفظ عطا سے یہ سمجھ لینا کہ عطا کے بعد عطا کنندہ کے پاس وہ چیز نہیں رہتی اور جس کو عطا ہوئی ہے وہ اس وصف کا مستقل مالک ہوتا ہے اب اگر علم وغیرہ بطور عطا مان لیں تو غیر اللہ کا ان اوصاف میں مستقل ہونا لازم آتا ہے جو کہ محض شرک ہے۔ قطعاً غلط ہے اور غیر صحیح۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کا مطلب یہ ہے کہ وہ اوصاف ان میں پیدا کر دیتا ہے نہ کہ ان سے عطا کنندہ اپنے کو خالی کر دیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ایسے متعدد الفاظ وارد ہیں جو کہ عطا کا معنی ادا کرتے ہیں اوران کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے مثلاً ھذا عطاء نا عطاء غیر مجذور۔ یھب لمن یشاء وغیرہ خیال معنی فرمایئے کہ اگر عطا کا معنی یہ ہو کہ معطی کے پاس عطا کے بعد یہ وصف نہیں رہتی تو معاذ اللہ کیا اللہ تعالیٰ کی ذات عطا کے بعد اس معنی اور وصف سے خالی ہوگئی۔ کیا صفات الٰہیہ کا انفکاک جائز ہے؟ ہرگز نہیں۔ ثابت ہوا کہ عطا کا ملطب یہ ہوا کہ یہ وصف ان میں پیدا کر دی ان کی حاجت پوری کر دی۔ اسی طرح یہ کہنا کہ عطا کے بعد دوسرے میں استقلال پیدا ہو جاتا ہے اور دوسرے میں استقلال یہ شرک ہے بھی غلط ہے کیونکہ استقلال کا معنی اگر یہ ہو کہ مستقل وہ ہوتا ہے کہ جو کہ ذاتی طور پر از خود مستقل غیر مستفاد من الغیر ہو تو واقعی یہ استقلال مستلزم معنی شرک ہے مگر مخلوقات ممکنہ کو اس معنی کر مستقل تصور کرنا خلاف واقع ہے کیونکہ اعراض کے مقابل جملہ جواہرات اور ماہیات غیر عریضہ کو مستقل کہا جاتا ہے مگر شرک نہیں اور اگر استقلال کا معنی یہ نہیں بلکہ استقلال اضافی اور نسبۃ۔ تو وہ شرک کو ہرگز مستلزم نہیں۔

اسناد مجازی اور مجاز عقلی

الفاظ کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے۔ ایک حقیقی کہ لفظ کو اپنے وضعی اور حقیقی معنی میں استعمال کیا جائے جیسا اسد۔ جب اس کو شیر حقیقی میں استعمال کیا جائے تو یہ حقیقت ہے اور اگر اس کو حقیقی معنی میں استعمال نہ کیا جائے جیسا کہ اسد کو بہادر نوجوان میں استعمال کیا جائے تو یہ مجاز ہے۔ ان پر ہر دو استعمالوں کو حقیقت لغوی اور مجاز لغوی کہتے ہیں۔

اسی طرح اسناد بھی دوطرح پر مستعمل ہے۔ ایک حقیقی جس وقت فعل کو اپنے فاعل حقیقی اور جس سے وہ صادر ہو اسی کی طرف منسوب کیا جائے جیسے قام زید وزید قائم دونوں میں قیام جس سے وہ صادر ہوا ہے اس کی طرف منسوب ہے اس کو حقیقت عقلی کہتے ہیں اور دوسرا مجازی کہ فعل کو اپنے فاعل حقیقی کے علاوہ کسی مناسبت کی وجہ سے کسی اور کی طرف منسوب کر دیا جائے جیسا النهر جار وصام النهار ان میں جریان کی پہلی مثال میں نہر کی طرف منسوب کیا گیا ہے حالانکہ یہ پانی کی وصف ہے اور صوم کو دوسری مثال میں نہار کی طرف منسوب کیا گیا ہے حالانکہ وہ شخص روزیدار کی وصف ہے اس کو مجاز عقلی کہتے ہیں۔

مجاز عقلی

محاورات اور استعمالات میں گو اسناد حقیقی ہی اصل ہے لیکن اکثر و بیشتر اسناد و مجازی عقلی کا استعمال ہوتا ہے مثلاً واذاتیت علیهم ایاتنا زادتهم ایماناً زاد الله فی تصدیقهم. اخرجت الارض اشقالها. ای اخرجت دفائنها بامر الله تعالی. یاهامان ابن لی صرحاً ای العملة بیناء المکان فاخرجهما مماکانا ای وسوس الیهما لنهاره صائم ای هوفی نهاره اس سب میں فعل اپنے فاعل حقیقی اور جس سے وہ صادر ہوا اسکی طرف منسوب نہیں ہوا بلکہ غیر کی طرف لہٰذا یہ اسناد بطور مجاز عقلی ہے مگر اصل چونکہ اسناد بطریق حقیقت ہی ہونی چاہئے پھر اگر بطور مجاز استعمال کریں گے تو لازم ہے کہ غیر حقیقی اور مجازی معنی لینے کے لیے کلام میں کوئی علامت یا حال و مقالی قرینہ سیاق وسباق کا انداز ہونا چاہئے جس سے صاف صاف ثابت ہو کہ متکلم نے اپنے اس کلام میں مجازی معنی مراد رکھا ہے اور فاعل حقیقی اور فاعل مجازی کی اصل فعل میں کسی نوعیت کی ملابسب ومشابہت ہونی لازمی ہے۔ مثال اول میں زادت کا فاعل حقیقی اللہ ہے اور فاعل مجازی آیات ہیں اور ملابست یوں کہ زادت کا حقیقۃ فاعل اللہ ہے اور آیات اس کے ساتھ قائم ہیں کہ اسکی وصف ہیں اور فاعل مجازی آیات ہیں اور یہ زیادتی کا سبب اور ذریعہ ہیں۔ دوسری مثال میں فاعل حقیقی اللہ ہے

اور مجازی زمین ہے۔ اخراج اللہ کا حقیقی فعل ہے اور اس کے ساتھ قائم ہے۔ اور زمین فاعل مجازی جو کہ اخراج کے لیے ظرف ہے اور جیسے جری النہر جری کا فاعل حقیقی پانی ہے اور فاعل مجازی نہر ہے اور مشابہت یوں کہ پانی فعل کا فاعل اور نہر فعل کے لیے ظرف ہے اور قرینہ مجازی اسناد پر یوں سمجھے کہ مومن یوں کہے انبت الربیع البقل ربیع نے انگوری اگادی شفی الطبیب المریض طبیب نے مریض کو شفادی اشاب الصغیر ازمان زمانہ نے بچے کو بوڑھا کردیا۔ ان مثالوں میں قائل چونکہ مومن ہے لہٰذا سب مثالوں میں اسناد مجازی ہے کیونکہ ایمان دار اللہ کے سوا کسی کو شافی اور اگانے والا اور بوڑھا کرنے والا نہیں سمجھتا۔

اسی طرح یہ خیال بھی باطل ہوا کہ عطا میں استقلال آجاتا ہے تو گویا اللہ نے عطا کے بعد اس کو مستقل قوۃ کا مالک بنا دیا ہے کہ اب اس میں اللہ کی قوت کا کوئی دخل نہیں۔ وہ اپنی عطا شدہ مستقل قوت کے ساتھ سب کاموں کو سرانجام دیتے ہیں۔ اب اللہ کی قوت و قدرت کا اس میں کوئی دخل نہیں اور یہ شرک جلی ہے۔ کیونکہ اوّل تو تفویضی قوۃ کہ اللہ تعالی کی قوت کو اس میں کچھ دخل نہ رہے یہ مشرکین ہندو وغیرہ کا اعتقاد ہے کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں۔ مسلمانوں کا یہ اعتقاد بتانا بہتان عظیم ہے جیسا کہ پہلے اسکی تفصیل گزر چکی ہے۔ دوم اس کے یہ نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔ کل یوم ھو فی شان. قل من یکلؤکم باللیل والنھار وغیرہ آیات سے صریح طور پر اسکا ہر وقت میں اور ہر لحہ میں فعال اور کرنے والا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ سوم اس وجہ سے کہ بندہ کے جملہ افعال میں کسب گو بندے کا ہے لیکن خلق تو اللہ کا فعل ہے۔ بندہ کا ہر فعل اسکا مخلوق ہے قرآن میں صاف فرمایا خلقکم وماتعملون۔ تو جب ہر فعل کا خالق وہی ہوا تو یہ کیسے ہوا کہ اس کی قوت کا بصورت استقلال دخل ہی نہیں۔ چہارم اس طور پر کہ بندہ مرتبہ ذات میں محض عدم ہے۔ نہ اس کا وجود ضروری نہ عدم تو اس کا اور اس کی قوت کے مستقل ہونے کا کیا مطلب؟

غیر اللہ کے توسل اور واسطہ کی نوعیت

ناظرین حضرات! مذکورۃ الصدر چند ضروری اور معیاری امور کے جان لینے کے بعد غالباً یہ معلوم کرلینا آسان ہوجائے گا کہ بعض مشکلات کے ازالہ میں بزرگان دین کا واسطہ اور توسل کیسے جائز ہوا؟ اور یہ واسطہ کیا ہے۔ مثلاً زید کہتا ہے کہ اے اللہ اپنے پیارے محبوب کے واسطہ سے مجھے اولاد عطا فرما۔ یہاں زید نے اللہ سے مانگا ہے لیکن واسطہ درمیان ذکر کر دیا ہے کہ بواسطہ اپنے پیارے محبوب ﷺ کے عطا فرما۔ یہ صورت جائز ہے اور عقلی طور پر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں۔ تفصیل اور توضیح ملاحظہ ہو کہ زید کے اس کلام میں محبوب ﷺ واسطہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ذو واسطہ ہے اور التجاء اعطاءِ اولاد ہے اور واسطہ فی الثبوت قسم اوّل ہے اور اس میں چونکہ واسطہ اور ذو واسطہ ہر دو حقیقۃً متصف ہوتے ہیں۔ یہاں پر یونہی ہے کہ عطاء میں دونوں شریک ہیں اور حقیقۃً متصف ہیں نہ مجازاً۔ ہاں عطاء کی حقیقت دونوں میں الگ الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطاء کہ اس نے پیدا کیا اور حضور علیہ السلام کی اعطا کہ آپ نے کسب کیا دعا مانگی۔ سفارش کی۔ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ حقیقی فعل ہے اور کسب دعا حضور علیہ السلام کا حقیقی فعل ہے اور اس میں کچھ حرج بھی نہیں کیونکہ وصف مشترکہ میں نوعی اختلاف ہو جاتا ہے مثلاً موجود اللہ اور مخلوق دونوں پر صادق آتا ہے مگر اللہ تعالیٰ میں وجود قدیم مبدأ اثار مؤثر وغیرہ ہونے کی حیثیت سے ہے اور مخلوق میں حادث ظلی طور پر صادق آتا ہے۔ ایسے ہی سمیع وبصیر، رؤف و رحیم کریم وغیرہ اللہ اور مخلوق ہر دو پر حقیقۃً بولے جاتے ہیں۔ مگر نوعیت صدق میں دونوں مختلف ہیں۔ دینوی اور اخروی نعمتیں دونوں میں اشتراک اسمی ہے گو حقیقۃً الگ الگ ہے۔

یونہی کسی بزرگ کا واسطہ سمجھا جاسکتا ہے کہ اللہ سے سوال ہے اور وہ ذو واسطہ ہے بزرگ واسطہ ہے اور قضا حاجت سوال والتجا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ایسے امور کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنے کو جائز رکھا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ ومانقموا الاان

اغناھم اللّٰہ ورسولہ۔ سیرتینا اللّٰہ من فضلہٖ و رسولہ۔ واذتقول للذی الخ انعم اللّٰہ علیہ و نعمت علیہ۔ لاھب لِک غلاماً زکیاً یحل لھم الطیبات۔ یُحرّم علیھم الخبائث۔ الایۃ کہ ان جیسی آیات کریمہ میں اغناء، الیتان انعام ہبتہ۔تحریم وتحلیل وغیرہ کو غیر کی طرف بوجہ بیان کسب پھونک وغیرہ جو کہ غیر کے ساتھ حقیقۃً قائم ہے کے منسوب کیا ہے اور اللہ کی طرف بمعنی خلق کے منسوب ہے اور حقیقۃً ثابت ہے علی ہذا القیاس۔ دفع مصیبت فتح شکست، عالم کے انتظامات وغیر امور تکوینہ میں یہی طریق مجاز عقلی کو جاری کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح احکام شرعیہ فرض، واجب حلال وحرام وغیرہ میں یہی مجاز عقلی کا طریقہ مستعمل ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کی شان میں فرمایا۔ یحل لھم الطیبت و یحرم علیھم الخبائِث و یز کیھم تطھرھم یضیع عنھم وغیرہ ان آیات میں محلل محرم مزکی مطہر وغیرہ آپ کو بتایا گیا ہے اور حقیقۃ اللہ تعالی کا ہی یہ فعل ہے تو اس کی صورت صحت کا طریقہ یہی مجاز ہے کہ تحلیل تحریم تزکیہ اللہ کی طرف سے ہو اگر حضور علیہ السلام کے واسطہ سے یعنی حضور علیہ السلام واسطہ ہیں جن کے ساتھ تحلیل وغیرہ بصورت کسب و دعا حقیقۃً قائم ہے اور اللہ تعالی ذوواسطہ جس کے ساتھ تحلیل وغیرہ بحثیت تشریح وتکوین حقیقت قائم ہے اور تطہیر مکلّف کے لیے ثابت ہوئی گویا بندہ نے زبان حال سے یہ کہا کہ اے اللہ تو ہم کو اپنے حبیبؐ علیہ السلام کے واسطہ سے پاک کردے یا اس کو حلال کردے یا مختصر یوں کہو کہ اللہ تعالی محلل ہے اور یہ وصف محللّیت بوجہ خالق اور شازع ہونے کے اس میں حقیقۃ موجود ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے واسطہ سے تحلیل ہوئی اور یہ وصف تحلیل آپ کے ساتھ بوجہ بیان کرنے کے حقیقۃً قائم ہے گویا مکلف پر بوجہ اس کی اطاعت یا سرکشی کے اللہ تعالی نے اپنے محبوب ﷺ کے واسطہ سے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام کردیا ہے۔

زکوٰۃ کو اللہ تعالی نے حضور علیہ السلام کے واسطہ سے اپنے مالدار بندوں پر فرض قرار دیا ہے۔ گویا مکلّف پر مال کا شکریہ بصورت زکوٰۃ حضور علیہ السلام کے واسطہ سے اللہ تعالی نے ضروری اور فرض قرار دیا ہے۔ حضور علیہ السلام واسطہ ہیں اور زکوٰۃ کو فرض قرار دینا آپ

کے ساتھ بوجہ مبین و مظہر ہونے کے حقیقۃً قائم ہے اور اللہ تعالی کے بوجہ شارع اور خالق ونعم ہونے حقیقۃً قائم ہے وعلی ہذ القیاس۔

یہ تفصیل اس تقدیر پر ہے جس وقت امور تکوینیہ میں سے کسی امر کو غیر اللہ کے واسطہ سے طلب کیا جائے اور اگر کسی چیز کو غیر کے واسطے سے طلب نہ کیا جائے یا غیر اللہ کی دعا و کسب کا اس میں دخل ہی نہ ہو جیسے زمین کو آسمان کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اس میں کسی کی دعا وکسب کو دخل نہیں تو اس وقت مذکورہ الصدر واسطہ کا تحقق کیسے ہوگا سو اسکی صورت یہ ہے کہ اللہ نے ان کو پیدا کیا اور وصف خلق اس میں حقیقۃً متحقق ہے اور حضور علیہ السلام کی ذات کے صدقہ اور اس کے سبب سے پیدا کیا اور وصف خلق آپ کے ساتھ بھی حقیقۃً قائم ہے گو یہاں خلق بمعنی تقدیر ہوگا جیسا کہ فتبارک الله...... احسن الخالقین و اخلق لکم سے یہ معنی مفہوم ہو رہا ہے اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اکثر و بیشتر یہی ہے کہ آپ واسطہ فی الثبوت قسم اول ہیں لیکن بعض جگہ واسطہ فی الثبوت قسم ثانی سفیر محض بھی ہیں اور یہ ان مقامات میں جہاں کسب و دعا کی کیفیت سے واسطہ متصور نہیں ہو سکتا کہ آپ کا کسب و دعا کرنا معلوم نہیں تو اس وقت اللہ تعالی اور مخلوق میں آپ واسطہ فی الثبوت سفیر محض ہوں گے۔

تحقیق و تعلیق عبد اللہ المفتی علی اللمعات ج ۱ ص ۱۴۰ میں ہے ان قلب الشیخ باب مفتوح الی عالم الغیب و هو واسطة و سفیر محض بین المرید و بین الحق سبحانه فیصل امداد فیضه علی قلب المرید بواسطة. ترجمہ ”پیر و مرشد کا دل اس دروازہ کی طرح ہے جو کہ عالم الغیب کے دربار کی طرف کھلا ہوا ہو اور مرشد حق سبحانہ اور مرید کے درمیان واسطہ اور سفیر محض ہوتا ہے۔“ جس کیوجہ سے مرید کے دل پر فیضان ہوتا رہتا ہے۔ اور لمعات ص ۱۴۰ تا ص ۱۴۱ پر ہے۔

ان قلب الشیخ بمثابة باب مفتوح الی عالم الغیب وهو واسطة و سفیر محض بین المرید و بین الحق سبحانه و تعالی فیصل امداد فیضه علی قلب المرید بواسطة. ترجمہ ”شیخ کا دل بمنزلہ ایسے دروازہ کے ہوتا ہے جو کہ عالم غیب کی

طرف کھلا ہو اور وہ شیخ مرید اور حق سبحانہ کے مابین واسطہ اور سفیر محض ہوتا ہے۔

ثابت ہوا کہ حصول مراد میں شیخ کبھی مرید اور اللہ سبحانہ کے مابین واسطہ بصورت سفیر محض ہوتا ہے کہ شیخ کا وجود حصول فیض کا ذریعہ اور واسطہ ہوتا ہے۔ بدوں اس کے کہ شیخ نے مرید کے لیے کوئی کسب و دعا کی ہو۔ تو جہاں کہیں ایسی چیزیں ہوں کہ ان کے لیے آپ نہ دعا وغیرہ نہیں کی تو وہاں آپ کی ذات مقدسہ اور آپ کا وجود مبارک حصول فیوض و برکات میں واسطہ بشکل سفیر محض ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے **لولاک لما خلقت الدنیا**. ترجمہ ''اگر آپ نے ہوتے تو دنیا نہ ہوتی۔'' اما ابو حنفیہ رضی اللہ عنہ اپنے قصیدہ نعتیہ میں فرماتے ہیں۔ **انت الذی لولاک ماخلق امرءُ. کلاّ ولا خلق الوری لولاک.** ترجمہ ''آپ وہ ہیں کہ آپ کی ذات نہ ہوتی کوئی شخص بلکہ کائنات عالم نہ پیدا ہوتی۔ دیکھئے ارضی و سماوی کائنات کے وجود کے لیے حضور علیہ السلام کے وجود نوری کو واسطہ و ذریعہ بنایا گیا بدوں اس کے کہ حضور علیہ السلام نے کسب و دعا وغیرہ کچھ کیا ہو بہر صورت احکام تکوینیہ ہوں یا تشریعیہ سب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واسطہ فی الثبوت ہیں۔ بعض میں واسطہ فی الثبوت بصورت قسم اول اور بعض میں واسطہ فی الثبوت بشکل سفیر محض و قسم ثانی۔

اسی طرح اولیاء کرام کہ جن کی ولایت عوام و خواص میں مسلم کتاب و سنت سے مستفاد اسوہ حسنہ کی مجسمہ امور تکوینیہ۔ قضا حاجات۔ مشکلات و مصائب وغیرہ کے ازالہ اور دفیعہ میں واسطہ فی الثبوت کی قسم اول اور قسم دوم ہر دو متصور ہو سکتے ہیں شرعی نقطہ نظر سے اس میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی عقلی طور پر اس پر کوئی اشکال لازم آتا ہے کیونکہ ان ہر دو واسطوں میں حقیقت میں سوال تو اللہ تعالیٰ سے ہی ہے اور وہ ہر چیز کا مالک ہے غیر کا تو صرف واسطہ ہے اور اس کا ذریعہ اور سفارش اور بس۔ اور یہی وجہ ہے کہ کتاب و سنت میں اور خواص کے کلام میں اس کا ذکر کھل کر اور واضح طور پر آتا ہے اگر کوئی نزاع ہو سکتا ہے تو یہ کہ اس توسل اور واسطہ کی نوعیت کیا ہے اور یہ واسطہ کہاں اعتبار کیا جا سکتا ہے اور کن امور میں اس کو اختیار کیا جا سکتا ہے مگر اس تفصیل و تشریح کے بعد بفضلہ تعالیٰ کسی قسم کا اشکال لازم نہیں آتا۔

وسائط اور اسباب کی طرف اسناد

ناظرین کرام! اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب کائنات کو پیدا فرمایا اور پھر اس کے لیے مختلف اسباب و وسائل پیدا فرمائے ہیں مثلاً دیکھنے کے لیے آنکھ بولنے کے لیے زبان، سننے کے لیے کان، ازالہ مرض کے لیے ادویات بقانسل کے لیے ازدواجی تعلقات، فتح ونصرت کے عزم صمیم و آلات حرب وروشنی کے لیے ستارے ازالہ بھوک کے لیے استعمال غذا، حصول جنت کے لیے خاتمہ بالخیر ورحمت الٰہی پانی عبور کرنے کے لیے کشتی، دفع ماندگی کے لیے نیند، اخروی مکمل نجات کے لیے حصول رضا الٰہی بامراد ہونے کے لیے ادب واحترام، دشمن پر فتحیابی کے لیے منظم اتحاد وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور ان امور کو جن کو علام کائنات میں قدرت نے اسباب کے ساتھ مربوط کیا ہے۔ تکوینی امور ماتحت الاسباب کہتے ہیں۔ ان امور میں انبیاء کرام و اولیاء عظام کا واسطہ مذکورہ یعنی وسطہ فی الثبوت قسم اول متحقق وثابت ہے یعنی یوں کہ بجائے اللہ تعالیٰ کا نام لینے کے یہ کہنا جائز ہے کہ آپ مجھے کامیاب کردیں کھلا دیں پلادیں میری حاجت پوری فرمادیں۔ مجھے پار اتار دیں۔ مجھے نجات دلائیں اور اس واسطہ میں عوام وخواص سب داخل ہیں اور سب دائرہ اسباب میں رہتے ہوئے اپنی عطائی قوتوں سے کام لے سکتے ہیں اور یہ جائز اور صحیح ہے کیونکہ چیزیں اور امور تکوینیہ دائرہ اسباب سے متعلق ہیں تو جب نسبت غیر اللہ کی طرف ان میں ہوگئی تو عموماً ہر خاص و عام یہی تصور کرے گا کہ غیر اللہ کی طرف نسبت مجازی طور پر بوجہ سبب ہونے کے ہے نہ حقیقی اور یہی وجہ ہے کہ یہ طریقہ عوام و خاص میں معمول ومستعمل ہے اور کسی نے اس میں نزاع نہیں کیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تحفہ اثناعشریہ میں فرماتے ہیں۔ حضرت امیر و ذریت طاہرہ اور تمام امت برمثال پیراں و مرشداں مے پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند و فاتحہ و درود و صدقات ونذر بنام ایشاں رائج ومعمول گردیدہ۔ چنانچہ جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است تحفہ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۴۳ء آخر صفحہ ۳۹۶ اول ص ۳۹۷ ترجمہ ”حضرت امیر علی المرتضی اور آپ کی اولاد پاک کو تمام امت

پیروں اور مرشدوں کی طرف اطاعت کرتی ہے اور امور تکوینیہ ماتحت الاسباب ہوں یا مافوق الاسباب میں تصرف ان سے متعلق کہتے ہیں اور فاتحہ درود صدقات نذر ونیاز ان کے نام سے رائج اور معمول ہے ہوگیا ہے چنانچہ تمام اولیاء کرام کا یہی معاملہ ہے۔ اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ کو مکرر پڑھئے۔ جواہر خمسہ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ میں فرمایا۔

ناد علیا مظهر العجائب تجده عونالک فی النوائب کل هم وغم سینجلی

بولا تیک یا علی یا علی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکار جو کہ مظہر عجائبات ہے تمام مشکلات میں اس کو مدد کنندہ پائے گا تمام پریشانی اور دکھ تمہاری ولایت کے صدقہ میں دور ہوجائے گا یا علی یا علی۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاب تفسیر عزیزی میں اکابر اولیاء کا حال بعد انتقال لکھتے ہیں۔ دارباب حجات و مطالب حل مشکلات خود ازاں ہامی طلبند وے یا بند۔ ترجمہ اور حاجت مند لوگ اپنی مشکلات کا ان سے ازالہ چاہتے ہیں اور اس میں وہ کامیاب بھی ہوجاتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرہ الموتی میں ارواح اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے متعلق لکھتے ہیں ارواح ایشاں از زمین و آسماں و بہشت ہر جا کہ خواہند میروند و دوستاں و معتقداں را در دنیا آخرت مددگاری میفرمانید و دشمنان را ہلاک می سازند۔ ترجمہ اولیاء کرام کی روحیں زمین و آسماں جنت جہاں چاہیں چلی جاتی ہیں اور اپنے دوستوں کی دنیاو آخرت میں مدد فرماتی ہیں اور ان کے دشمنوں کو تباہ کرتی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ اطیب النغم اور اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ بنظر نمی آید مرا مگر آنحضرت ﷺ کہ جائے دست اندوہگین است در ہر شدے...... پناہ گرفتن بندگان و گریزلاں ایشاں در وقت خوف ایشاں روز قیامت...... نافع تریں ایشاں مردماں را نزدیک ہجوم حوادث زماں...... بہترین خلق خداوالے بہترین عطا کنندہ والے بہترین کسی کہ امیدواداشتہ شود برائے ازالہ مصیبتے...... تو پناہ دہندہ از ہجوم کردن مصیبتے۔ ترجمہ ''مجھ کو بجز حضور علیہ السلام اور کوئی چیز نظر نہیں آتی کیونکہ ہر شدت و مصیبت زدہ کی

آپ جائے پناہ ہیں ــــ قیامت میں ہر مصیبت زدہ اور پریشانی کی آپ کی ذات سہارا ہے۔ زمانہ کے حوادث کے وقت سب سے زیادہ مفید ــــ بہترین خلق خدا اور بہترین بخشش کنندہ اور بہترین امیدگاہ ہر غمزدہ کے لیے ــــ وقتی مشکلات سے پناہ دہندہ۔

شرح عقائد میں ہے۔ **فیظهر الكرامة علىٰ طريق نقض العادة للولى من قطع المسافة البعيد فى المدة القليلة مع بعد المسافة والمشى على الماء الطيران فى الهواء وكلام الجماد والعجماء وغيرذالک من الاشياء.** ترجمہ ''پس ولی کے لیے خرق عادت کے طور پر کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں جیسے ایک لمبی مسافت کو تھوڑی سی مدت میں طے کرلینا اور پانی پر چلنا ہوا میں اڑنا اور پتھروں اور حیوانات سے کلام کرنا وغیرہ۔''

ان حوالجات میں خط کشیدہ عبارات سے اور اوراق گذشتہ کے مطالعہ سے جو کہ ایسے ہی مضمون سے متعلق گذر چکے ہیں امور تکوینیہ کی تعیین قضا حاجات حل مشکلات ومصائب اور پناہ گاہ سہارا مفید ترین طریق عموم سفلی علوم کائنات میں سیروسیاحت میں امداد اور ہلاک میں دنیا وآخرت میں صحت ومرض میں ازالہ حوادث کے لیے ندا غائبانہ عطا وغیرہ بھی ہوگئی اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ اس سلسلہ میں ماتحت الاسباب کی قید زاید ہے اور ایجاد بندہ لہذا درست نہیں کیونکہ تصرفات بالا میں یہ بھی آ گیا ہے۔ پانی پر چلنا ہوا میں اڑنا غائبانہ ندا اور مدت قلیل میں لمبی چوڑی مسافت کا طے کرنا اور جمادات حیوانات سے کلام کرنا اور ایک آن میں ایک انتہائی قلیل چیز کا لے آنا۔ بلا موسم پھل اور معمولی چیز سے ہزاروں کی کفایت وغیرہ اور یہ ایسی چیزیں ہیں جوکہ مافوق و الاسباب ہیں اور امور تکوینیہ تو ثابت ہوا کہ امور تکوینیہ ماتحت الاسباب کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اوران میں غیر اللہ کا واسطہ مذکورہ کا ثبوت بھی مستند حضرات سے ہوگیا اور صحت مریض ایسے ہی مروجہ فاتحہ شریف درود شریف اور صدقات وندر ونیاز جمہور اسلام اورامت کی اکثریت کا معمول اور اتفاقی مسئلہ بھی۔

اسی طرح حدیث میں ہے۔ یا عباد اللہ اعینونی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پاؤں پھسلنے کے وقت کہا وامحمداہ اے محمد ﷺ میری مدد کیجیو۔ (غائبانہ حالت میں کہا)

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر کہا واعمراہ۔ حدیث میں ہے ایک نابینا کو آپ نے دعا سکھلائی جس نے آنکھوں میں بینائی کا سوال کیا تھا اس میں انی توجهت بلک الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی الخ اس میں قضا حاجت حضور علیہ السلام کو واسطہ بنایا گیا۔

شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی تکمیل الایمان ص ۴۲ پر لکھتے ہیں کہ مشائخ صوفیہ قدس سرہم العزیز میگویند کہ تصرف اولیاء اللہ در عالم برزخ دائم است واستمداد ازاں ارواح مقدسہ شان ثابت وموثر۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں ص ۴۶ اور بعض جن کی استعداد زیادہ ہوتی ہے وہ ارواح سے مستفید ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سرہندی کی کتاب مبدء و معاد میں ص ۲ پر ہے کہ حضرت غوث الاعظم محی الدین شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روح کی مدد سے مجھ کو تمام مقامات قرب سے گذار کر اصل الاصول تک پہنچا دیا۔ بحوالہ تقویت الایمان۔

معجزات بھی امور خارجہ اور از قبیلہ مافوق الاسباب ہیں ان میں بھی واسطہ کا تحقق ہوسکتا ہے۔ سو اس میں ذرا سی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

معجزہ کی تعریف

معجزہ یہ ہے کہ اس انسان کے ہاتھ پر جو مدعی النبوۃ ہو اسکی تصدیق کے لیے کسی ایسے امر کو جو کہ عادات الٰہیہ کے خلاف ہو ظاہر کر دیا جائے۔ دوسرا انسان چونکہ ایسا کرنے سے عاجز ہوتا ہے لہٰذا اس کو معجزہ کہتے ہیں۔

باعتبار تحقق معجزہ کی دو قسم

ایک معجزہ وہ ہوتا ہے جس کا محسوسات میں اظہار کیا جائے اور یہ کہ علم والے اور جاہل لوگوں کو دکھلایا جاتا ہے کیونکہ ان کا ادراک و فہم محسوسات تک بند ہوتا ہے لہٰذا ان کو

محسوسات ہی میں کسی امر خارق للعادۃ کو دکھایا جاتا ہے تا کہ یہ ان کے اطمینان کا پیش خیمہ ہو کر واسطہ ایمان ہو سکے۔

اور دوسرا معجزہ وہ ہوتا ہے کہ جو کہ معقولات میں ظاہر کیا جاتا ہے اور یہ عقلا اور اصحاب فراست کے لیے ہوتا ہے کیونکہ ان کا ادراک محسوسات سے متجاوز ہو کر حقائق و معارف میں بھی راسخ ہوتا ہے۔ لہٰذا انکو معقولات میں کوئی امر خارق دکھلا کر ان کے تحقق ایمان کے لیے سامان مہیا کیا جاتا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ نبی علیہ السلام کی عوام و خواص ہر دو کی طرف بعثت ہوتی ہے لہٰذا اس کو محسوسات و معقولات کے حقائق و معارف کے انتہائی مراتب پر فائز المرام کیا جاتا ہے۔

کیا معجزہ مقدور اور اختیاری ہوتا ہے؟

اس میں اختلاف ہے کہ معجزہ میں نبی علیہ السلام کا اختیار ہوتا ہے یا نہیں اور کیا اسمیں سبب کا لحاظ ہوتا ہے؟ نبراس ص ۸۰ پر ہے۔ والمعجزہ امر خارق للعادہ قصد بہ اظہار صدق من ادعیٰ نہ رسول اللہ ای اراد الحق سبحانہ بہ ذالک او اراد صاحب المعجزہ والاول اظہر۔ یعنی وہ امر خارق اسکو اللہ ظاہر کرتا ہے یا نبی پہلی بات زیادہ ظاہر ہے اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ نبی کے ارادے سے بھی ظاہر ہو سکتا ہے۔

مافی الاسلام مولفہ مولانا اصغر علی روحی پروفیسر اسلامیات لاہور۔ امر خارق للعادۃ کہ اس میں ان قوانین عادیہ جو کہ بنا بر تجربہ و مشاہدہ حاصل ہوتے ہیں میں سے کسی سبب کا اعتبار نہیں کیا جاتا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ درحقیقت اور واقع میں معجزہ میں کوئی سبب نہیں ہوتا۔

''یہ امر مسلم ہے کہ کسی واقعہ کا ظہور بلا سبب نہیں ہوتا۔ اور یہ قاعدہ کالوحی من السماء ہے۔''

''بلکہ امر خارق للعادۃ کی حقیقی علت مشیت الٰہی ہے جس سے ایسے اسباب خفیہ عمل کرنے لگتے ہیں۔ جن کو ہم عادی اسباب میں نہیں لا سکتے۔ ص ۳۳۲ و ۳۳۶ ج ا

''......اور بحکم خداوند کریم معجزہ نبی کے مقدورات میں ہے اور منصب نبوت کو لازم مگر نفس دعوت نبوۃ کو اظہار معجزہ لازم نہیں اسی وجہ سے کبھی دکھلایا گیا اور کبھی روک لیا گیا۔ اسی طرح شرح مواقف ص۲۶۶ پر ہے ان **کرامات الاولیاء قد تقع باختیارھم وطلبھم ھذا ھو الصحیح** (شرح مسلم برحاشیہ مسلم ص۳۲۲ ج۴ فتح الباری ص۲۹۱ ج۷ عمدۃ القاری ص۳۱ ج۱۶)

تکمیل الایمان ترجمہ تمام امور کائنات اسباب پر موقوف رکھے ہیں اسی کو عادت کہتے ہیں اور کبھی وہ اس عادت کو توڑ دیتا ہے اور کسی ظاہری سبب کے بغیر (نہ باطنی) ہی ایک چیز کو پیدا کرتا ہے اور یہ اللہ کا فعل ہے نہ رسول کا اور غیر اختیاری ہے۔

مافی الاسلام میں ہے درحقیقت توحید کا اعلیٰ کمال یہ ہے کہ جس قدر سلسلہ ہائے اسباب عالم کائنات میں نظر آتے ہیں نبی اللہ کی نظر سے اٹھ جاتے اور یہی عارف کامل کی انتہا ہے۔

فتوح الغیب میں مقالہ ص۴۰ پر ہے۔ **ویرد علیک التکوین فتکون کلیتک قدرۃً.** (بحوالہ نور ربانی ص۹)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ ترجمہ ''جب ولی اللہ مضائق بشریت سے خارج ہوکر میدان قدرت الٰہی میں فائز ہوتا ہے تو اس کو یہ مرتبہ کرامت عطا ہوتا ہے کہ اشیاء کو بغیر اسباب عادی کے اس کے ہاتھ پر ظاہر کرتے ہیں جیسا کہ سب مومنین جنت میں اسی اقتدار پر ہوں گے اور اولیاء اللہ کاملین کہ عادات و رسوم سے گذر کر فانی ہوجاتے ہیں تو عالم دنیا میں بھی قبل از دخول جنت مظہر تجلی اسم قدیر کے ہوجاتے ہیں۔

حدیث نوافل مشہور ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نفلی عبادت کرتے کرتے بندہ میرے اتنا قریب ہوجاتا ہے کہ اب اس کا سننا میرے کان دیکھنا میری آنکھ پکڑنا میرے ہاتھ چلنا میرے پاؤں اور سمجھنا میرے دل سے ہوتا ہے۔

ان مندرجات سے کیا ثابت ہوا۔ معجزات میں اسباب کا اعتبار ایک اختلافی امر

ہے۔ (۲) توحید کامل میں سلسلہ اسباب کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور تصرف بلا اسباب ہوتا ہے۔ (۳) اولیاء کاملین بلا اسباب تصرف کرتے ہیں۔ (۴) ولی کامل پر وصف تکوین یعنی کسی چیز کا عدم سے وجود میں لے آنا نہ کہ کلمہ کن کہنا رد کر دی جاتی ہے یعنی وہ بلا اسباب تصرف کرتا ہے۔ (۵) معجزات اور کرامات میں اسباب ظاہرہ گونہیں ہوتے مگر اسباب خفیہ ضرور ہوتے ہیں۔ (۶) نفلی عبادات سے وہ قرب حاصل ہوتا ہے جس سے ولی کامل کے وجود و اعضا سے امور خارقہ للعادہ ظاہر ہوتے ہیں۔ (۷) توحید کامل سے یہ کمال پیدا ہوتا ہے کہ تصرفات بلا اسباب کا ظہور ہونے لگتا ہے۔

نتیجہ کیا ہوا؟

ان حوالجات مذکورہ کی روشنی میں کہا جائے گا کہ اگر معجزات و کرامات میں اسباب ظاہرہ معتبر نہیں ہوتے تو پھر واسطہ فی الثبوت سفیر محض ہوگا اور اگر اسباب خفیہ کا اعتبار کیا جائے تو واسطہ فی الثبوت قسم اوّل ہوگا اور اس اعتبار پر بحث کا سوال ہی نہیں پیدا ہوگا۔

معجزہ باعتبار طلب دو قسم پر ہے

معجزہ کی دو قسم میں ایک اقتراحیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام سے اظہار معجزہ کا مطالبہ کیا جائے اور دوسرا غیر اقتراحیہ اور وہ یہ ہے کہ بغیر مطالبہ اس کا اظہار کر دیا جائے مثلاً شق قمر کا معجزہ مطالبہ پر دکھلا دیا گیا۔ آسمان کی طرف چڑھنے اور سونے کے مکانات اور نہریں وغیرہ کا مطالبہ نہیں مانا گیا۔ شب معراج وغیرہ معجزات صرف بلا مطالبہ ہیں۔

ان حوالجات سے ثابت ہوا کہ معجزہ کے مقدور ہونے اور اس میں اسباب کے ہونے میں اختلاف ہے مگر یہ معمولی اختلاف ہے اور نزاع لفظی ہوسکتا ہے جنہوں نے اسباب کی نفی کی ہے ان کی مراد اسباب ظاہر ہوں اور جنہوں نے اسباب کو مانا ہے ان کی مراد اسباب خفیہ ہوں جو کہ تجربہ اور مشاہدہ کے دائرہ سے خارج ہوں۔

امور تشریعیہ میں واسطہ کی نوعیت

امور تشریعیہ یہ ہیں کہ کسی چیز کو فرض یا واجب یا سنت یا مستحب یا مباح کر دینا۔ اللہ تبارک وتعالی نے اپنے بندوں پر کسی چیز کو فرض کسی کو واجب وغیرہ قرار دے کر ان کے انفاذ و اجراء کے لیے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنا نائب وخلیفہ مقرر فرمایا اور ان کی اطاعت اپنی اطاعت کی طرح فرض قرار دی اور احکام شرعیہ کی تعمیل بنا بر مصلحت اور اسباب وعلل ہے اور اس کو انبیاء علیہم السلام بفضلہٖ تعالی خوب سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے خداوند کریم نے انکو شرعی احکام میں کسی طرح کی ترمیم وتنسیخ اور کمی وبیشی کرنیکی اجازت مرحمت فرمائی ہے اور عقلی طور پر بھی یہ اجازت دائرہ جواز میں مفہوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جب یہ اس کے نبی و رسول ہیں اور ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور ان کا ہر شرعی اقدام بصورت وحی ہے تو اس جواز میں شک و شبہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اس اجازت کی متعدد مقامات پر تصریح موجود ہے جیسا کہ قدرے اس کا تذکرہ قبل اس کے ہو چکا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں آپ کو مزکی، معلم، حکیم، رؤف، رحیم، سمیع، بصیر، ہادی، منعم، معطی، محرم، محلل واضح مصلی، داعی، مخبر، بشیر، نذیر، منیر وغیرہ سے یاد کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ مثلاً مزکی درحقیقت تو اللہ ہی کی وصف ہے۔ حضور علیہ السلام تو محض سبب ہیں اسی طرح باقی امور کو قیاس کر لیا جائے۔

اسی طرح حدیث پاک میں اگر آپ کے متعلق یہ ذکر آیا ہے کہ فلاں چیز کو حرام اور فلاں کو حلال اور فلاں کی اجازت اور فلاں کی ممانعت کی ہے تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ حقیقۃً حلال وحرام وغیرہ اللہ ہی کا کام ہے آپ کی طرف ایسی نسبت محض سبب اور ذریعہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

خلاصہ یہ کہ احکام تشریعیہ میں یہی واسہ فی الثبوت قسم اول ہے۔ حضور علیہ السلام واسطہ ہیں اور اللہ تعالی ذو واسطہ اللہ تعالی کی یہ وصف حقیقی اور ذاتی ہے اور حضور علیہ السلام کی حقیقی یعنی آپ اس وصف کے ساتھ حقیقۃً متصف ہیں۔ یہ معنی نہیں کہ آپ اس کے موجد ہیں

اور عطائی کہ اللہ تعالی کی عطا شدہ ہے۔ سنیئے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ خصائص کبری میں ایک باب باندھتے ہیں۔ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بانہ یحض من شاء بماشاء من الاحکام. آپ جس کو چاہیں کسی حکم کے ساتھ مخصوص فرمادیں۔

(۱) علامہ شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ مدارج شریف میں لکھتے ہیں کہ احکام مفوض بود بوے صلی اللہ علیہ وسلم برقول صحیح۔

(۲) دراں روز ظاہر گردد کہ حکم حکم اوو روز روز او بحکم رب العالمین ہرچہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود دہر۔

(۱) ترجمہ ''صحیح قول یہی ہے کہ شرعی احکام میں آپ مختار تھے۔''

(۲) ''قیامت میں ثابت ہوگا کہ اللہ کے حکم سے حکم آپ ہی کا ہوگا۔ آپ اللہ کے حکم سے جو چاہیں جس کو چاہیں دیں۔''

حدیث میں سَل ایک سائل کو آپ نے فرمایا تھا جس سے متعلق شیخ عبدالحق محدث فرماتے ہیں از اطلاق سوال کہ فرمود سَل معلوم میشود۔ میشود کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست ہرچہ خواہد ہر کرا جواہد باذن پروردگار خود دہد علی العمول ارشاد فرمانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ سب آپ کے ہاتھ میں ہے جو چاہیں جس کو چاہیں دیں۔

علامہ علی القاری رحمہ اللہ علیہ اس کے متعلق فرماتے ہیں یوخذ من اطلاقه صلی الله علیه وسلم ان الله مکنه من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق: ترجمہ ''حضور علیہ السلام کے مطلقاً بیان کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالی نے آپ کو آپ جو چاہیں اس کے دینے کا اختیار دیا ہے۔

اسی طرح حضور علیہ السلام نے اپنے دو صحابیوں کو ششماہ بکری کے بچہ کی قربانی دینے کی اجازت فرمادی۔ (بخاری و مسلم)

ایک صحابیہ کو خاوند کے فوت ہونے پر بجائے چار ماہ دس دن کے صرف تین دن کا سوگ کر لینے کے بعد نکاح کی اجازت دے دی۔ (طبقات ابن سعد رضی اللہ تعالی عنہ)

ایک صحابی رمضان میں روزہ توڑ کر حضور علیہ السلام کی پناہ لیتے ہیں اور بجائے کفارہ ادا کرنے کے دربار بیکس پناہ سے خرمے لے جاتے ہیں۔ (صحاح ستہ)

سونے کا ہر زیور مرد کے لیے حرام ہے مگر حضور علیہ السلام نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنا دی۔ (مسند امام احمد)

ریشم مرد پر حرام ہے مگر حضور علیہ السلام نے دو شخصوں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ریشم پہننے کی اجازت دے دی.......... ایک شخص اس شرط پر اسلام قبول کرتے ہیں کہ وہ دو نماز سے زیادہ نہ پڑھیں گے۔ حضور اسکو منظور فرما کر انہیں مسلمان بناتے ہیں۔ (مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ)

قرآن مجید میں ہے ترجی الیہ من تشاء و تودی الیک من تشاء جس کو چاہیں اپنی صحبت و رفاقت سے پیچھے کر دیں اور جس کو چاہیں اپنی پناہ میں رکھیں۔

یہ چند مثالیں احکام تشریعیہ سے ہیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تخصیص فرمائی ہے۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام احکام شرعیہ میں جیسا چاہیں تصرف کر سکتے ہیں۔ اور آپ چونکہ واسطہ ہیں لہٰذا احکام حقیقۃً اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں لہٰذا کوئی حرج نہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مختار ہونا

حضور علیہ السلام کو احکام شرعیہ میں اللہ تعالیٰ نے مختار بنایا ہے کہ ترمیم اور تخصیص اور کمی و بیشی کی اپنے فضل و کرم سے اجازت فرمائی ہے جیسا کہ اوپر ابھی ذکر کیا گیا ہے مگر اس سے حضور علیہ السلام کو مستقل خیال کرنا یا اس اجازت کو قوت تفویضی تصور کرنا کہ خداوند کریم کی قوۃ کو اس میں دخل تک نہ ہو۔ یہ سب غلط فہمی ہے اور غیر صحیح وجوہ حسب ذیل ہیں:

(۱) انسان و جن ہر دو نوع شرعاً مکلّف ہیں اور مختار کہ اپنے ارادہ سے جو چاہیں کریں اور نہ ہی اذن جدید کی ضرورت ہے یہ اختیار کیوں استقلال کو نہیں چاہتا؟

(۲) یہ اختیار اضطرار کے مقابلہ میں ہے یعنی انسان فاعل مختار ہے نہ فاعل بالاضطرار جیسے کہ مجبور ہو کر کام کیا جائے۔

(۳) مختار کا معنی یہ ہے کہ اس کو کسی طرف سے اختیار دیا گیا ہے اپنا استقلال اس میں نہیں ہے تو استقلال کیسا؟

(۴) احکام شرعیہ میں بحیثیت تبدیلی و تنسیخ کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے تو استقلال ذاتی ختم۔

(۵) معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیار دیا گیا کہ آپ احکام میں جو تبدیلی کریں گے وہ ہمیں منظور ہے پس استقلال ناپید۔

(۶) احکام شرعیہ میں تبدیلی کا اختیار جیسا کہ اوپر مذکور ہوا مخصوص ہے نہ مطلقاً حتی کہ وصف الوہیت بھی مراد لے لی جائے۔

(۷) اختیار سے قوت تفویضی مراد لینا درست نہیں جب کہ کاسب فعل گو بندہ ہے مگر فاعل اور خالق تو اللہ ہے تو جب قوۃ تخلیقی ہر فعل میں اللہ تعالیٰ کی ہے تو قوت تفویضی میں قوت الٰہیہ کے بے دخل ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ نیز بندہ ممکن ہے مرتبہ ذات میں معدوم ہے یہ مستقل ہو ہی نہیں سکتا تو قدرت الٰہیہ کی بے دخلی چہ معنی؟

(۸) اختیار مختار ہونے کا یہ مطلب کہ مختار کو جدید اذن کی ضرورت نہیں اور مختار اپنی عطائی قوت مستقلہ مفوضہ سے ہی کام کرتا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ اول اس وجہ سے کہ قوت تفویضی کا غلط ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ رہی اذن جدید کی ضرورت کہ ہر فعل میں ضروری ہے سو یہ بھی غلط اور غیر صحیح ہے کیونکہ آخر ہم بھی مختار ہیں مگر ہم ہر فعل میں اذن جدید کے محتاج نہیں ہیں کہ پہلے اذن لیں اور پھر کریں اور پھر جب خالق ہر فعل میں اللہ ہے تو اس صورت میں قوت الٰہیہ کا بے دخل ہونا بے معنی بات ہے نیز حضور علیہ السلام کے بعض افعال پر اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا مثلاً لم اذنت

لھم (آپ نے کیوں اذن دیا) لم تحرم ما احل اللہ لک (آپ اللہ کی حلال کردہ چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں) ثابت ہوا کہ آپ نے بلا اذن یہ کام کیا تھا جس پر انکار کیا گیا اور اگر ہر فعل میں اذن جدید لازمی ہوتا تو آپ پھر کیوں کرتے ثابت ہوا کہ ہر فعل میں اذن جدید کی ضرورت نہیں ہم آخر میں حضور پر نور ﷺ کے مختار ہونے کا ایک اور حوالہ درج کرنے کے بعد اس بحث کو ختم کرتے ہیں علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ علیہ کا کلام ذکر فرماتے ہیں:

وقال! بعد نقل احادیث و آثار معالغة فحصل من مجموع هذا الکلام النقول والاحادیث ان النبی صلی الله علیه وسلم حی بجسدہٖ و روحه و اه یتصرف و یسیرحیث شاء فی اقطار الارض وفی المکوت و هو بهیئته التیکان علیها قبل وفاته لم یتبدل منه شی وانه مغیب عن الابصار کما غیبت الملائکة مع کونهم احیاء باجسادهم فاذا ارادالله تعالی دفع الحجاب عمن اراد کرامۃً برویته راه علی هیئته التی هو علیه الصلوة والسلام علیها لامانع من ذالک ولاداعی الی التخصیص برویة المثال و ذهب رحمه الله تعالی الی نحوهذا فی سائر الانبیاء علیهم السّلام فقال انهم احیاء ردت الیهم ارواحهم بعد ماقبضوا واذن لهم فی الخروج من قبودهم و التصرف فی الملکوت السفلی العلوی.

(روح المعانی ص۳۶۔۳۷ ج۲۲)

ترجمہ: ”حضور علیہ السلام کی حیاۃ وتصرف سے متعلق مجموعہ احادیث سے بقدر مشترک یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے جسم اور روح سے حقیقۃً بقید حیات ہیں اور نہ صرف یہ کہ وہ اطراف عالم میں بلکہ عالم ملکوت و بالا میں بھی سیر وسیاحت کرتے ہیں اور تصرف فرماتے ہیں اور آپ بعینہٖ اسی شکل و ہیئت پر ہیں جس پر دنیا میں تھے کچھ فرق نہیں صرف فرشتوں کی طرح آنکھوں سے غائب ہیں۔ جب کسی شخص پر اللہ تعالیٰ خصوصی عنایت

فرمانا چاہتے ہیں تو وہ آپ کو اصلی شکل وہیئت پر دیکھنے کی سعادت حاصل کر لیتا ہے اور یہ کہنا بے معنی ہے کہ آپ کا اصلی وجود نہیں بلکہ مثالی اور منامی وجود نظر آتا ہے کیونکہ اصلی اور حقیقی وجود دیکھنے میں کوئی امر مانع اور حجاب نہیں اور یہی کیفیت باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہے کہ ان کی روحوں کو بدنوں میں واپس لوٹا دیا گیا ہے اور وہ اصلی اور حقیقی وجود سے زمین و آسمان میں ہر مناسب تصرف کرتے ہیں۔"

ملاحظہ فرمایئے کس قدر واضح بیان ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زمین و آسمان میں اللہ تبارک وتعالی کی توفیق سے سیر وسیاحت اور ضروری تصرف فرماتے ہیں۔

بہرصورت یہ مذکورہ الصدر جملہ تصرفات مجازی اور عطائی قوت سے سرانجام پاتے ہیں اور چونکہ مجازی معنی لینے کے لیے ضروری ہے کہ وہاں کوئی قرینہ اور خارجی امر ایسا ہو جو کہ بتائے کہ عبارات میں حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ مجازی ہے لہٰذا قرینہ کے وجود پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

مجاز میں قرینہ

کلام کا استعمال اصلی تو یہی ہے کہ اس کو حقیقی معنی میں استعمال کیا جائے لیکن کبھی ضرورت کیوجہ سے کلام مجازی معنی میں مستعمل ہوتا ہے اس وقت لازمی ہے کہ وہاں کوئی امر ایسا ہو جو یہ بتائے کہ متکلم نے مجازی معنی مراد لیا ہے۔ اس امر کا نام قرینہ ہے اور یہ قرینہ کبھی لفظی ہوتا ہے جیسا کہ کہا جائے۔ **رایت اسدً فی الحمام** شیر کو میں نے حمام میں دیکھا۔ فی الحمام کا لفظ بتاتا ہے کہ شیر سے مراد جنگلی شیر نہیں کیونکہ وہ حکام میں نہیں آتا بلکہ رجل شجاع مراد ہے اور یہ قرینہ کبھی معنوی ہوتا ہے جیسا کلام میں جو مسند واقع ہوا ہے اس کا قیام مسند الیہ کے ساتھ ناممکن ہو۔ جیسا کہا جائے **محبتک جاءت بی الیک** تیری محبت مجھے تیری طرف لائی ہے یہاں جاءت مسند ہے اور محبۃ مسند الیہ ہے اور ظاہر ہے کہ محبت کا قیام محبت کے ساتھ غیر متصور ہے معلوم ہوا کہ معنی مجازی مراد ہے یعنی اللہ تعالی تیری محبت کی

وجہ سے تیری طرف لے آیا اور کبھی یہ قیام عادی طور پر محال ہوتا ہے مثلاً ہزم الامیر الجنہ امیر نے لشکر کو شکست دے دی ظاہر ہے کہ عادۃً امیر لشکر کو شکست نہیں دیتا بلکہ لشکر شکست دیتا ہے مگر امیر کے حکم سے۔ لہٰذا مجازی طور پر امیر کی طرف شکست دنیا منسوب کر دیا گیا اور کبھی قرینہ یہ ہوتا ہے کہ یہ کلام ایک کامل موحد یعنی اللہ کو واجب الوجود اور مستحق عبادت سمجھنے والا کہہ رہا ہے اور نسبت حکم اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف کر رہا ہے لہٰذا یہ مجاز ہے۔ جیسے اشاب الصغیر وافنی الکبیر۔ کرا الغدرۃ ومر العشی۔ زمانہ کے لیل ونہار نے بچے کو بوڑھا اور بوڑھے کو فناہ وتباہ کر دیا۔ یہاں اشاب اور افنی کو کرالعذاۃ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسناد حقیقی ہے لیکن اس شعر کا ایک موحد کامل اور صادق الایمان انسان قائل ہے تو ثابت ہوا کہ یہ اسناد مجازی ہے کیونکہ مومن کامل سے کیسے ہوسکتا ہے کہ حقیقی فاعل کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف فعل کی اسناد کردے اسی طرح اور قرائن بھی قائم کیے جاسکتے ہیں جن سے ثابت ہوجاتا ہے کہ یہ اسناد ونسبتہ مجازی ہے نہ حقیقی۔

لہٰذا جس قدر واسطہ وسیلہ وغیرہ میں عبارات اور حوالجات درج کیے جاچکے ہیں ان میں اگر یہ ثابت ہوجائے اور ثابت یقیناً ہے کہ ان کا قائل مومن کامل صادق الایمان کتاب کا حامل سنت کا عالم ہے تو بلاشبہ یہ سب اسنادیں اور نسبتیں مجازی ہوں گی نہ کہ حقیق اور یہی ثابت کیا گیا ہے کہ عبارات کے قائل وذمہ دار قطعی طور پر کامل ایماندار مخلص متشرع ہیں لہٰذا ان میں کوئی شرک نہیں۔ اگر کوئی ناسمجھ جاہل اس کے خلاف کرے تو اسکی اصلاح ضروری ہے نہ کہ ایک جائز چیز کو ناجائز قرار دیا جائے۔

متنازعہ فیہا عبارتیں اور توسل وواسطہ کی ابتدا کب سے ہے

ناظرین حضرات! یہ متذکرۃ الصدر مسائل توسل وسیلہ اور واسطہ وغیرہ جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے اور ضرورت کا دخل ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسائل قرون اولیٰ سے کسی نہ کسی صورت میں چلے آرہے ہیں اور بعد کے امور مستحسنہ وہ بھی کسی نوعی مناسبت اور جنسی

اشتراک سے مسائل مذکورہ میں داخل ہیں اور نہ ہی ان کے کرنے سے کتاب وسنت کی کوئی مخالفت آتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان مسائل کو اختراعیہ اور ایجاد بندہ کہہ کر بریلوی علماء رحمۃ اللہ علیہ کو ہی بدنام اور مطعون کیا جارہا ہے اور ہر وجہ سے ان کو ہی مورد طعن بنایا جاتا ہے۔ کیا جو کچھ علماء بریلی کو کہا جارہا ہے اس کا براہِ راست علماء متقدمین تا قرون اولیٰ تک اثر نہیں پڑے گا ضرور پڑے گا اور پھر غضب یہ ہے کہ یہ اعتراض کرنے والے جمہور اسلام کے مقابلہ میں شرذمہ قلیلہ کی حیثیت رکھنے کے باوجود اپنے کردار کا قطعاً مطالعہ نہیں کرتے اور اپنے گریبان میں اپنی تاریخ نہیں دہراتے تاکہ ان کو اپنی حیات مستعار کے خط و خال نظر آئیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔

معترضین اپنے کو کیوں چھپاتے ہیں؟

ناظرین باتمکین! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ مشہور ہے کہ انسان کو جب اپنی زندگی قابل اعتراض ہو اور اس کا نقشہ حیات قابل تعریف نہ ہو اخلاقی کیفیت گھناؤنی ہو حرص و ہوا کا مجسمہ ہو قومی مفاد کو ٹھکرانا اور ذاتی مفاد کو اپنانا ہو تو پھر وہ اپنے عیوب ونقائص کو پوشیدہ کرنے اور رکھنے کے لیے دوسروں کو ہر طرح سے مطعون کرنا شروع کر دیتا ہے اور دوسروں کی ہر اچھی بات کو بھی نظر انداز کرتا ہوا چلا جاتا ہے۔ یہاں بادی النظر میں یہی حال معلوم ہوتا ہے کہ معترضین اور نزاع و جھگڑا ڈالنے والوں کا اندرونی خانہ قابل تعریف نہیں۔ اعمال کی فہرست انتہائی طور پر محل اعتراض ہے مفاد پرستی ہٹ دھرمی، ضد وعناد کا بے پناہ تصور مرکوز دماغ سے ہچو ما دیگرے نیست کے ترانے گائے جارہے ہیں جن کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔ صرف اتنا کہہ دینا مناسب ہے کہ اس کتابچہ میں نجدی عقاید و دیگر مضامین کا آپ بار بار مطالعہ فرمائیں اور سوچیں اور غور کریں تو یہ حقیقت شمس وامس کی طرح واضح ہوجائے گی کہ اہلسنّت والجماعت پر اعتراض کرنے والے بزرگ اپنے صفحہ قرطاس قلب پر کن کن اعمال کی فہرست رکھتے ہیں۔

عبارات ندائیہ کی صحت

ناظرین کرام! واسطہ اور توسل سے متعلق ایک اور سوال بھی کیا جاتا ہے کہ وہ عبارات جو کہ توسل اور واسطہ اور عموماً ندا و استعانت کی صورت پر مشتمل ہیں ان کی سرے سے صحت ہی مشکوک ہے تو ان کے ذریعہ استغاثہ اور استعانت کے جواز کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لہٰذا ہم اپنی ایک تحریر بشکل عربی معہ ترجمہ جو کہ ازروئے علم صرف نحو منطق معانی وغیرہ ان عبارات کی مکمل صحت اور نتیجہ خیز ہونے پر مشتمل ہے پیش کرتے ہیں اور علمی ذوق رکھنے والے حضرات سے پوری توقع رکھتے ہیں کہ وہ پورے غور سے پڑھنے کی تکلیف گوارا کرتے ہوئے ہمیں شکریہ کا موقع دیں گے۔

ہم نے اس تحریر کو ایک کتابچہ کی شکل دے کر اس کا نام النداء بحرف الیاء رکھا تھا جو کہ بعینہٖ حسب ذیل ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

الحمد للّٰہِ وکفی والصّلوٰۃ والسّلام علی رسولہ المجتبیٰ والہ التقی و صحبہ الھدیٰ. اما بعد فیقول العبد الملتجی الیٰ رَبِّہِ القویٰ محمد مہر الدین رزقہ اللّٰہ بلطفہ الخفی والجلی اِنَّ نداء اولیاء اللہ تعالی مثلاً یا شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جیلانی شیئًا للّٰہ ویامعین الدین اجمیری امداد کن امداد کن وغیرہ من ا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

الحمد للّٰہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ المجتبیٰ والہ التقی وصحبہ الھدیٰ۔ اما بعد پس کہتا ہے بندہ اپنے خدا تعالی سے پناہ لینے والا محمد مہر الدین اللہ کریم اس کو ظاہری و باطنی مہربانیوں سے مالا مال کرے کہ تحقیق اولیاء کرام کو دور و نزدیک سے پکارنا مثلاً یا شیخ عبد القادر جیلانی......شیئاً للّٰہ و یا معین الدین اجمیری امداد کن امداد کن کلمات ندائیہ قضا حاجات اور دفع بلیات یا زیادہ

لکلمات الندائیة لقضاء الحاجات و دفع البلّیات او الاستغراق فی حبه اوظناً بان اللہ تعالیٰ یبّلغهم ندائنا اویسمعهم اذاشاء اونبیاء السلام علیهم حسِختلاف نیات القائلین علی انهم مظاهر الامور التکونیة و مناشی الاحکام التکلیفة جائز شرعاً لامانع منها اصلاً ولامناقشته فی صحة هذه العبارات صرفا ولانحواً ولا بیاناً قطعاً مثلاً یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للّٰه فانها عبارة صحیحة متعارفة بین الناس فههنا امورالاول فی بیان وجوه صحة هذه العبارة فاقول وباللہ التوفیق. انها صحیحة اماّ صرفاً فضرروةً وبَداهةً واما نحواً فیوجوه الاول ان یا حوف النداء نائب مناب ادعو تستعمل علی وجه النداء والدعاء وغیرهما لاعلی وجه العبادة وشیخ منادی مبن علی مایرفع به واقع موقع الکاف عبد القادر منصوبٌ علیٰ انهٗ بدل من الشیخ بدل الکل عن الکل والمعنی ادعوک لاطلب

محبت کی وجہ سے یا اس خیال سے کہ اللہ تعالی ہماری پکاران کو پہنچا دیتا ہے یا جب چاہے ان کو سنا دیتا ہے یا ان پر سلام کہنے کی غرض سے جیسا کہ کہنے والے اور پکارنے والے مختلف نیتوں کے آدمی ہوتے ہیں جو کہ ان کو محض امور تکوینیہ اور احکام تکلیفیہ الٰہیہ کے مظہر سمجھتے ہیں شرعی طور پر جائز ہے قطعاً کوئی مانع نہیں اور نہ ہی اس قسم کی عبارات وکلمات کی صحت میں کوئی مناقشہ ہے بلکہ یہ علم صرف، نحو، بیان سے صحیح ہیں مثلاً یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاًللہ کو ہی لے لو یہ نہایت صحیح اور درست عبارت ہے شب و روز لوگ اس کو پڑھتے ہیں پس یہاں پر چند امور ہیں۔ اول اس عبارت کی صحت کے دلائل میں پس میں بتوفیق الٰہی عرض کرتا ہوں کہ یہ عبارت علم صرف کے لحاظ سے ضروری و بدیہی طور پر صحیح و درست ہے قطعاً محتاج دلیل نہیں اور علم نحو کی رو سے بھی صحیح ہے دلائل حسب ذیل ہیں۔ (۱) بلاشبہ حرف یا ندا کے لیے ہے۔ ادعو کے قائم مقام ہو کر ندا اور دعا وغیرہ معنی میں استعمال کیا جاتا ہے نہ کہ

منک شیئاً ارضاً لِلّٰہِ و تحصیلا للثواب.

معنی قربت وعبادت میں اور شیخ منادی جو کہ علامت رفع پر مبنی ہے۔

اور کاف خطاب کی جگہ پر واقع ہے۔عبدالقادر جیلانی شیخ مبدل منہ سے بدل الکل عن الکل ہے اور اس تقدیر پر معنی یہ ہوا کہ میں آپ کو اس لیے پکارتا ہوں تاکہ آپ خدا تعالی کو راضی کرنے کے لیے اللہ تعالی کی برتری ظاہر کرنے کے لیے مجھ کو کچھ عطا فرمائیں۔(خلاصہ یہ کہ خدا کے نام پر کچھ دیں اور یہ بلاشبہ جائز ہے۔

الثانی یا حرف النداء نائب مناب ادعوشیخ منادی مبنی علی مایرفع به عبدالقادر منصوب علی انه تابع المنادی المضاف وجیلانی صفتهٔ وشیئاً مفعول بفعل محذوفٍ بقرینة النداء لله متعلق بمقدرای اکراما او ارضاءً و تحصیلا کمامر والمعنی ادعوکَ لاطلب منک. شیئاً اکراماً الله ای بحقه و منه تعالی عَلَیک و بفضله تعالی لدیک کما فی الکافیة والمضافة (ای التوابع) تنصب وفیه ایضاً والبدل والمعطوف غیر ما ذکر حکمه حکم المنادی المستقل مطلقا و قرہٗ الجامی قدس سره و فی شرحه ص ۱۰۷ ویویدهٗ ماوردفے النصوص القرانیة وَالآثار

(۲) دوم یا حرف ندا ہے جو کہ قائم مقام ادعو ہے شیخ منادی جو کہ علامت رفع پر مبنی ہے عبد القادر منادی مضاف کے تابع ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور جیلانی اس کی صفت ہے اور شیئاً للہ بقرینۂ ندا فعل محذوف کا مفعول یہ ہے۔ للہ عامل مقدر کے ساتھ متعلق ہے یعنی اکراما یا ارضا یا تحصیلا جیسا کہ اوپر گزرا اور معنی اس تقدیر پر یہ ہوا کہ میں آپ کو پکارتا ہوں کہ آپ سے میں اس فضل وکرم کے صدقے کوئی چیز طلب کروں جو کہ آپ پر خداوند کریم نے فرمایا ہے اور اس تشریح عبارت کی تصدیق کافیہ کی اس عبارت سے بخوبی واضح ہے۔ المضافۃ (ای التوابع) تنصب یعنی تابع منادی مضاف منصوب ہوتے ہیں اور بدل و معطوف غیر مذکور علی

الصحیحة قال سبحانهٗ تعالیٰ واتقوا الله الذی تساء لون به قال فی الجلالین تحت هذه الایة المذکورة ای تساء لون به فیها بینکم حیث یقول بعضکم لبعض اسئلک بالله نشدک باالله وفی جامع البیان ص۶۷ علی حاشیة الجلالین تحت الکریمة المذکورة ای یتساء لون فیما بنیکم حوائجکم کما تقولون اسئلک بالله وا وعدعلی انکارہٖ فی الحدیث حیث قال النبی صلی الله علیه وسلم من استعاذ بالله فاعیذوه ومن سئل بالله فاعطوه (ابوداؤد) وایضا قال علیه السلام اخبرکم بشرالناس مترلاقیل نعم قال یسئل بالله ولایعطی له. (ترمذی) والثالث ان یا حرف النداء قائم مقام ادعو شیخ منادی مرفوع علی انه مقصود بالنداء وعبدالقادر مرفوع علی انه تابع بطریق عطف البیان وتقدیر العبارة یا ایها الشیخ اویا هٰذا

الاطلاق مستقل منادی کے حکم میں ہیں اور شارح جامی نے اس کو ثابت رکھا ہے اور اس کی تائید قرآن مجید کی صریح آیتوں اور آثار صحیحہ سے بھی ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ اس کی تفسیر جلالین میں یوں ہے تساء لون بہ فیما بینکم الخ یعنی مطلب یہ ہے کہ اس خدا سے ڈرو جس کی قسم دے کر اور نام لیکر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور یوں کہتے ہو۔ اسئلک باللہ وانشدک باللہ (خلاصہ یہ ہوا کہ یا شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ میں اللہ کا نام لیکر اور اسی کے نام کے واسطے سے سوال کیا گیا ہے لہٰذا قرآن مجید کی تصریح سے جائز ہے) تفسیر جامع البیان صفحہ ۶۷ جو کہ جلالین پر ہے میں آیت مذکورہ کے نیچے یوں تفسیر کی ہے۔ ای تیساء لون فیما بینکم حوائجکم یعنی مطلب یہ ہے کہ اس خدا سے ڈرو جس کا نام لیکر ایک دوسرے سے حاجت روائی کرتے ہو جیسے کہتے ہوا سائلک باللہ اور حدیث شریف میں اس طریق سوال کو جائز رکھا گیا ہے

الشیخ عبد القادر جیلانی اطلب منک شیئاً اکراماً للّٰہ والمعنی ادعوک لاطلب منک شیئاً الخ.

بلکہ اس پر سائل کو کچھ نہ دینے پر وعید وتنبیہہ فرمائی گئی ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو خدا کا نام لیکر تم سے پناہ چاہے اس کو پناہ دو اور جو اس کا نام لیکر کچھ مانگے اس کو کچھ ضرور دو (ابوداؤد) اور یہ بھی حدیث میں وارد ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو سب سے برے شخص کی خبر نہ دوں عرض کیا گیا ضرور فرمایا وہ شخص ہے جس سے اللہ کا نام لے کر کچھ مانگا گیا اور کچھ نہ دیا۔

(۳) بلاشبہ یا حرف ندا ہے جو کہ قائم مقام ادعو ہو کر مستعمل ہے۔ شیخ منادی جو کہ مقصود ندا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے عبد القادر تابع عطف بیان ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہوئی۔ یا ایہا الشیخ یا یاھذا الشیخ عبد القادر جیلانی اطلب منک شیئاً اکراماً للہ اور معنی یہ ہوا کہ میں آپ کو پکارتا ہوں تا کہ آپ اللہ کریم کو راضی رکھنے کے لیے اور اس کی برتری کا اعتراف کرتے ہوئے مجھ کو کچھ عطا فرما دیں۔

قال فی شرح الکافیہ الجامی و التزموار رفع الرجل مثلاً لانہ المقصود بالنداء و توابعہ لانھاتوابع معربِ. والرابع انہٗ یمکن ان یقال ان الشیخ منادی مستغاث بتقدیر اللام وعبدالقادر مجرور علی انہٗ تابع المعرب والمعنی ادعوک للاغاثۃ.

شارح جامی نے فرمایا ہے کہ مثلاً ایھا الرجل میں رجل کو مقصود ندا ہونے کی وجہ سے نحویوں نے مرفوع ہونا لازمی قرار دیا ہے اسی طرح اس کے توابع کیونکہ وہ معرب کے توابع ہیں۔ (خلاصہ یہ کہ آپ کے نام پر کچھ دیں) (۴) یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے شیخ بتقدیر لام منادی

اَمّا بیاناً وھوان نسبة الفعل اعطاءً کان اوغیرہ الیٰ غیر اللہ تعالی شیخا کان او غیرہ ھل یجوزام لافنقول انه جائزۃٌ اَمّا اولاً فبناءً علیٰ انهٗ مجاز عقلی (صغری) ای بطریقة النسبة الی غیر ماھولہٗ والمجازا العقلی جائز

(کبری) اما الکبری فلما وردبه الآیات الصریحة والاثار القریحة و مصرحٌ فی کتب الفن قال اللہ سبحانه تعالی وَان خفتم شقاق بینهما ای شقاق ای زاد اللہ تعالی فی تصدیقهم اذا تلی القرآن علیهم ویوماً یجعل الوالدان شیئاً ای یبلغون منه وقت الشیخوخته اخرجت الارض اثقالها ای اخرجت

مستغاث ہے عبد القادر معرب کا تابع ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اور معنی یہ ہوا کہ میں آپ کو پکارتا ہوں کہ آپ خدا کو راضی رکھنے کے لیے میری فریاد رسی فرما دیں (خلاصہ یہ ہوا کہ خدا کے نام پر میری فریاد رسی فرمادیں) اور علم بیان کے لحاظ سے اس طرح پر کہ فعل عطا ہو یا کوئی اور کی نسبت غیر اللہ کی طرف شیخ ہو یا غیر آیا جائز ہے یا ناجائز ہم کہتے ہیں کہ جائز ہے اول اس لیے کہ نسبت الفعل الی غیر ماھولہ مجاز عقلی ہے (اصغری) اور مجاز عقلی جائز ہے (کبری) کبری کی دلیل یہ ہے۔ آیات قرآنیہ و احادیث میں یہ نسبت بکثرت موجود ہے مثلاً وان خفتم شقاق بینهما ای شقاق الزوجین الواقع بینهما (یہاں پر شقاق کو بین کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے) اذا تلیت علیهم آیات زادتهم ایمانا ای زاد اللہ فی تصدیقهم اذا تلی القرآن علیهم (یہاں پر زیارت کو آیات کی طرف منسوب کیا گیا ہے) ویوماً یجعل الولدان شیبا ای یبلغون منه وقت

وفائنها با مرالله تعالی یا هامان ابن لی
صَرحًا ای مُرِالعملة بنیاء المکان
فماربحت تجارتهم ای
مادبحرافی تجارتهم ولاهبَ لکِ
غلاماًز کیا ای انفخ فی حبیبک فقلد
باذن الله تعالی و هکذا
انبت الربیع البقلی واحی الارض
شباب الزمان و لیصّم نهارک بنی
الامیر المدینة ونهاوہ صائم کذافی
مختصر المعانی والمطول و دلائل
الاعجاز والمفتاح وهدیة المهدی
الذی صنفه فی تشریح عقائد اهل
الحدیث غیر المقلدین و حیدالزمان
المترجم للصحاح الستة من
الاحادیث وغیرها وَاما الصغریٰ فبانَ
مُصدرا کافعال التکوینیه وان
کان ذاته (تعالی لانه خالق) کل شیٌ و
مکون کل امرلکن اولیاء ہ اصفیائہُ
تعالی لما کانو مطاهر الامور
التکوینیة و منا قد اللاحکام
التکلیفیة اُسند التکوین الیهم مجازاً

الشیخو خۃ (یہاں پر تجعل کو یوم کی طرف منسوب کیا گیا ہے حالانکہ منسوب الیہ مراد نہیں ہے جیسا کہ تشریح سے ظاہر ہو رہا) اخرجت الارض اثقالہا ای اخرجت وفائہا بامراللہ ہے (اسی طرح یہاں پر اخراج کو زمین کی طرف منسوب کیا گیا ہے) یاہامان ابن لی صرحاً ای مرالعملۃ (یہاں پر بنا کو ہامان کی طرف منسوب کیا گیا ہے) فما ربحت تجارتہم ای ماربحوافی تجارتہم (یہاں پر ربح کو تجارت کی طرف منسوب کیا گیا ہے) لاہب لک غلاماً زکیاً ای انفخ فی حبیک فقلد باذن اللہ تعالی(یہاں پر بچہ کو حضرت جبریل کی طرف منسوب کیا گیا ہے) اور اسی طرح دوسری مثالیں انبت الربیع البقل واحیی الارض شباب الزمان ویصوم نہارک نبی الامیر المدینۃ نہارہ صائم بھی منسوب الی الغیر ہیں جیسا کہ مختصر معانی مطول دلائل الاعجاز مفتاح العلوم و ہدیۃ المہدی جس کو وحید الزمان مترجم صحاح ستہ نے غیر مقلدوں کے

قال فی تفسیر فتح العزیز ص۸۰
مانصه فی الفارسیة واکر التفات
محض بجانب حق است واورا
یکی از مظاهر عون دانسته نظربکار
خانه اسباب و حکمت الله تعالی
دران نموده بغیر استعانت ظاهری
نماید دور ازعرفان نخواهد بود.
یعنی اذا اسند الفعل الی غیر الله
تعالی باعتبانهٔ مظهرعون الله ناظراً
اِلیٰ نظام العالم و اسبابهٖ
بانه رتب علی طریق الاسباب والعلل
فلاباس وانه امر جائز فی الشرع
وھکذا فی شواھد الحق وجواھر
البحار قال الشیخ عبد القادر جیلانی
قدس سرہ فی کتابه فتوح الغیب فی
المقالة السادسة مانصه اِفن عن
الخلق بحکم الله تعالی فتبنو عنه
الاخلاق البشریة فلن یقبل باطنک
شیئاً غیر ارادةِ الله تعالی فحینئذٍ
یضاف الیک التکوین وخرق
العادات فیری ذالک مِنک فی

عقائد میں لکھا ہے وغیرہ میں موجود ہے
اور صغری کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ
افعال تکوینیہ کا خالق اللہ تعالی ہی ہے
کیونکہ وہ ہر شے کا خالق ومکون ہے لہٰذا
دراصل ہر فعل کو اسی کی طرف منسوب ہونا
چاہئے مگر اولیاء کرام چونکہ امور تکوینیہ
اور احکام تکلیفیہ کے مظہر ہوتے ہیں۔اس
بنا پر تکوین وغیرہ کی نسبت بطور مجاز ان کی
طرف کر دیتے ہیں جیسا تفسیر عزیزی
ص۸۰ پر ہے کہ اگر التفات محض اللہ تعالی
کی طرف ہو اور اس کو یعنی غیر اللہ کو
مظہرعون الٰہی سمجھ کر اس کے کارخانہ
اسباب وعلل میں نظر کرتے ہوئے غیر اللہ
سے ظاہری طور پر استعانت چاہے تو
عرفان سے دور نہیں یعنی شرعاً جائز ہے
اسی طرح شواہد الحق اور جواہر البحار میں
ہے۔ حضرت سرکار بغداد سیدنا شیخ عبد
القادر جیلانی قدس سرہٗ اپنی کتاب
فتوح الغیب مقالہ نمبر۶ میں ارشاد فرماتے
ہیں کہ مخلوق سے بحکم خدا فنا ہو جا کہ
صفات بشری تجھ میں نہ رہیں پس تیرا

ظاهر العقل وَالحکم وفیہ علی هامش بھجت الاسرار ص ۲۰۹ وھوقوله عزوجل فی بعض کتبهٗ یا ابن آدم انا الله لاالٰه الاانا اذا اقول للشی کن فیکون اطعنی اجعلک تقول للشی کن فیکون.

باطن اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے ماسوااس وقت کسی چیز کو ہرگز قبول نہ کرے گا پس اس وقت تکوین (کسی کو زندہ کرنا) اور امور خارقہ للعادۃ تیری طرف منسوب ہوں گے یعنی یہ کہا جائے گا کہ تو نے مارا ہے تو نے زندہ کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ پس اس وقت یہ ظاہراً معلوم ہوگا کہ یہ فعل تجھ سے صادر ہورہا ہے

(یعنی درحقیقت خداوند کریم سے سرزد ہوگا اور انسان صرف مظہراور جائے ظہور ہوگا) اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں یہ ارشاد فرمایا کہ اے ابن آدم میں خدا ہوں کہ میرے علاوہ اورکوئی مستحق عبادت نہیں میری قدرت یہ ہے کہ میں جب کسی چیز کو کہتا ہوں کہ ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتی ہے پس تو بھی میری کامل اطاعت کر کہ اس کے بعد تو بھی جس چیز کو کہے کہ ہو جا وہ فوراً ہو جائے گی۔

قال وحید الزمان فی هدیة المهدی ج ا ص ۱۴۰ وانما قصدهٗ بهٰذا الافعال (المنسوبات الیٰ غیر الله تعالیٰ) مجرد التعظیم والتحیة لشعار الله الصالحین المقربین من عباده فلایکون مشرکاً فیما بینه وبین الله.

مولوی وحید الزمان نے ہدیۃ المہدی ص ۱۴۰ پر لکھا ہے کہ ان افعال سے جو کہ غیر اللہ کی طرف مسلمان و مومن سے منسوب ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان سے چونکہ خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کی تعظیم وتکریم ہوتی ہے لہٰذا وہ شرعاً شرک نہیں ہیں۔

وقال المولوی رشید احمد دیوبندی فی فتاویٰ ج ۲ ص ۲۴ مجیباوانت

اور مولوی رشید احمد دیوبندی نے اپنے فتاوی ج ۲ ص ۲۴ پر ایک سوال کا جواب

تعلم ان نداغير الله تعالى من بعيد انمايكون شركا اذا اعتقد الغير سامعاً بذاته و مستقلاً بنفسه وَالافلا مثلاً اذا اعتقد فى النداء المذكوران اللِه تعالى يطلعه اوينكشف الامرعندهٗ بامره تعالى او الملائكة يُلغه باذنه تعالى كمافى الصلوٰة على النبىﷺ اوقالهٗ شوقاً واظهاراً و تحسراً او حرماناً لانهم. فى هذه المواقع وان استعملوا الكلمات الخطابية الندائية لكن مرادهم ليس الاهذا فلايكون شركا قطعاً ولا معصية والكلمات الدعائية والاشعار النعتية المنسوبة الىٰ اولياء الله تعالىٰ وغيرهم واخلة فى هذه الاقسام المذكوره و ايضا اذاكان من الامور ماكان سبَبالبعض آخر و مصاحبالهٗ اسند الفعل ومعناهٗ الى لغير اى الى سببه و مصاحبه كما مرّض الامثلة و نحوانى ارانى اعصرخمراً اى اعصر الغيب فيصير خمراً و فليدع نادِيهٗ اى اهل ناديه وهكذا

دیتے ہوئے لکھا ہے نداغیر اللہ تعالی کو کرنا دور دراز سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ کہ ان کو عام سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں ہے مثلاً یہ جانے کہ حق تعالی ان کو مطلع فرما دے گا یا باذنہ تعالی انکشاف ان کو ہو جائے گا یا باذنہ تعالی ملائکہ پہنچا دیں گے جیسا کہ درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہنا محبت میں یا عرض حال محل تحسر حرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگر چہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے اور نہ عقیدہ پس انہی اقسام سے کلمات مناجات واشعار بزرگان کرام کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک ہے نہ معصیت اور نیز جبکہ بعض امور بعض افعال کے لیے بمنزلہ سبب کے ہوتے ہیں تو فعل وشبہ فعل کو بوجہ سببیت اور مصاحبت غیر کی طرف منسوب کر دیتے ہیں جیسا کہ پہلے مثالیں گزریں اور جیسے انی ارانی اعصر خمراً ای اعصر الغیب فیصیر خمراً (یہاں پر اعصر کی نسبت خمر کی طرف بوجہ سببیت کی گئی ہے کیونکہ خمر اور عنب میں سببیت کا علاقہ رہے) فلیدع نادیہ

واجعل لی لسان صدق فی الاخرین
والسرفیه ای فی نسبة الفعل و معناهٗ
الیٰ غیرما هولَهٗ انهٗ لماکان مناط
البلاعة و معیار البراعة المعنی الواحد
فی تراکیب مختلفة فی الوضوع
والخفاء وهولا یحصل الافی المجاز
لانّ المنطوق الصریح والمدلول
المطابقی یمتنع اینکون مختلفاً فِی
وضوح الدلالة وخفائها بعد العلم
بالومغ ویستعمل المجاز فی الکتب
الدینة وغیرها لاان الله تعالی عاجز
عن ایتان اللفظ الذی یدل علی
المعنی بطریق المطابقة تعالی الله عن
ذالک علواً کبِیْراً فی شرح تلخیص
المفتاح اعنی المختصر المعانی
والایراد المذکور لایتاتی بالوضعیة
ای بالدلالة المطابقیة (الیٰ ان قال)
ویتاتی الایراد المذکور بالعقلیة من
الدلالات (ای التفمن والا التزام)
لجواران یخلف مراتب اللزوم فی
الوضوح ص ۳۹۰،۳۱۰ فالحاصل

ای اہل نادیہ (یہاں پر یدع کو نادیہ کی
طرف منسوب کیا گیا ہے حالانکہ اہل کی
طرف ہونا چاہئے کیونکہ اہل اور نادی میں
حلول کا علاقہ ہے) اور بھیداس میں
یہ ہے کہ فصاحت و بلاغت کا معیار یہ ہے
کہ ایک معنی کو ایسی متعدد عبارتوں میں لایا
جائے جو کہ وضوح و خفا میں مختلف ہوں
اور یہ چونکہ مجاز کے بغیر متصور نہیں کیونکہ
حقیقی اور مطابقی معنی علم با لوضع کے بعد
وضوح وخفا میں مختلف نہیں ہوسکتا ہے لہٰذا
مجازی طور پر فعل و شبہ فعل کو غیر کی طرف
منسوب کر دیتے ہیں اور یہ
اختیار مجاز چونکہ معیار حصول بلاعت کے
لیے ہے نہ یہ کہ اللہ سبحانہٗ تعالی ایسا لفظ لا
نہیں سکتا۔ جو کہ مطابقی اور حقیقی طور پر
اپنے معنی پر دلالت کرے۔ بدیں وجہ فن
بلاغت بلکہ کتب دینیہ میں عام طور پر مجاز
مستعمل ہے جیسا کہ مختصر معانی شرح
تلخیص المفتاح میں مذکور ہے کہ ایراد مذکور
مطابقی دلالت میں ناممکن ہے۔ ہاں
دلالت عقلیہ یعنی تضمنی والتزامی میں ہوسکتا

ان الاعطاء والتكوين وان كان فعل
الله تعالى حقيقةً لن اسند الى الغير
اى الشيخ رضى الله تعالى عنه مثلاً
لكونه مظهراً وسبباً لتنفيذاحكام
مجازا عقلياً و اماثانياً فبناءً على انه
مجاز بالحذف اى يا مظهراً العون
شيخ عبد القادر جيلانى شيئًا لِلّٰه كما
قال فى يا غوث اغثنى اى يا مظهر
الغوث اغثنى وَاما ثالثاً فعلى انه مجاز
مستعارٌ سبيل الكناية اى ذكر الغوث
و الشيخ و ارادة المغيث وَالمعين
حقيقة و اثبات الاغاثة وَالاجابة
تخييل مثل رايت اسدايرمى و تجرى
من تحت الانهار وجرى الميزاب و
غيرها كما لايخفى ولايخفى
عليک انهٗ نحلّ به عقدة الاشتباه
الذى اوردعلى نظائرهٗ مثل يا قاضى
الحاجات اى اذا قيل لغير الله تعالى
ويادافع البلايا والمرض والالم
وغيرها لان معناها على مالم يا مظهر
العون وياسبب الاجابة كيف لاوهو
الواقع والثابت و عند الناس

ہے کیونکہ لزوم کے مرتبے وضوح خفا میں
مختلف ہوسکتے ہیں۔ ص۳۰۹،۳۱۰ پس
حاصل یہ ہے کہ اعطاء تکوین وغیرہ
درحقیقت اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں لیکن
بطور مجاز عقلی غیر کی طرف شیخ ہو یا اور بوجہ
اس کے سبب و ذریعہ تنفیذ احکام
ہونے کے منسوب کیے جاتے ہیں اور ثانیاً
اس بنا پر یہ عبارت صحیح ہے کہ اس میں مجاز
بالحذف ہے۔ ای یا مظہر العون شیخ عبد
القادر الخ جیسا کہ کہا جاتا ہے یا غوث اغثنی۔
ای یا مظہر الغوث اغثنی اور ثالثاً عبارت
بطریق مجاز مستعار علی وجہ الکنا یہ صحیح ہے
یعنی غوث اور شیخ بول کر مغیث و معین
حقیقۃ مراد ہو اور اغاثہ واجابۃ کا اثبات
بصورت تخییل جیسا کہ کہا جائے رایٔت
اسداً یری و تجری من تحت الانہار و جری
المیزاب وغیرہا کما لایخفی اور اس سے وہ
اعتراض بھی دور ہوگیا جو کہ اس عبارت
مذکورہ کے قطائر و امثال پر جیسے یا قاضی
الحاجات یا دافع البلیات جب کہ غیر اللہ
پر بولا جائے کہا جاتا ہے کیونکہ معنی بطریق
مجاز بالحذف ہے یعنی یا مظہر العون وقاضی

المتعارف. وايضا اندفع به مايقال انه
كذب محض لاحقيقة لهٗ لانهٗ استعارة
وهو غير كذب كما هولايخفى على
المتدرب والامرالثانى فى معنى
النداء بحرف ياء وكيفية استعماله
فاعلم ان معنى النداء بحرف يا مثلا يا
زيد هو الطلب والدعاء فمعنى
يازيد اطلب زيداً ادعوزيداً كما هو
المصرح فى النحو و غير مخفى على
مبتدأ وفضلا عن فاضل متجروهو
يستعمل للقريب و البعيد قال فى
التفسير الكبير يا حرف وضع فى
اصله لنداء البعيد ثم استعمل فى ندا
من سهى و عقل وان قرب تنزيلاً
منزلة البعيد وفى المطوّل شرح
التلخيص واما يا فقيل حقيقة
فى القريب والبعيد لانها لطلب
الاستقبال مطلقاً و قيل بلا للبعيد و
استعمالها فى القريب قال العلامة
چلپى على حاشية المطول القول

الحاجات ویا سبب دفع البلیات مثلاً کیوں
جائز نہ ہو حالانکہ یہ معنی واقع اور ثابت
ہے اور عرف عام اس پر موجود ہے اور نیز
اس سے یہ بھی اعتراض دور ہوگیا کہ غیر
اللہ کو یا قاضی الحاجات وغیرہ کہنا محض
جھوٹ وخلاف واقع ہے کیونکہ یہ عبارتیں
بطور مجاز مستعار ہیں اور مجاز مستعار از قسم
بلاغت ہے نہ کہ جھوٹ جیسا کہ سمجھ دار پر
واضح ہے اور امر ثانی درمیان معنی ندا کے
ہے جب کہ حرف یا کے ساتھ ہو اور یا کی
کیفیت استعمال میں پس جان تو کہ
معنی ندا بحرف یا مثلاً یا زید کا زید کو طلب
کرنا اور پکارنا ہے پس معنی یا زید کا یہ ہوا
کہ میں زید کو طلب کرتا ہوں اور اس کو
پکارتا ہوں جیسا کہ علم نحو میں مذکور ہے اور
ادنی طالب علم بھی جانتا ہے چہ جائیکہ
فاضل تبحر ہو اور یہ قریب و بعید ہر دو کے
لیے مستعمل ہے۔ تفسیر کبر میں ہے کہ یا
حرف ہے جو کہ اصل میں ندا بعید کے لیے
موضوع ہے۔ پھر ہر سہو وغفلت زدہ پر بولا

الاول قول ابن الحاجب وَالثانی قول الزمخشری والاول اقرب لاستعمالها فی القریب والبعید علیٰ استواء و دعوی المجازیة فی احدهما خلاف الاصل و فی البیضاوی یا حرف وضع لنداء البعید و نیاوی به القریب تنزیلاً لهٗ منزلة البعید والامر الثالث فی معنی القرب والبعد فاعلم ان معنی القرب والبعد لیس ان هذا قریب منه فی الوجود الخارجی و هذا بعید منه فیه بل اعم من اینکون قریباً فی الخارج اوفی الذهن واعم اینکون قریباً تحقیقاً او تنزیلیّا قال فی المطول ای والهمزة للقریب و قد تستعمل فی البعید تنبیهاً علیٰ انهٗ حاضر فی القلب لایغیب فالحاصل ان النداءَ اللغوی بمعنی الدعاء بغیر الله تعالی سوا کان علی جهته المحبة وَالاستغراق واعلی وجه التحسر او ان الله تَعالی یُسمعه اذاناداه احدٌ ، بلاواسطة اوبواسطة وسواء

جاتا ہے گو قریب ہو کیونکہ قریب کو بعید تصور کر لیا جاتا ہے اور مطول شرح تلخیص میں ہے اور بہر نہج حرف یا پس کہا گیا ہے کہ وہ حقیقۃً قریب و بعید ہر دو کے لیے ہے کیونکہ وہ طلب استقبال کے لیے ہے مطلقاً اور کہا گیا ہے کہ وہ حقیقۃً بعید کے لیے ہے اور استعمال قریب میں بھی ہے۔ علامہ چلپی نے حاشیہ مطول میں کہا ہے کہ پہلا قوال ابن حاجب کا ہے اور دوسرا علامہ زمخشری کا اور پہلا قول قبولیت میں بہت قریب ہے کیونکہ یا قریب وبعید ہر دو میں برابر مستعمل ہے اور قریب و بعید میں سے ایک کے لیے دعویٰ مجازیت خلاف اصل ہے۔ بیضاوی شریف میں ہے یا حرف ہے جو کہ ندا بعید کے لیے موضوع ہے اور قریب پر بھی جب کہ اس کو بمنزلہ بعید فرض کیا جائے بولا جاتا ہے۔ اور امر ثالث قریب و بعید کا معنی بیان کرنے میں اور وہ یوں کہ وہ قریب و بعید کا معنی فقط یہ نہیں ہے کہ یہ اس سے وجود خارجی کے لحاظ سے قریب ہے یا بعید بلکہ

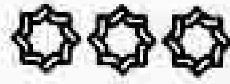
كان المنادى قريباً او بعيداً خارجياً او ذهيناً حياً اوميتاً امرجائز عندالشرع الصّفى وشئ مرغوب فى الدين القوىّ وليس للعقل الصحيح والفهم الزكى ان يمتنع من قبوله الجلى ولهذا كثرالنداء على هذه الطريقة فى الكتب السماوية للاحاديث النبويه على صاحبها الصلوة والسلام ونشاء استعمالها فى الاسفار القديمة والجديدة وثبتهٗ الصوفياء العظام والعلماء الكرام فى اذهانهم العاليه كثرهم الله تعالى سوادهم.

عام ہے کہ وجود خارجی کے لحاظ سے قریب و بعید ہوں یا ذہنی کے لحاظ سے اور نیز یہ بھی کہ وہ خود خارجی و ذہنی تحقیقی ہو یا تنزیلی مطول میں ہے کہ ای و ہمزہ قریب کے لیے ہیں اور کبھی بعید پر بھی بولے جاتے ہیں۔ اس پر تنبیہہ کرنے کی غرض سے کہ وہ دل میں حاضر ہے کبھی غائب ہی نہیں ہوا پس حاصل یہ ہوا کہ ندا لغوی بمعنی دُعا و پکار غیر اللہ کے لیے جائز ہے۔ عام ازیں کہ ندا محبت و استغراق کی وجہ سے ہو یا تحسر و حرمان کی وجہ سے یا اس خیال سے کہ بوقت ندا اللہ تعالی کو بواسطہ یا بلاواسطہ بتا دیتا ہے اور عام اس سے کہ منادی قریب ہو یا بعید خارجی ہو یا ذہنی زندہ ہو یا مردہ اور عقل سلیم اس کو قبول کرتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس طریقہ پر صحف سماویہ اور احادیث نبویہ علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام اور آثار صحیحہ و کتب متداولہ قدیمہ وجدیدہ میں ندا بکثرت وارد ہے اور علمائے کرام و صوفیائے عظام کثرہم اللہ سوادہم نے بنظر استحسان دیکھا ہے۔

فقط

هذا ما عندی واللهُ تعالٰی اعلم وعلمہ اعلٰی واتم عبدہ الملتجی المسکین محمّد مہرالدّین عفا اللہ عنہ الرحمٰن المبین۔

ہذا ما عندی واللہ اعلم و علمہ اعلیٰ واتم نیاز مند بندہ مسکین محمد مہرالدین عفی عنہ



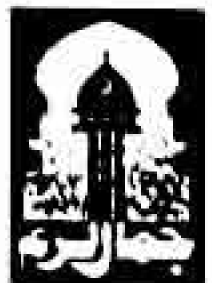
مَا ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ فِیْ اَیَّامِ السُّنَةُ

اسلامی مہینوں کے

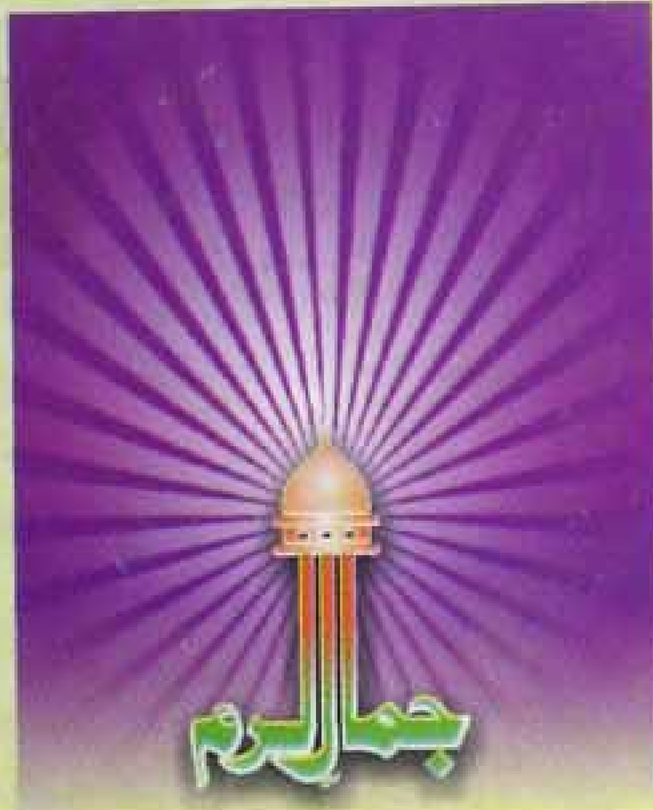
فضائل و مسائل

مصنف: شیخ عبدالحق محدث دہلوی

مترجم: حضرت مفتی سید غلام معین الدین نعیمی
تدوین و تہذیب: محمد فاق چشتی فاضل بھیرہ



مکتبہ جمالِ کرم
9۔ مرکز الاویس (سنا ہوٹل) دربار مارکیٹ۔ لاہور فون: 7324948









- پیارے نبی ﷺ کی پیاری دُعائیں
- اِسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل
- غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں
- یارسول اللہ ﷺ پکارنے کا ثبوت ⁂ نماز کے بعد دعا کی فضیلت
- رکنِ دین ⁂ علاماتِ امام مہدی







